جلد اول نمبر

2

الکمال لاہور

اگست ۱۹۲۹ء

ایڈیٹر ریاض شیروانی

دستور العمل

(۱) الکمال ہر انگریزی مہینے کے پہلے ہفتہ میں شایع ہوا کرے گا۔

(۲) سالانہ چندہ معہ محصولڈاک تین روپے۔ غیر ممالک چار روپے۔ ششماہی دو روپیہ۔ نمونہ کا پرچہ مفت

(۳) الکمال ہر ماہ ۵۶ صفحہ اور سالانہ ۶۷۲ صفحات پیش کیا کرے گا۔

(۴) چندہ بذریعہ منی آرڈر آنا چاہیئے۔ وی۔ پی کے ذریعہ ۴ر زائد چارج ہونگے۔

(۵) خط و کتابت کیوقت اپنا پتہ صاف اور نمبر خریداری ضرور تحریر فرماویں۔

(۶) جواب طلب امور کیلئے جوابی کارڈ یا ایک آنہ کا ٹکٹ آنا چاہیئے۔ ورنہ عدم تعمیل کی شکایت معاف۔

(۷) رسالہ نہ پہنچنے کی اطلاع دفتر میں ہر ماہ کی بارہ ۱۲ تاریخ کے بعد اور ۲۰ سے پہلے پہنچ جانی چاہیئے اس کے بعد شکایت لکھنے والوں کو رسالہ قیمتاً بھیجا جاوے گا۔

(۸) مذہبی۔ تاریخی۔ علمی۔ ادبی۔ طبی و صنعتی مضامین بشرط پسندیدگی درج رسالہ ہونگے۔

(۹) اہل قلم اصحاب اپنے مضامین ہر ماہ کی یکم تاریخ تک بھیج دیا کریں۔

(۱۰) مضامین صاف لکھے ہوئے آنے چاہیئے اور نظم میں خاص طور پر خوشخطی کا لحاظ رکھا جائے باقی آئندہ یعنی نامکمل یا کسی رسالہ و اخبار میں شایع شدہ مضامین درج نہ ہونگے۔

مینجر رسالہ الکمال لاہور

فہرست مضامین رسالہ الکمال لاہور

جلد ۵ | بابت ماہ اگست ۱۹۲۴ء مطابق ماہ محرم الحرام ۱۳۴۳ھ | نمبر ۲۲

کریمی پریس لاہور دروازہ گوکل والی گلی باہتمام میر قدرت اللہ پرنٹر چھپا۔ اور نذیر احمد خاں پبلشر نے دفتر رسالہ الکمال لاہور سے شائع کیا

الکمال

ایڈیٹر
ریاض شروانی۔

جائنٹ ایڈیٹر (اعزازی)
خواجہ سعید احمد بی اے

حمد

تیری حمد ہم سے ہو کیا بیاں تیری شان جل جلالہٗ
تو ہے پاک عیب سے اے خدا تیری شان جل جلالہٗ

تیرے جیسا اور نہیں کوئی نہ تو ثانی اور کسی کا بھی
تو ہے بادشاہوں کا بادشاہ تیری شان جل جلالہٗ

تو ہے ایک سچا مرا خدا نہیں ساجھی اور کوئی تیرا
تیرے حکم سے ہے جہاں بنا تیری شان جل جلالہٗ

تو عیاں ہے پر نہیں دیکھتیں یہ ہماری آنکھیں تجھے کہیں
نظر آرہی ہے ہر ایک جا تیری شان جل جلالہٗ

ہے تجھی نے پیدا ہمیں کیا اور تو ہی پالتا پوستا۔
تیرا فضل ہم پہ ہے ربنا تیری شان جل جلالہٗ

تو ہمیشہ زندہ ہے اے خدا نہیں موت سے تجھے واسطہ
تو سدا سے ہے رہیگا سدا تیری شان جل جلالہٗ

یہ حسن حسن ہے جو نام کا اسے فضل سے تو حسن بنا
یہی دم بدم ہے یہ کہہ رہا تیری شان جل جلالہٗ

(محمد ابو الحسن)

شذرات

ہندوستان کے علمی مذاق کو دیکھکر گونہ مسرت ہوتی ہے۔ کیونکہ دیکھا گیا ہے کہ صرف پنجاب سے ہی سالہائے دو سال کے عرصہ میں تین سو کے قریب پرچے شائع ہوئے۔ لیکن ساتھ ہی یہ معلوم کرکے سخت افسوس ہوا۔ کہ ان سب میں سے سو بھی زندہ نہ رہے۔ بلکہ مہینہ دو مہینہ اپنا جوبن دکھا کر مر گئے گویا کہ آجکل کے رسائل کی ہستی پروانہ کی مانند ہے۔ کہ ایک دن پیدا ہو اور اسی شب شمع پر قربان ہو گیا۔ وعدے تو بڑے ہوتے ہیں۔ لیکن انکی تصدیق نہیں ہوتی۔ بعض موقعوں پر ہم کو قارئین کرام سے شرمندہ ہونا پڑتا ہے۔ جبکہ ایک رسالہ کا اشتہار بحیثیت ایک معصر کے دیا جاتا ہے۔ ہمارے بھولے معاونین بن دیکھے ہی اس کے فدائی بنکر چندہ بھیجدیتے ہیں۔ اور کچھ عرصہ بعد ہمکو تحریر فرماتے ہیں۔ کہ صاحب نیرنگ کو ہم نے چندہ بھیجا۔ لیکن جواب ندارد۔ فرمائیے اس میں ہمارا کیا قصور۔ پبلک کی اس دقت کو دور کرنے کے لئے ہم نے یہ فیصلہ کیا ہے۔ کہ آئندہ ہم کسی رسالہ کا تین نمبر شائع ہونے سے پہلے ریویو نہیں کرینگے۔ یا جب تک ہم کو اس امر کا یقین نہ ہو جائے۔ کہ یہ رسالہ کچھ دن اپنا شباب دکھائیگا۔ اس طرح امید ہے کہ پبلک ہماری اس روش پر خوش ہوگی۔ کیونکہ ان مخلک بازوں کا جو علمی دنیا پر ایک آدھ پرچہ نکالکر ڈاکہ مارتا اور اس باوقار پیشہ کو بدنام کرنا چاہتے ہیں۔ پول کھل جائیگا۔ اور تعلیم یافتہ طبقہ کا نہایت محنت کا روپیہ نااہل ہاتھوں میں جاکر ضایع ہونے سے بچ جائیگا۔

اور پھر

تصویر کا ایک رخ دکھایا گیا ہے۔ اب دوسرا ملاحظہ ہو۔ بعض حضرات رسالہ کو دیکھ کر لکھ بھیجتے ہیں۔ کہ پرچہ ایک سال کے لئے وی۔ پی بھیجدو۔ ارشاد کی تعمیل کی جاتی ہے لیکن سالانہ قیمت کی بجائے ہمارا وی۔ پی ہی انکاری ہوکر واپس آتا ہے۔ جب خط لکھا جاوے تو انداز معشوقانہ دکھا کر چپ سادھ جاتے ہیں۔ یہ اصحاب بھی مذکورۂ بالا مخلک بازوں کے مریدان خاص الخاص ہیں۔ جن کی دست برد سے خدا علمی طبقہ کو بچائے۔

"منیجر"

—•—

خونی منظر

چمن رسالت کے نو شگفتہ پھول یعنی عبداللہؓ بن عباسؓ - عبدالرحمنؓ بن ابو بکرؓ - عبداللہؓ بن عمرؓ اور عبداللہؓ بن زبیرؓ ایک خاص مشورہ کے لئے مسجد نبوی میں ایک علیحدہ حجرہ میں مشغول بحث ہیں - ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ان کو کسی اور شخص کا انتظار ہے - کہ اس اثناء میں حسینؓ ابن علیؓ ایک خط ہاتھ میں لئے آموجود ہوتے ہیں -

عبداللہؓ بن عباسؓ - یہ کیسا کاغذ ہے - شاید کوئی اچھی خبر ہے -

حسینؓ - یہ مسلمؓ بن عقیل کی طرف سے خط ہے اور انہوں نے لکھا ہے کہ اس وقت تک اٹھارہ ہزار آدمیوں نے ہمارے ہاتھ پر بیعت کر لی ہے - اور چند ہی روز میں اس تعداد کو ایک لاکھ چالیس ہزار تک پہونچا دیا جائیگا -

عبداللہ بن زبیر - ممکن ہے -

حسین - کیا تمہیں کوئی شک ہے -

ابن عباس - میرے عزیز بھتیجے تم کو کوفیوں کا یقین ہو تو ہو - لیکن ہم کبھی بھی انکی ذات پر اعتبار نہیں کر سکتے - مانا کہ انہوں نے یزید کے خلاف بغاوت کر دی ہے - اور ان کا عارضی جوش انکو تمہاری طرفداری پر مائل کر رہا ہے - لیکن یقین رکھو کہ وہ بے وفائی کرینگے - اور ضرور کرینگے -

ابن عمر - آپ کیوں اس معاملہ میں اپنی جان کو خطرے میں ڈالتے ہیں - ان کو لکھو کہ جب تک اُنکے حسب وعدہ ایک لاکھ چالیس ہزار لوگ جمع نہ ہو جائیں - میں تمہارے پاس آنے سے مجبور ہوں -

عبدالرحمن - مجھے تو رہ رہ کر مسلم کا خیال آتا ہے - یہ باغی بڑے دغاباز ہیں - کہیں مسلم کو کسی مصیبت میں نہ پھنسا دیویں -

ابن زبیر - میں سچ کہتا ہوں کہ مکہ اور مدینہ میں ہمارے کافی سے زیادہ ہوا خواہ ہیں - یہاں بیٹھکر ہم بہت کچھ کر سکتے ہیں - لیکن غریب الوطنی میں مجھے ان لوگوں پر ذرہ بھر بھی امید نہیں ہو سکتی بھائی تم جانتے ہو کہ تمہارے والد کے ساتھ انہوں نے کیا کیا - پھر ان لوگوں سے امید وفا رکھنا سخت غلطی ہے یزید ہم کو بیعت کے لئے مجبور نہیں کر سکتا - اور نہ ابھی تک اس نے ہماری کوئی علانیہ مخالفت کی ہے - پھر ہم کیوں پیشدستی کریں -

حسین - کیا آپ یہ چاہتے ہیں۔ کہ میں اپنے آرام کو مد نظر رکھتے ہوئے اپنے بھائی کو ہلاکت میں ڈالدوں

ابن عباس - عزیز من ہم نے تو پہلے بھی تمہیں اس معاملہ پر غور کرنے کے لئے کہا تھا۔ اور اب پھر کہتے ہیں کہ تم نہ جاؤ۔

حسین - میں جو کچھ کہہ چکا ہوں۔ اس میں خواہ مجھے فائدہ ہے یا نقصان۔ اس کو ضرور پورا کرونگا۔

ابن زبیر - اگر آپ یہاں رہیں تو ہم آپکے لئے بہت کچھ کر سکتے ہیں۔ لیکن وہاں ان باغیوں پر اعتبار کرکے جانا تو صریحاً اپنے آپکو ہلاکت میں ڈالنا ہے۔

ابن ابوبکر - اے ابن علی اس سے یہ نہ سمجھنا کہ ہم کمزوری اور تن آسانی کی وجہ سے یہ کہہ رہے ہیں نہیں ہرگز نہیں۔ آپکو اچھی طرح معلوم ہے۔ کہ اسلام کی خدمت میں ہم نے کیسی کیسی جانبازیاں کی ہیں۔ ہم کسی سے دبنے والے نہیں۔ جان بوجھ کر ہلاکت میں پڑنے سے اسلام نے منع کیا ہے۔ آپ کو اچھی طرح یاد ہے۔ کہ آپ کے بزرگ بھائی نے صرف مسلمانوں کو ہلاکت سے بچانے کیلئے دنیاوی اور عارضی جاہ و جلال سے پرہیز کرکے صلح کر دیا تھا۔ آپ کیوں اُن کی تقلید نہیں کرتے۔

حسین - میں نے دل سے یہ آخری اور قطعی فیصلہ کر لیا ہے۔ کہ میں ضرور جاؤنگا۔ خواہ میرا ساتھ کوئی بھی نہ دے۔

ابن عمر - برادر من اس معاملہ پر پھر غور کرو۔ اور وہاں نہ جاؤ۔ بلکہ مسلم کو بھی بلالو۔ آپ عبداللہ بن زیاد جیسے شخص سے عہدہ برا نہیں ہو سکتے۔ وہ ایسی ایسی چالیں جانتا ہے۔ کہ اگر آپ کے ساتھ درحقیقت ایک لاکھ چالیس ہزار کوفی ہو بھی جائیں۔ تو ایک فقرہ میں وہ سب کو اپنا بنا لیگا۔ اسکے باپ کی ذہانت کو تمام عرب مانتا ہے۔ اور یہ ہی وجہ تھی کہ حضرت علی نے بھی اسکو اپنے عہد خلافت میں عامل مقرر کیا تھا۔

حسین - آپ لوگ کیوں میرے ارادے میں روڑے اٹکاتے ہیں۔ جو میں کہتا ہوں وہی کرونگا۔ خواہ کوئی صورت ہو۔ اب سوال صرف یہ ہے کہ آیا آپ میں سے کون کون صاحب میرے ساتھ جانیکو تیار ہے۔

ابن عباس - میرے خیال میں ہم میں سے کوئی بھی اپنے آپ کو ہلاکت میں ڈالنے کیلئے تیار نہ ہوگا۔ اور ہم یہ بھی جانتے ہیں کہ مدینہ میں یزید ہم کو کبھی بھی بیعت کیلئے مجبور نہ کر سکیگا۔

حسین - خیر کوئی بھی میرے ساتھ نہ جائے۔ میرا خدا ساتھ ہے۔

ابن زبیر - ہمیں ناجائز طور پر مطعون نہ کیجئے۔ قدرت نے اسباب بنائے ہیں۔ اور بغیر اسباب کے کیسے ہو سکتا ہے کہ کامیابی ہو۔ اللہ نے اپنی کلام پاک میں بھی زیادہ سے زیادہ دس کے مقابلہ کیلئے ایک فرمایا ہے اور وہ بھی کفار کے مقابلہ میں۔ یہ تو بہرحال مسلمان کہلاتے ہیں۔ قرآن اور اسکی تعلیم پر چلتے ہیں

صرف فرق یہ ہے۔ کہ دنیاوی نفسانیت کے مطیع ہوگئے ہیں۔ میں پھر کہونگا۔ کہ اس پر غور کریں اور ہرگز نہ جائیں۔

حسین۔ میں جاؤنگا اور اپنے بال بچوں سمیت جاؤنگا۔

ابن عباس۔ خدا کے لئے اُن کو ساتھ نہ لے جانا۔ کیونکہ واقعات بتا رہے ہیں۔ جو نتیجہ ہونا ہے۔ پھر عورتوں اور بچوں کو کیوں تکلیف دینے لگے ہو۔

حسین۔ (جوش سے) میرا کوئی ہمدرد نہیں۔ پھر میں اپنے بال بچوں کو کس کے پاس چھوڑ جاؤں۔

ابن زبیر۔ آہ کیا کریں۔ ہم سب آپ پر جانیں فدا کرنے کو تیار ہیں۔ لیکن بے فائدہ ہلاکت میں پڑنے کو تیار نہیں۔

حسین۔ خیر تمہاری مرضی۔ میں جاؤنگا۔ اور اکیلے ہی جاؤنگا۔ یہ کہکر آپ چلے گئے اور باقی اصحاب کچھ عرصہ تک آخری نتیجہ پر غور کرکے افسوس کرتے رہے۔

—۲—

گرمی کا موسم کربلا کا صحرا۔ اور تپش اسقدر کہ الامان۔ آہ ایسے موقعہ پر ایک طرف چند ایک خیمے بے سروسامانی سے ایستادہ ہیں۔ اور دوسری طرف قطار در قطار ہزاروں کی تعداد میں۔ ایک طرف بے چینی گھبراہٹ۔ الجھن اور تلملاہٹ کا دور دورہ ہے۔ اور دوسری طرف مسرت و شادمانی و خوشی کی اُمنگیں۔ ایک جانب چہروں پر ہوائیاں۔ دل میں بے قراری۔ لب خشک زبان پر کانٹے۔ اور مارے پیاس کے ہر ایک العطش پکار رہا ہے۔ اور نالہ وشیون کا شور بپا ہے۔ اور دوسری جانب چہروں پر بشاشت اور جاہ و جلال کے غرور میں ترانہ ہائے مسرت گائے جا رہے ہیں۔

اس غربت اور بیکسی اور ایسی مصیبت میں یہ کون لوگ ہیں۔ آہ یہ حسین ابن علی اور انکے چند ایک انگلیوں پر گنے جانے والے رفقا ہیں۔ جنکو قضا گھیر کر کربلا کے میدان میں لے آئی ہے۔ لیکن اس چھوٹے سے گروہ میں اسقدر شور کیوں۔ بچے پیاس کے مارے بلبلا رہے ہیں۔ عورتیں سخت تپش کو نہ برداشت کرتے ہوئے بیہوش ہوئی جاتی ہیں۔ مرد نہایت یاس سے اُن کی بیکسی دیکھتے ہیں اور دل ہی دل میں خاک ہوئے جاتے ہیں۔ بیچارے کیا کریں۔ نہ پائے رفتن نہ جائے ماندن۔ مقابلہ میں دشمن کی فوج جرار۔ اور ادھر یہ بھوک اور پیاس کا شکار۔ شکستہ دل ۷۲ آدمیوں کا گروہ۔ پھر عورتوں اور بچوں کا ساتھ۔ موت کا نقشہ آنکھوں میں پھر رہا ہے۔ اور رہ رہ کر خیال آتا ہے کہ ہماری موت تو یقینی ہے۔ لیکن اس بیکسی میں ہماری عورتوں کا کیا حال ہوگا۔ دشمن کے رحم پر ہیں۔ اگر خوف خدا آگیا۔ تو مہربانی کردی۔ ورنہ لونڈی بنائیں۔ ذلیل کریں۔ بے حرمتی کریں۔ یہ ان کا اختیار ہے۔ اور دشمن کون وہی غدار بے وفا۔ یزید کے باغی۔ علی کے قاتل۔ حسین اور انکے

رفقاو کی جان کے لاگو۔ انسان صورت ۔ درندہ سیرت۔ آہ۔ کیا دردناک سماں ہے ۔ دیکھنے سننے والے کے دل میں رحم آجائے تو آجائے ۔ لیکن دھوکے سے گھر بلا کر قتل کرنے والوں کے دلوں میں رحم کہاں۔

—۳—

میدان جنگ کی تیاری ہو رہی ہے ۔ یہ غریب بھوکوں کا مارا اور پیاس کا ستایا گروہ یکے بعد دیگر اپنی داد شجاعت دیکر امام حسین کو داغ مفارقت دیتا جاتا ہے ۔ لیکن آفریں اُس مائی کے لال پر کہ آنکھوں کے سامنے اپنے عزیز و اقارب بیٹے ۔ بھتیجے کٹتے دیکھے ۔ خون کے آنسو پیئے اور منہ سے اُف تک نہ کی ۔ اب گنتی کی تین جانیں باقی ہیں ۔ یعنی ایک اپنی جان حزیں اور بیمار زین العابدین اور تیسرے معصوم علی اصغر جو ابھی شیرخوار ہے ۔ اس کو کچھ خبر نہیں ۔ کہ یہاں کیا قیامت بپا ہو رہی ہے لیکن تشنگی کے مارے وہ بھی چیخ رہا ہے ۔ آواز سنکر امام ہمام خیمہ میں تشریف لائے بچے کو اس طرح چیختے ہوئے دیکھ کر نہ رہا گیا ۔ ٹپ ٹپ آنسو گرے اور بہن سے کہا کہ اصغر کو میں دشمنوں کے سامنے لیجاکر اس کی حالت دکھاتا ہوں ۔ شاید اس پر رحم کرکے اس کو پانی دے دیں ۔ یہ کہکر بچے کو گود میں لئے مقتل کی طرف جاتے ہیں ۔ اور اس طرح مخاطب ہوتے ہیں

" اے غدارو ۔ تم نے مجھے دھوکہ دیا ۔ میں نے صبر کیا ۔ تم نے میرے عزیزوں کا خون میری آنکھوں کے سامنے بہایا ۔ میں نہ چلایا ۔ تم نے میرے خاندان کو خاک میں ملایا میں نہ بولا ۔ اب تمہارے پاس اس معصوم کو لیکر آیا ہوں ۔ کہ ذرا سا پانی اس کے حلق کو تر کرنے کے لئے دیدو ۔ اگر تمہارا گناہ گار ہوں تو میں ۔ خطاوار ہوں تو میں ۔ اس غریب نے تمہارا کیا بگاڑا ہے دیکھو میرا بچہ بلک رہا ہے ۔ پانی کے لئے تڑپ رہا ہے ۔ دیدو ۔ دیدو ۔ خدا کے لئے اس بچے کو تھوڑا سا پانی دیدو ۔ یہ کلام ابھی ختم نہ ہوا تھا ۔ کہ دشمنوں کی طرف سے پانی کے جواب میں ایک تیر غریب معصوم کے حلقوم پر آلگا ۔ جس نے اس کی تمام کلفتوں اور بیکلیوں کا فیصلہ کر دیا ننھے کے گلے سے ایک خون کا فوارہ چھوٹا ۔ اور اصغر ہمیشہ کیلئے دارالامن میں چلا گیا ۔

امام ہمام نے بادل رنجور اصغر کی لاش کو ماں کے حوالے کرتے ہوئے کہا ۔ لو اب تمہارا معصوم پانی نہیں مانگے گا ۔ اب آرام سے سویا رہیگا ۔ اور کبھی نہ روئیگا ۔ اب وہ اُس جگہ پہونچ گیا ہے ۔ جہاں اُسے کسی قسم کی تکلیف نہیں ہو سکتی ۔ کوئی دشمن اُس کو نقصان نہیں پہونچا سکتا

والدہ اصغر نے کانپتے ہوئے ہاتھوں سے بچے کو جو پانی کے بدلے خون میں نہایا ہوا تھا ۔ لیا ۔ ایک چیخ ماری اور بے ہوش ہو گئی ۔ امام ہمام سے نہ رہا گیا ۔ ایک جگر دوز آہ کی ۔ اور بہن جو کہ

ایک کونہ میں صدمے پر صدمے سہتے ہوئے دیوانوں کی طرح دیکھ رہی تھی۔ آئی اور بھائی سے لپٹ کر خوب روئی۔

امام ہمام نے فرمایا کہ بہن اب رونے دھونے کا وقت نہیں۔ ہماری قسمت میں ایسا ہی لکھا تھا۔ اب مجھے اجازت دو (کہ میں (جس کے سر کے لئے انہوں نے میرے اتنے عزیزوں کا خون بہایا) میدان میں جاکر ان کی تلواروں کی پیاس بجھاؤں۔

زین العابدین (پلنگ سے اٹھکر گرتے ہوئے)" ابا جان۔ جب تک میں زندہ ہوں۔ آپ کو ہرگز نہ جانے دونگا۔

(امام نے جس کی آنکھوں سے آنسوؤں کی لڑی جاری ہے۔ اپنے بچے کو پیار کرتے ہوئے کہا) بیٹا۔ تم اب میرے اس اجڑے خاندان کی نشانی ہو۔ جیو۔ تم جیو۔ تم بیمار ہو۔ تم میں میدان میں جانے کی طاقت نہیں۔ وہ میرے سر کے خواہاں ہیں۔ تم اپنی بیکس ماں۔ غریب پھوپھی۔ اور لاچار بہن کی خبرگیری کرنا۔ ان کو صبر کرنے کیلئے سمجھانا۔

زین العابدین۔ ابا جان خدا کے لئے مجھے جانے دو۔

امام۔ بیٹا میں مظلوم ہوں۔ میرے ساتھ تم بھی ظلم نہ کرو۔ جیو۔ اور انکی حفاظت کرو۔ وہ تمہیں بیمار دیکھکر کچھ نہ کہیں گے۔

(بیمار کی مصیبت اور دردناک حالت تھی۔ اور ہر ایک کو صبر کا سبق دے رہا تھا)

بہن۔ بھائی مجھے کس پر چھوڑ چلے ہو۔ بتاؤ۔ بتاؤ۔ ہمارا سہارا کون ہے۔

امام۔ خدا کے سوا اور کون ہو سکتا ہے۔

بیوی۔ آہ میری قسمت۔ لوگو۔ مجھ جیسی بدنصیب عورت کوئی دنیا میں ہوگی۔ باپ تخت شاہی سے اتار اگیا۔ خانماں برباد ہوا۔ آخر بےکسی سے مارا گیا۔ بیٹے۔ میرے جگر کے ٹکڑے۔ میری آنکھوں کے سامنے ہلاک ہوئے۔ اب ایک سہارا آپ ہو۔ مجھے کس کے حوالے کر کے جاتے ہو۔ میری حالت پر رحم کرو اور مجھے زندہ دنیا میں مصیبتیں اٹھانے کیلئے نہ چھوڑو۔

(رونا شروع)

بیٹی۔ ابا جان۔ میں مر جاؤنگی۔ لیکن آپ کو جانے نہ دونگی۔ بتاؤ میں کیا کروں۔

امام (بیٹی کو پیار کر کے اور سب کو تسلی دیتے ہوئے) بیٹا۔ صبر کرو۔ اور اللہ پر بھروسہ رکھو کیونکہ اللہ صابروں کے ساتھ ہے۔ یہ کہکر آنکھوں سے آنسو رواں مقتل میں گئے۔ اور دشمنوں نے آپکو شہید کر کے اپنا دل ٹھنڈا کیا۔

خیمہ میں عورتیں دیکھ رہی تھیں۔ نالوں سے اک شور بپا ہوا۔ امام مظلوم کی بہن ہر ایک کو

پیارے پیا کہاں ہو؟

میں دکھیاری۔ برہا کی ماری۔ تجھ بن سرگرداں ہوں۔ کالی زلفوں والے پیا کیا اپنی لونڈی کو بھول گئے۔ کس سے پوچھوں تم کہاں ہو۔ میں منی جاتی ہوں۔ سنتی ہوں کہ تم ناراض ہو۔ لیکن یقین نہیں آتا۔ تمہاری ناراضگی جائز۔ تمہارا غصہ بجا۔ تمہاری خفگی درست۔ ان سب باتوں کا باعث میں بدنصیب ہی ہوں۔ کیونکہ میں نے تمہیں بھلا دیا۔ تمہارے احکام کی تعمیل نہ کی۔ تمہارے فرمان کو پس پشت ڈالدیا۔ میں اب نادم ہوں۔ پشیمان ہوں۔ شرمندہ ہوں۔ تمہارے احسان قابل فراموشی نہ تھے۔ اچھے پیا تم نے۔ ہاں ہاں تم ہی نے خون جگر پلا پلاکر۔ تیغوں کے سایہ تلے بچا بچاکر۔ اینٹیں اور پتھر کھاکھاکر۔ اپنے اقوال زریں مینا کی طرح رٹا رٹاکر۔ واحدانیت کا سبق پڑھا پڑھاکر۔ مجھ بھٹکی ہوئی کو راہ راست دکھایا۔ اسی پر بس نہیں بلکہ ایک قصر عالیشان تعمیر فرماکر۔ مجھ کو اس میں بساکر۔ اس کا نام اسلام بتایا۔ یہ سب کچھ کرکے خوشی خوشی سدھارے۔ جاتے جاتے پوچھا پیا کہاں چلے۔ ہنس کر بولے۔ اپنے شاہنشاہ کے حکم کی تعمیل میں اپنے اصلی گھر جاتے ہیں۔ غم نہ کھانا۔ میں تم کو بھی وہاں ہی بلا لونگا۔

اک زمانہ گذر گیا۔ میں پاپن اپنے کملی والے راج دلارے۔ سانول بانکے کو بھولتے بھولتے ایسی بھٹکی۔ کہ جس دل میں پیا بستے تھے۔ اس میں دنیا کو بسایا۔ جو گھر نور سے منور ہوا تھا۔ پھر اس میں نار کی روشنی پر جی للچایا۔ آہ میں اوگن ہاری دنیا کی عارضی چمک کو دیکھکر اندھی ہوگئی۔ تونگر و مالدار ہوکر اپنے مولا کی یاد بھی بھلا بیٹھی۔ ظلم سے خانۂ دلکو پتھر بنایا۔ ہاتھوں سے غریبوں کو ستایا۔ پاؤں سے محتاجوں کو ٹھکرایا۔ اور زبان پر کبھی بھولکر بھی پیا کا نام نہ آیا۔ نہ کسی کے سنانے پر کان دھرنے پایا۔ آہ تیری یاد کو بھلاکر ایسی بھٹکی۔ کہ جنگلوں میں سرگرداں تیری نافرمان اندھی۔ گونگی۔ بہری۔ لولی۔ لنگڑی ہوکر ماری ماری پھرتی ہوں۔ مصیبت کی بجلیاں کڑکتی ہیں۔ اور میرے سر پر گرکر میری ہستی کو جلانا چاہتی ہیں۔ غم کی آندھیاں اٹھتی ہیں۔ اور مجھے اڑاکر برباد کرنے کی کوشش کرتی ہیں۔ درد کے طوفان پیدا ہوتے ہیں۔ اور میرے جسم کو بہا لے جانا چاہتے ہیں۔

پیارے پیا آؤ۔ اور مجھ بے کس لاچار کو بچاؤ۔ مجھے پھر ایک دفعہ وہی صراط مستقیم دکھاؤ مجھے اس قید مصیبت سے چھڑاؤ۔ تم کو اس کی قسم ہے۔ جس کے تم شیدائی ہے۔ اسی کا واسطہ ہے

"یادِ خلیلؑ"

پچھلے ماہ یہ مضمون سہواً رہ گیا تھا۔ جو قارئین کرام کی ضیافت طبع کے لئے اس ماہ شایع کیا جاتا ہے۔ امید ہے کہ نیکدل ہستیاں اس سے سبق حاصل کرکے اس ذات ربانی کی رضا جوئی میں کوشاں ہونگی۔ خدائے لایزال نے کلام مجید میں حضرت ابراہیمؑ کی نہایت تعریف فرمائی ہے۔ یہانتک کہ سیدنا و مولانا حضرت محمد صلعم کو ان کی تقلید کرنے کی بار بار تاکید کی ہے۔ کاش مسلمان شرک و بدعات کو چھوڑ کر ان ہادیان دین کی پیروی کرتے ہوئے۔ خالص اُسی خدائے بزرگ کی پرستش اپنا طرز عمل بنائیں۔ اور غیر اللہ کی پرستش سے احتراز کریں۔ (مدیر)

حقیقت میں وہی ہے عشق جو عشق حقیقی ہے
مجازی جسکو کہتے ہیں وہ ہے جذبۂ نفسانی (دولت)

سلیم۔ دوست نصیر عید مبارک۔ کہو۔ مزاج تو آراستہ ہیں؟ آپ تو آج بھی حسب معمول گہرے خیالات میں مستغرق نظر آتے ہیں۔ **نصیر**۔ ہاں آپ سچ فرماتے ہیں۔ میں جب سے نماز پڑھکے آیا ہوں۔ بقرعید کی تقدیس و برکت کے وجوہات پر غور کر رہا ہوں۔ **سلیم**۔ اجی کہ فطرتاً کلر لیف واقعہ ہوا تھا، واللہ مجنوں مرگیا۔ اور آپ کو اپنا سجادہ نشیں چھوڑ گیا۔ سیدہی بات کو خواہ مخواہ گورکھ دھندا بناکر دماغ کو اُلجھن میں ڈال لیتے ہو۔ بھلا اس میں کونسی سوچ کی بات ہے ناکجان سے انجان بھی جانتا ہے کہ آج خوشی کا دن ہے۔ ہر مسلمان شاداں و فرحاں نظر آتا ہے۔ قربانی کے بکرے گلی گلی حلال ہو رہے ہیں۔ ابھی قسم قسم کے گوشت تیار ہونگے۔ کھائینگے۔ اور عید منائینگے۔

جسکی توحید کا ڈنکا تم نے بجایا۔ نعوذ شرک کو مٹایا۔ اُس ذات پاک کی پرستش کا طریقہ بتایا۔ آؤ پیارے آؤ۔ اور ایک بار پھر وہی معرفت کا ترانہ سناؤ۔ میری مردہ ہستی میں لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کی روح پھونک جاؤ۔

بس ہوں آپ کی سقراط کی ہچکیاں لینے والی "اُمت"
(عنایت بیگ)

نصیر۔ گویا آپکے خیال میں یہ تیوہار صرف پیٹ میں گوشت ٹھونسنے کے لئے ہے۔ اور بس۔ **سلیم**۔ آپ ہی بتائیں کہ اور کیا فاقہ کشی کیلئے ہے؟ **نصیر**۔ آپ میرا مطلب نہیں سمجھے۔ میں صرف یہ پوچھتا ہوں کہ آپ قربانی کا مفہوم کیا سمجھتے ہیں۔ **سلیم**۔ قربانی دینا ہر صاحب توفیق مسلمان پر فرض ہے۔ اور اسکے دینے سے ثواب ہوتا ہے۔ بہانتک میں نے خوش قسمتی سے آپکی طرح منطق نہیں پڑھی۔ کہ چھوٹی سی بات کو طول دیکر اپنے دماغ کو پریشان کروں۔ **نصیر**۔ (مسکرا کر) آپکے سطحی دلائل اس امر کو واضح کر رہے ہیں۔ کہ مسلمانوں میں مذہبی تعلیم کسقدر کم ہے۔ یہ خامی صرف آپ میں ہی نہیں۔ بلکہ اکثر مسلمان ہر مذہبی واقعہ کی اہمیت و اصلیت سے قطعی بے خبر و نابلد محض ہیں۔ علمائے دین کی حالت اسقدر قابل رحم ہے۔ کہ ذرا ذرا سی بات پر کفر کا فتوے جڑ دیتے ہیں۔ چلو چھٹی ہوئی۔ اب کوئی پوچھے بھی تو کس سے؟ **سلیم**۔ اچھا ان کا چارج آج اگر آپ نے لیا ہے تو مجھے ذرا آگاہ کرو کہ بقرعید کا کون سا اہم پہلو ہے۔ جسکی طرف آپکا اشارہ ہے۔ **نصیر**۔ تو سنو...... جسطرح صبح الدماغ شاعر سٹیج پر آکر قوم کی مردہ زندگی میں تازہ روح پھونکدیتا ہے۔ اسی طرح مذہبی تیوہار بزرگان سلف کے حالات گذشتہ کو دہرا کر اپنے مقلدوں میں جوش صادق اور عملی جذبہ پیدا کرنیکا آلہ یا موجب ہوتے ہیں۔ ازاں جملہ عید الضحیٰ بھی ہے۔ مگر کتنے مسلمان ہیں؟ جو کہ اس یوم سعید کے مبارک و مقدس واقعہ پر عمیق نظر ڈالتے ہیں۔ اور اس سے متاثر ہو کر حیات مستعارہ یا اپنے نفس کو اس مقصد کے حاصل کرنے کی ترغیب و تعلیم دینے کا عہد کرتے ہیں۔ جس کے لئے بقرعید کا دن قیام پذیر ہوا۔ بقرعید کا دن وہ دن ہے۔ جبکہ ایک عظیم الشان پاکیزہ اور افضل ترین ہستی نے دنیا کو عشق حقیقی سے لطف اندوز ہونیکا ڈھب اور طریقہ بتایا۔ اور محبوب ازلی و ابدی تک رسائی حاصل کرنے کیلئے راستے کے کانٹوں۔ سنگین چٹانوں۔ اور خوفناک کہساروں کو ایک چیز بے معنی سمجھے ہوئے کہا ع جب مصیبت دوچند ہوتی ہے۔ میری فطرت بلند ہوتی ہے۔ قیس نے ایک فانی زندگی کے عشق میں صحرا نوردی کی۔ تو شعرا نے اس قصہ کو بیان کرنے میں اپنی تمام فصاحت و بلاغت خرچ کر دی۔ کوہکن نے جوئے شیر کھود دی۔ تو آجتک لوگ اسکی مدح و ستائش کرتے کرتے دماغ چاٹ جاتے ہیں۔ مگر معدودے چند افراد بھی ایسے نظر نہیں آتے جو کہ باد خلیل میں سرشار ہو کر خود کو مالی جسمانی اور روحانی قربانی کیلئے تیار کرتے ہوں۔ کسقدر ما فوق الفطرت واقعہ ہے کہ صرف اشارہ حق پر فخر اسلام اپنے لخت جگر کے گلے پر چھری رکھدیتا ہے۔ ماں ماستا کی ماری چند ہچکیاں لیکر خاموش ہو جاتی ہے۔ بیٹا رضائے الٰہی میں سر تسلیم خم کر دیتا ہے ؎

یار کے ارشاد پہ قربان ہونے کیلئے
صبر اسمٰعیلؑ۔ ابراہیمؑ کا دل چاہیئے

دولت علی۔ دولت۔

اسلام تعصب سے خالی اور آزادی بخش مذہب ہے

از روئے شریعت اسلامیہ جائز قرار دیا گیا ہے کہ ایک غیر مسلم عورت جو اہل کتاب میں سے ہو۔ (یہودی یا نصاریٰ) اگر وہ چاہے تو اپنے اصلی مذہب (یعنی یہود یا نصاریٰ) کی پابند رہ کر ایک مکمل مسلم شخص سے نکاح کرے اور اپنی رعایتوں اور حقوق سے مستفید ہو۔ جو ایک مسلم منکوحہ کیلئے اسلام نے جائز قرار دے رکھے ہیں۔ بلکہ مسلم خاوند کیلئے ایسی غیر مذاہب ازواج کے متعلق خاص تاکیدی احکام ہیں۔ کہ وہ کسی صورت میں بھی اپنی زوجہ کو اپنا آبائی مذہب چھوڑنے اور مسلمان ہونے پر مجبور نہ کرے۔ بلکہ بخوشی اسکو (زوجہ کو) اپنے مذہبی معبد میں جانے اور عبادت کرنے کی اجازت دیوے۔ یہ حکم مذہب اسلام کو کیسا غیر متعصب اور عادل مذہب ظاہر کرتا ہے۔ بلکہ اگر اسی عورت کے بطن سے ایک لڑکا تولد ہو۔ جو سن بلوغت کو پہونچکر بخوشی مسلم ہو گیا ہو۔ تو اسکے لئے حکم ہے کہ اپنی والدہ (یہود یا نصاریٰ) کو گرجا یا عبادت خانہ میں پہونچانے کیلئے۔ بگی۔ یا گھوڑا۔ یا خچر یا ٹٹو مہیا کرے۔ اگر وہ ایسی کوئی سواری بوجہ مفلسی مہیا نہیں کرسکتا تو اپنی پیرانہ سال والدہ (یہودی یا نصاریٰ) کو اپنے کندھوں پر باعزت اٹھاکر گرجا یا عبادت گاہ کے دروازہ تک چھوڑ آوے۔ اور خود باہر موجود رہے۔ جب اس فرقہ کی مذہبی عبادت ختم ہو جاوے تو پھر اپنی والدہ کو بگی یا گھوڑے پر سوار کراکر یا اگر سواری دستیاب نہیں ہو سکتی تو اپنے کندھوں پر اٹھاکر گھر لے آوے۔

اب وہ نا انصاف دوست ذرا چشم بصیرت سے دیکھیں اور دانائی سے غور کریں کہ جو مذہب معاملات دینی میں اپنی زوجہ یا اپنی غیر مسلم والدہ تک کو بالجبر مسلم بنانے کی تحریک نہیں کرتا۔ بلکہ روکتا ہے۔ تو اُس مذہب کے پیرو دیگر مذاہب کے لوگوں کو کیونکر مسلم ہونے پر مجبور کر سکتے ہیں۔

شاہان مغلیہ کے حرم سرائے کی طرف غور کرنے سے مندرجہ بالا احکام شرعی کی کیسی مکمل اور پوری تعمیل ہوتی پائی جاتی ہے کیونکہ جلال الدین محمد اکبر بادشاہ۔ نور الدین جہانگیر شہنشاہ۔ فرخ سیر وغیرہ کی ہندو بیویاں مثل جودہا بائی۔ جیا بائی۔ سیتا بائی وغیرہ تھیں۔ لیکن ان مسلمان بادشاہوں نے کبھی انکو مسلم ہونے پر مجبور نہیں کیا تھا۔ بلکہ وہ مرتے دم تک اپنے اپنے آبائی دین پر رہیں۔ اگر اسلام میں جبر کی تعلیم ہوتی یا بالجبر مسلم بنانے کا حکم ہوتا۔ تو میں نہیں سمجھتا کہ ہند میں ہزار برس کے مکمل مسلم راج کے بعد کوئی بھی ہندو نظر آتا۔ لیکن اسلام تو مذہبی معاملہ میں جبر کرنے کو گناہ قرار دیتا ہے۔ (دیکھو صفحہ نمبر ۵۴)

دیروز و امروز

کل مجھے کائنات کا ہر ذرہ معمول سے زیادہ خوبصورت نظر آرہا تھا۔ بادِ نسیم کے خوشگوار جھونکے میرے قریب سے مستانہ انداز میں رقص کرتے ہوئے گذر رہے تھے۔ دریائے گنگا کی پُر جوش متلاطم لہریں۔ میری مسرتوں کا خیر مقدم کرنے کے لئے ترنم ریز تھیں۔ ہمالیہ کی پرپیچ پہاڑیوں سے عمیق غاروں میں گرنے والے آبشار تاریک گہرائیوں میں اپنے نقرئی موتی بکھیر رہے تھے میرے ارباب بزم عیش و نشاط کے پُر مسرت قہقہوں کا زال عیارہ کی دوشیزہ لڑکیاں کھلکھلاتے ہوئے پُر جوش خیر مقدم کر رہی تھیں۔ میری محفلِ سرود سے بلند ہونے والے حیات آفریں نغمے لالہ زار کہسار دل میں بے حس و شل اجسام میں ارتعاش پیدا کر رہے تھے۔ میرے پُر تکلف قصر کے قرب و جوار میں درماندہ ہجوم میرے دامن اقبال کو بوسہ دینے کیلئے مضطرب و پریشان تھا۔ میرے مائدۂ لطف و عطا کے گرد و پیش دوستوں کا مجمع مدح و ستائش میں سرگرم تھا۔..............

آج جبکہ میرے چمنستان ہستی سے موسم بہار اپنی جملہ دلاویزیوں کے ساتھ مجھے خواب غفلت میں تنہا چھوڑ کر رخصت ہو چکا ہے۔ اور میرے ساغر بلوریں کے مئے لالہ فام کا آخری قطرہ چشم سوگوار سے خون کا آنسو بنکر ٹپک گیا۔ اور جب میرے نہ رکنے والے قہقہے دل کی گہرائیوں سے بلند ہو کر گردش و انقلاب کی دیواروں سے ٹکرائے۔ تو رعشہ تھرتھری کرتے ہوئے یاس و حسرت کے بے پایاں سمندر میں غرق ہو گئے۔ کل جو سمندر کی متلاطم لہریں میرے پایۂ اقبال میں گر گر کر جبیں نیاز سے سجدہ ریز تھیں۔ آج وہی لہریں سلاسل فولادی بن کر میرے کمزور پاؤں میں پڑنے کے لئے جدوجہد میں مصروف ہیں۔

آبشار بدستور بلندیوں سے نشیب کی طرف گر رہے ہیں۔ لیکن اُن کے ساز ارتعاش سے نکلے ہوئے درد و فغاں کے نالوں نے میرے پیکر حیات کو مجروح کر دیا۔ جب قلقل مینا۔ صلصل صہبا

آپ ذرا سوچیں کہ علاوہ اسلام کے دنیا کے کس مذہب نے ایسی آزادی دے رکھی ہے کہ اگر ہیدی ہندو یا عیسائی ہے تو اسکو بالجبر مسلم نہیں بنایا جاسکتا۔ نہ اسکو مسلم بننے پر مجبور کیا جاسکتا ہے۔ بلکہ اسکے عبادت خانہ مذہبی میں مسلم خاوند یا بیٹے کو چھوڑ آنیکا اور لے آنیکا تاکیدی حکم ہے۔ (قاسم بیگ)

ختم ہو چکی۔ اور ساغر سرنگوں مدّاح وستائیش گراں زمانہ میری افسردہ محفل سے یکے بعد دیگرے مجھے تنہا چھوڑ کر چلتے ہوئے۔ حسرت و یاس کے اشک ہائے عبرت ٹپک رہے ہیں۔ لیکن کوئی نہیں جو ان قطرات غم کو اخلاص و محبت کے دامن میں سمیٹ لے۔ میں اپنے کلبہ احزان میں فلاکت و ادبار کی زندہ تصویر بنا۔ سر جھکائے قدرت کے اٹل قانون کو سمجھنے میں پریشان ہوں۔ اور میرے قریب سے ہنستے کھیلتے شور و غل مچاتے یاران وطن۔ میرا دروازہ کھٹکھٹائے بغیر گذر رہے ہیں۔ اور کوئی نہیں جو میری حسرت آمیز آہ کی دھیمی اور ناسور پیدا کرنے والی آواز کو سننے کے لئے ہمہ تن گوش بن جائے۔

(عرشی)

معمّہ حل طلب

چیست آن جانور کہ صورت او — گاہ بدر ست و گاہ ہلال بود
زر و سیم است قوت او دائم — با زر و سیم اتصال بود
لعل و قوت در دہن دارد — در خوشی آب وے وصال بود
گہ پریدن چو بر ہوا گیرد — راست چوں صورت غزال بود
گاہ در عرصۂ زمیں باشد — گاہ بر قبۂ جبال بود
خور دنش گرچہ مطلق است حرام — خون او ریختن حلال بود
چار سر دارد و دو دست و دو پا — عمر او در جہاں سہ سال بود
اولش نام لام آخر لام — باقیش حرف جملہ دال بود
ہر کہ بکشاید ایں معمّہ را — بالیقین داں بےمثال بود

(محمد ابراہیم از پورینہ)

درازی عمر کا ایک سبب۔ یورپ کا ایک ڈاکٹر حال ہی میں مرا ہے۔ جس کی عمر ۱۰۹ سال کی تھی۔ جب لوگوں نے اس سے درازی عمر کا سبب دریافت کیا۔ تو اُس نے کہا کہ وہ ہمیشہ سر شمال اور پاؤں جنوب کیطرف کر کے سویا کرتا تھا۔ اور اسکا اعتقاد تھا کہ اسطرح سونے سے انسان کی عمر دراز ہوتی ہے۔ ہمارے ہاں بھی بزرگوں کا یہی شعار ہے لیکن اسکی توجیہہ مذہبی رنگ میں کیجاتی ہے ممکن ہے کہ اسکی حقیقی علت یہی ہو اور پابندی کا خیال پیدا کرنیکے لئے مذہب سے مدد

میری سرگذشت

میں بے قصور تھی۔ میں نے کوئی گناہ نہ کیا تھا۔ اور اگر کچھ کیا تھا۔ تو صرف اتنا کہ میں اپنے ملک میں آزاد تھی۔ آزادی پسند تھی۔ آزادی میرا مذہب تھا۔ آزادی میرا ایمان تھا۔ شہنشاہ کو یہ بات پسند نہ آئی۔ فوراً قید کرنے کا حکم دیا۔ میں جیلخانہ کے دروازے پر لائی گئی۔ میرے ہاتھ پاؤں پھول گئے۔ میری نظروں میں زمانہ تاریک ہوگیا۔ سر چکرانے لگا۔ دل دھڑکنے لگا۔ کان بہرہ ہوگئے۔ جونہی میں نے اندر کی طرف جھانکا۔ تو سوائے تاریکی کے کچھ نظر نہ آیا۔ دل زیادہ ڈرا۔ وحشت سی طاری ہوئی۔ خوف نے آن دبایا۔ حکم کے بندوں نے مجھے اندر کی طرف دھکیلا۔ مگر خوف سے میرا قدم تک آگے نہ بڑھا۔ میری کیا طاقت تھی۔ کیا مجال تھی۔ انہوں نے مجھے بہت ڈانٹا۔ اور پھر آگے کو دھکیلا۔ مگر میں کم حوصلہ پیچھے کو ہی ہٹی۔ میری بزدلی اور کم ہمتی دیکھ کر شہنشاہ نے فرمایا۔ کہ ہم تجھے سزا بھگتنے کے بعد رہائی بخشیں گے۔ میری ڈھارس بندھی۔ مجھے کچھ حوصلہ ہوا۔ ناچار دل کڑا کر کے اس اندھیری کوٹھڑی میں داخل ہوئی۔

یہاں ظلمت کا دور دورہ تھا۔ تنہائی کا عالم۔ نہ یار نہ مونس۔ نہ غمخوار نہ ہمدم۔ ہر طرف خاموشی چھائی ہوئی۔ یہ سماں دیکھ کر دل سخت گھبرایا۔ مگر قسمت میں لکھا کسی صورت مٹ نہیں سکتا۔ مجبور تھی کیا کر سکتی تھی۔ قہر درویش برجان درویش۔ سوائے غم والم کے کوئی غذا نہ تھی۔ اور سوائے خون جگر کے کچھ پینے کو کچھ نہ تھا۔ اگر کوئی مونس تھی۔ رفیق تھی۔ تو پیارے وطن کی پیاری یاد۔ بسا اوقات ہمجولیوں کے تصور میں محو رہتی۔ جب تصور چوکتا تو ہرے بھرے چمن کا منظر پیش نظر ہوتا۔

چھائی قفس میں داغ سے ہو کیوں نہ رشک باغ
جوش بہار تھا کہ ہم آئے اسیر ہو۔ ۔۔

دن عید اور شب شب برات کا زمانہ گیا۔ اب وہ خوشنما بلبلیں جن کے نغمے کسی کان نے نہیں سنے۔ دیکھنے میں نہ آتی تھیں۔ اُن دلفریب پھولوں کے دیدار سے جن کی خوشبو سے آجتک کوئی دماغ معطر نہیں ہوا۔ آنکھیں محروم تھیں۔ اُس نسیم کی یاد میں جس سے آجتک کوئی رُخسار مس نہیں ہوا۔ میری زلفیں پریشان تھیں۔ اُس آزادی کے لئے جو آجتک کسی کو نصیب نہیں

ہوئی۔ میرا دل بے قرار تھا۔ اُس چمن اور اُس گلشن کے لئے۔ جس پر جنت عدن بھی قربان ہے میں بلبل نو گرفتار کیطرح تڑپتی تھی سے

ہم گرفتاروں کو اب کیا کام ہے گلشن سے

جی نکل جاتا ہے جب سنتے ہیں آتی ہے بہار

یہ دکھ درد اور رنج و تکلیف سہتے سہتے ایک مدت گذر گئی۔ آنکھیں ظلمت کو دیکھنے کی عادی ہو گئیں۔ تنہائی دل کی شناسا ہو گئی۔ وطن کی آزادیاں اک دور کا خواب رہ گئیں۔ پیاری سہیلیوں کی دلربا شکلیں احاطۂ تصور سے باہر ہو گئیں۔ ہمصفیروں کے دلکش نغمے یاد سے جاتے رہے۔ خنک خنک نسیم کے روح پرور جھونکے خواب و خیال ہو گئے۔ مختصراً یہ کہ پیارے وطن کی یاد حرف غلط کی طرح صفحۂ دل سے بالکل مٹ گئی۔

میرا رنج و غم دور ہوا۔ یہ فکر و الم جاتا رہا۔ میں اپنے بادشاہ کا فرمان بھول گئی۔ میں سمجھی کہ اب تا ابد یہیں رہنا ہے۔ میں نے یہاں کے تعلقہ داروں[1] سے راہ و رسم پیدا کی۔ وہ مجھ پر جان دینے لگے۔ میں اُن پر ہزار جان سے عاشق ہو گئی۔ جو کچھ میں کہتی وہ کرتے۔ اور جو کچھ وہ کہتے میں فوراً اسے بیشتر بجالاتی۔ ان کا پیار کیا تھا۔ اک سحر تھا۔ اُن کی محبت کیا تھی اک جادو تھی۔ اگر وہ کہتے۔ حسن پہ مر۔ میں مرتی۔ اگر وہ کہتے عیش میں جی۔ میں جیتی۔ اگر وہ کہتے گنج دولت کو لے۔ میں لیتی۔ اگر وہ کہتے کہ لذت میں فنا ہو۔ میں ہوئی۔ الغرض اُن کا کہنا میں بسر و چشم مانتی۔ اور اُن کی حکم عدولی باعث عذاب سمجھتی۔

کچھ زمانہ کے بعد ان تعلقہ داروں کو چند رقیبوں[2] سے واسطہ پڑا۔ رقیب کہتے۔ کہ یہ دلربا ہمارے بس میں ہو۔ تعلقہ دار کہتے کہ اس کے مالک ہم ہیں۔ انہوں نے آپس میں ایک دوسرے کو سخت زد و کوب کرنا شروع کیا۔ مجھ سے نہ رہا گیا۔ فوراً اُٹھی۔ اور اپنے دلدادوں کی طرف سے ایک دو ہاتھ ایسے مارے۔ کہ رقیب بیچارے دُم دبا کر بھاگے۔

اب وہ وقت آیا۔ کہ میں نے اپنے آپ کو آزاد سمجھا۔ قید کا خیال جاتا رہا۔ مسرّت و شادمانی کی گھٹائیں ہر سو چھا گئیں۔ خوشی و خرمی کے بادل برس پڑے۔ آرزو کی خشک کھیتی سرسبز ہو گئی۔

---

[1] نفس اور اُس کی ماتحت قوتیں۔

[2] عقل۔ کانشنس۔ ضمیر

تمنا کا سوکھا شجر پھوٹ نکلا۔ میرے دلدادہ عشاق دست بستہ ہر دم حاضر رہتے۔ ادھر میرے جی میں خیال آیا۔ اُدھر اُنہوں نے اُسے پورا کیا۔ زبان ہلانے کی ضرورت نہ تھی۔ میرے اشاروں پر سب کام چلتے تھے۔ میں نے بڑے شیش محل بنوائے۔ اور طرح طرح کے سامان سے انہیں زینت دی۔ باغ لگوائے اور قسم قسم کے بیل بوٹوں سے اُن کی بہار کو دوبالا کیا۔ بارہ دریاں بنوائیں۔ اور زمرد و جواہرات کی چیزوں سے اُنہیں آراستہ کیا۔ مینا بازار بنوایا۔ اور اُس میں جنس حُسن کو جمع کیا۔ جو جنس پسند آئی لے لی۔ اور جو ناپسند اُسے چھوڑ دیا۔ غرضیکہ تفریح طبع اور سرور دل کے لاکھوں سامان بنوائے۔ اور ہمیشہ اُنہی کے اضافہ میں مصروف رہی۔

عیش و وصال صحبت یاراں فراغ دل۔۔
اس ایک جان کے لئے کیا کیا نہ چاہیئے۔۔

ماضی گذر گیا اور اُس کی سرگذشت بھی آپ نے سن لی۔ اب حال ہے۔ حال میں عجب حال ہے۔ چمن ہے۔ ابر ہے۔ باد بہار ہے۔ پریوں کے پرے ہیں۔ حسینوں کے جھمگھٹے ہیں۔ اور حسین بھی ایسے حسین۔ کہ حسن قربان ہے۔ جوانی قدم چومتی ہے۔ شباب نثار ہو رہا ہے۔ شیشہ صہبا و فور شوق میں اُچھلا پڑتا ہے۔ ساغر رنگیں لب ہائے حسینوں کا گرویدہ ہو رہا ہے۔ ساقی کی دریا دلی حاتم طائی کے نام کو مات کرتی ہے۔ رنج والم کو یہاں دخل نہیں۔ در و دیوار پہ مسرت کے آثار نمایاں ہیں۔ عجب بے خودی کا عالم ہے۔ اس عالم میں جب کبھی کوئی فرشتۂ ہدایت یہ کہتا ہے کہ بی بی روح! اپنی اصلیت کو تم نے چھوڑ دیا۔ شہنشاہ کا فرمان بھلا دیا۔ تم جیلخانہ میں ہو۔ اور یہاں بھی جرم سے باز نہیں آتیں۔ تمہاری قید کی میعاد قریب الاختتام ہے۔ تم نے وہاں جانا ہے۔ بتاؤ کیا جواب دوگی۔ تو میں اُسے یہ دو لفظ کہکر ٹالدیتی ہوں ؎

اب تو آرام سے گذرتی ہے — عاقبت کی خبر خدا جانے۔ (صابر علی)

نہایت ضروری گذارش

جن اصحاب کا چندہ ماہ اکتوبر ۱۹۲۴ء میں ختم ہوتا ہے۔ اور انہوں نے ابھی تک اپنا بقایا چندہ ادا نہیں کیا۔ اُنکی خدمت میں ستمبر ۱۹۲۴ء کا پرچہ بذریعہ وی پی عہ/ ارسال ہوگا۔ امید کہ وصول کرکے شکرگذار فرمائیں گے۔ کیونکہ اکتوبر ۱۹۲۴ء تک ۹ر اُن کے ذمہ بقایا ہیں۔

رہبر بیوی

(گذشتہ سے پیوستہ)

نسیم اور رشیدہ کی اتفاقیہ ملاقات

اعجاز جب بیوی لینے کے واسطے گھر گیا تھا۔ تو نسیم کو کہہ گیا تھا۔ کہ میں چار پانچ روز کے بعد لوٹ آؤنگا۔ مگر دہلی آکر سرکاری کام میں کچھ ایسا دبا کہ باوجود دس روز گذر جانیکے نسیم کو نہ مل سکا۔ چنانچہ آج بھی اس کو صبح سات بجے سب ڈویژنل آفیسر کی چٹھی ملی۔ کہ مجھے آٹھ بجے رائے سینہ پہاڑی پر ملو۔ اعجاز چٹھی پڑھتے ہی سائیکل پر سوار ہوکر رائے سینہ چلا گیا۔ نسیم دل ہی دل میں سوچ بچار کرتی تھی۔ کہ الہی خیر ہو۔ اعجاز اگر میرے ذرا سے تیور بدلے ہوئے دیکھے۔ تو ماہی بے آب کی طرح تڑپ جائے۔ اگر ایک دن نہ ملے تو قالب بے جان ہو جائے۔ چہ جائیکہ آج پورے دس یوم گذر گئے وہاں کی ہوا تک بھی تو نہیں آئی۔ اسی گڑ بڑ میں ڈولی منگائی۔ اور کہاروں کو مرزا اعجاز علی کے مکان کا پتہ دیا۔ یہ جا وہ جا۔ کہاروں نے چشم زدن میں وہاں پہونچا دیا۔ دروازے پر دستک دی۔ تو ملازمہ باہر آئی۔ دریافت کیا کہ آپ کا نام کیا ہے۔

نسیم ۔ کیا مرزا صاحب اندر ہیں۔

ملازمہ ۔ صبح اٹھتے ہی نگوڑی کسی گورے کی چٹھی آئی۔ نہ جانے اس میں کیا لکھا تھا مرزا صاحب نے نہ آؤ دیکھا نہ تاؤ۔ سائیکل پر پاؤں رکھا اور رفوا ہو گئے۔ امید ہے دس بجے تک واپس آجائینگے کیونکہ کھانا بھی تو کھا کر نہیں گئے۔ آپ نقاب اٹھائیں۔ اپنا نام پتہ بتائیں۔ آپ سے ہمکلام ہونے والی ایک بڑھیا ہے۔ پردہ کی پابندی بیشک لازمی ہے۔ مگر اتنی بھی تو نہیں چاہئے۔ کہ عورتیں عورتوں سے منہ چھپائیں۔

نسیم اپنا نام بتانے اور شکل دکھانے سے جھجکتی تھی۔ کیونکہ اس کو معلوم تھا۔ کہ بڑھیا اسے پہچان لیگی۔ ایسا نہ ہو کہ اعجاز کی غیر حاضری میں خفت اٹھانی پڑے۔ رشیدہ جو کہ دروازے کے نزدیک گملوں سے دل بہلا رہی تھی اور ان کی گفتگو سن رہی تھی۔ کھسک کر کواڑ کے پاس آکھڑی ہوئی۔ نقاب پوش عورت کو نہایت حلیم اور مؤدبانہ لہجہ میں کہا۔ کہ کیا آپ کا ورود اس سے قبل بھی

یہاں کبھی ہوا ہے۔ یا آپ بالکل اجنبی ہیں۔ مرزا صاحب سے کیا کام ہے۔ اگر گھر کے متعلق ہے۔ تو آپ بتائیں۔ اس کے سرانجام کرنے میں ہر امکانی کوشش عمل میں لائی جائیگی۔ آپ اندر تشریف لے آئیں۔ وہ خود بھی آنے ہی ہونگے۔ دروازہ پہ زیادہ دیر کھڑے ہو کر گفتگو کرنا عورت کے لئے نازیبا سا معلوم دیتا ہے۔

رشیدہ کی زبان تھی یا مسمریزم کی کل۔ نسیم سے اب اصرار نہ ہو سکا۔ کہاروں کو حکم دیا کہ وہ لوٹ جائیں۔ میں مرزا صاحب کے آنے تک ٹھہرونگی۔

رشیدہ نسیم کو اندر لے آئی۔ بڑے آدب سے پلنگ پر بٹھایا اور آپ پاس والی کرسی پر بیٹھ گئی۔ اور کہنے لگی۔

" بہن خدا کے لئے اپنو نقاب الٹو۔ ماناکہ عشوے۔ غمزے۔ نخرے۔ ناز و ادائیں عورتوں کا لباس ہیں۔ مگر مردوں کے روبرو۔ انداز دکھانے میں تذکیر و تانیث کا تو لحاظ رکھو۔ یہ سنکر نسیم بے اختیار کھل کھلا کر ہنس پڑی اور برقعہ اتار دیا۔

رشیدہ اگرچہ آپ بھی نہایت حسین تھی۔ مگر نسیم کی چھب۔ اکڑ۔ چھبن۔ نگاہ۔ سج دھج جمال طرز خرام دیکھ کر ٹھٹک کر رہ گئی۔ غرضیکہ کرے کو اگر فلک کہا جائے۔ تو نسیم آفتاب۔ رشیدہ مہتاب بڑھیا سورج یا چاند گہن تھی۔ بڑھیا سے اب ضبط نہ ہو سکا۔ رشیدہ کو کہہ ہی دیا۔ کہ یہی مس نسیم ہے۔ جس نے ہمارے میاں کو لٹو بنایا ہوا ہے۔ نسیم کا نام سنتے ہی رشیدہ کے چہرے نے کئی رنگ بدلے۔ نسیم بھانپ گئی کہ معاملہ دگرگوں ہو رہا ہے۔ منکسرانہ لہجہ میں بولی۔

نہ ہو نازاں تو رتبہ پر خود از گردش قسمت بدل دیتا ہے تختہ سے مقدر تخت سلطانی (دولت)

گردش تقدیر

بیک ساعت بیک لحظہ بیک دم دگرگوں میشود احوال عالم ہے۔

نسیم:۔ پیاری بہن۔ آپ نہ گھبرائیں۔ میں حقیقت میں رنڈی نہیں ہوں۔

رشیدہ۔ تو کیا آپ کے والد امام مسجد ہیں۔ یا کسی گرجے کے پادری ہیں۔

نسیم۔ (کھسیانی ہو کر) آپ کی طرز گفتگو آن کی آن میں الفت، سے نفرت میں بدل گئی ہے۔ مگر جب میرے حالات سنو گی۔ تو مطمئن ہو جاؤ گی۔

رشیدہ۔ تو جلدی کیجئے۔ کیونکہ ایک شریف عورت کا ایک بازاری عورت کے پہلو بہ پہلو بیٹھنا زہر قاتل

کا حکم رکھتا ہے۔ مجھے آپ کی ذات سے نفرت نہیں۔ بلکہ آپ کے پیشہ سے ہے۔

نسیم۔ اچھا تو لو سنو۔ میرا باپ ریاست اندور میں جاگیردار تھا۔ گذشتہ سال جہاں پلیگ نے لاکھوں خاندانوں کا نام و نشان صفحۂ دنیا سے حرف غلط کیطرح مٹایا۔ وہاں میرا باپ بھی اسی ملعونہ مرض کا شکار ہوا۔ اس نے اپنی یادگار دو روحیں چھوڑیں۔ یعنی ایک میں اور ایک مجھ سے بڑا میرا بھائی۔ جاگیر چونکہ حین حیات تھی۔ والد کے جان بحق ہوتے ہی ضبط ہوگئی۔ بھائی بدچلن تھا۔ اس نے رہی سہی جائداد تھوڑے ہی عرصہ میں برباد کردی۔

ازاں بعد اس پر ایک اغوا کا مقدمہ بن گیا۔ جب وارنٹ گرفتاری جاری ہوا۔ تو وہ کہیں روپوش ہو گیا۔ یہانتک کہ تاہنوز مفقود الخبر ہے۔ میں اس وقت گو سن بلوغت کو پہونچی ہوئی تھی۔ مگر چار دیواری کے اندر بیٹھنے والی۔ زمانے کے نشیب و فراز سے قطعی انجان۔ گھر میں زہر کھانے کو پھوٹی کوڑی بھی نہ تھی۔ یک لخت مصیبت کا پہاڑ سر پر آپڑا۔ حیران تھی کہ کیا کروں۔ ہمارے پڑوس میں ایک ممبر جینٹ (لکڑی کا ٹھیکہ دار) رہتا تھا۔ اس کا لڑکا جس نے خدا جانے مجھے کب دیکھ لیا تھا۔ درپردہ مجھ پر عاشق تھا۔ والد کی زندگی میں تو اس کا بس چل نہ سکا۔ اب میدان خالی دیکھکر اس نے ایک بڑھیا کے ہاتھ مجھے خط بھیجا۔ کچھ تو خط کا مضمون بڑا اچھے دار تھا۔ کچھ وہ دلالہ بڑی عیار تھی۔ اس نے اس لڑکے کی تعریف میں وہ چرب زبانی دکھائی۔ کہ نہ میں آسمان کے قلابے ملا دئیے۔ کچھ میں گردش روزگار کے ظلم وستم اور جور وجفا سے تنگ آگئی تھی۔ میں پھسل گئی۔ اور اس مکار دلالہ کی معرفت اسے بلا بھیجا۔ میرا عاشق زار آیا۔ باہم تبادلہ گفتگو ہوا۔ تو اس کی زبانی معلوم ہوا کہ اس کا والد کبھی بھی اس رشتہ پر راضی نہیں ہوگا۔ بہتر ہے کہ ہم چوری دہلی بھاگ چلیں۔ اور وہاں جاکر نکاح کرلیں۔ تقدیر میں یہ روسیاہی لکھی تھی۔ میں نے بھی ہاں میں ہاں ملادی۔ غرضیکہ ہم موقعہ پاکر دہلی چلے آئے۔ اس کے پاس روپیہ صرف اتنا ہی تھا۔ جس سے کہ بمشکل ایک سرما ہی گذری۔ وہ تھا نکھٹو۔ جب پیسے ختم ہو گئے تو لگا آسمرے تارے۔ مگر کوئی صورت معاش نظر نہ آئی۔ ایک رات وہ مجھے نیند میں غافل پاکر ہیجڑوں کی طرح دم دباکر بھاگ گیا۔ دو دن گذر گئے۔ مگر اس بجنون شانی کا کوئی کھوج نہ ملا۔ ایک دن میں اپنے دکھوں کو یاد کرکے ڈاڑھیں مار کر رو رہی تھی۔ کہ ایک رنڈی نے جس کا مکان ہمارے مکان سے چند قدموں کے فاصلے پر تھا۔ کھڑکی سے مجھے دیکھا۔ وہ دوڑی ہوئی میرے مکان پر آئی۔ مجھ سے تمام حالات سنکر میری تسلی و تشفی کی اور اپنے مکان پر لے آئی۔ وہ مجھ پر مادر مہربان کی طرح شفقت کرتی تھی۔ اس نے مجھے ایسا بہلایا

کہ میں پیشہ کرنے پر راضی ہوگئی۔ مگر چونکہ طبع میں شرافت تھی۔ بہ امر مجبوری عصمت فروشی کی۔ تو صرف دو رئیس آدمیوں کے ہاتھ۔ جو کہ میرے اخراجات کے متحمل ہیں۔ آپکے خاوند مرزا اعجاز علی شریر الفطرت نہیں۔ البتہ تمہارے باز ضرور رہیں۔ دو ایک دفعہ میرے مکان پر تشریف لے گئے۔ میں نے ان کو نہایت مہذب اور سمجھدار پایا۔ وہ کئی ایسی غضب کی کرتے ہیں۔ کہ طبیعت ہاتھ سے چھوٹ جاتی ہے۔ آج بھی یہی مقصد تھا۔ کہ ملیں تو ذرا طبیعت بہل جائے۔

یہ قصہ سنکر رشیدہ نے التجا کی۔ کہ چند باتیں میں آپ سے دریافت کرنا چاہتی ہوں۔ بشرطیکہ آپ سچ سچ بتائیں۔ نسیم نے قسم کھائی کہ وہ جھوٹ سے پرہیز کرے گی۔

رنڈیوں کے راز نہانی

رشیدہ۔ آجکل آپ کا مذہب کیا ہے۔

نسیم۔ عیش پرستی۔

رشیدہ۔ کیا کبھی موت کا بھی خیال آتا ہے۔

نسیم۔ اب تو آرام سے گذرتی ہے۔ عاقبت کی خبر خدا جانے۔

رشیدہ۔ آپ کے نزدیک محبت کی کیا تعریف ہے۔

نسیم۔ کنجروں کی اصطلاح میں محبت اس ذوق کا نام ہے۔ جس کے ذریعہ مالدار نوجوانوں کی زندگیوں کو تباہ و برباد اور ملیا میٹ کیا جاتا ہے۔

رشیدہ۔ سینکڑوں طرحدار بانکے جوانوں کی آمد رفت۔ اور پھر ایک سے بھی حقیقی لگاوٹ کا نہ ہونا۔ نہایت ہی نادر اور عجیب بات ہے۔

نسیم۔ گاہے گاہے ایسے مواقع پیش تو آتے ہیں۔ مگر آسایش و آرائیش کے اخراجات کچھ ایسے بڑھے ہوتے ہیں۔ کہ سوائے اوپری محبت کرنے کے چارہ نہیں۔ اگر ایک ہی جگہ دل لگا لیا جاوے۔ تو ظاہر ہے کہ آمدنی میں عظیم تبدیلی واقع ہوگی۔ کیونکہ ایک شخص خواہ وہ کتنا ہی مالدار کیوں نہ ہو ناممکن ہے کہ معمولی رنڈی کے اخراجات بھی برداشت کر سکے۔ بنابریں ہم مجبور ہیں۔ کہ جتنی کثرت سے عاشق مزاج دام تزویر میں پھنس سکیں۔ پھنسائیں۔

رشیدہ۔ کبھی کسی کو لوٹتے رحم بھی آتا ہے۔

نسیم۔ خود غرض ہستیوں میں رحم عنقا ہوتا ہے۔

رشیدہ۔ آپ کے ہاں وفا کا کیا مفہوم ہے۔

نسیم۔ صرف اقرار۔ جب ایفا کرنے کا وقت آئے تو جی چرانا۔ نظریں بدل لینا۔

رشیدہ۔ کیا آپ کے آشناؤں میں سے کوئی بھی ایسا فہمیدہ اور ہوشمند نہیں ہوتا جو اس طلسم کو سمجھ سکے

نسیم۔ کیوں نہیں تقریباً ہر کس ان رازوں سے بکلی واقف ہوتا ہے۔ دوسرا ہر روز کے واقعات عبرتناک سبق دیتے رہتے ہیں۔ وجہ صرف یہ ہے کہ یار لوگوں کو گھر میں وہ تحفہ نہیں ملتا۔ جو کہ ہمارے ہاں دیا جاتا ہے۔

رشیدہ۔ بھلا وہ کیا۔

نسیم۔ بے حیائی۔

رشیدہ۔ تو کیا یہ بھی کوئی وصف ہے۔

نسیم۔ لیلا را بچشم مجنوں باید دید۔ اس وصف کی رنگینی کوئی عیاش ہی دیکھ سکتا ہے۔ شریف کی بلا جانے۔ بس یہی ایک راز ہے۔ جس کی وساطت سے نوجوانوں کے دل مسخر کئے جاتے ہیں یہی وہ چیز ہے۔ جس پر روپیہ پانی کی طرح بہایا جاتا ہے۔ یہی وہ درنایاب ہے جس کو حاصل کرنے کے لئے سینکڑوں زندگیاں تلف ہو جاتی ہیں۔ اسی کا نام ناز و ادا ہے۔ اور اسی کو ہمارے عاشق جانباز راز و نیاز کہتے ہیں۔

رشیدہ۔ انسان کے جسم میں دل بمنزلہ ایک شاہ کے ہے۔ جب یہ بے قابو ہو جائے تو اسکا علاج؟

نسیم۔ مگر بے قابو ہو کیسے۔ مصنوعی محبت کرتے کرتے اس کو ایسی مشق اور عادت ہو جاتی ہے۔ کہ اسے مصنوعی و حقیقی کی تمیز ہی نہیں رہتی۔

رشیدہ کوئی اور سوال پوچھنا ہی چاہتی تھی۔ کہ اعجاز آگیا۔ نسیم کو دیکھتے ہی شرمایا اور اندر آنے سے کچھ جھجکا۔ مگر رشیدہ نے معلوم کر کے کہا "اب تشریف لے آئیے۔ آپ کے چال چلن کا سارا کچا چٹھا معلوم ہو گیا ہے۔

نسیم بول اٹھی۔ بخدا میں نے آپ کی نسبت ایک حرف تک نہیں کہا۔ سوائے اس کے کہ آپ انتہا درجہ کے شریف ہیں۔

اعجاز مسکرا کر بیٹھ گیا۔ ملازمہ کھانا لائی۔ اور یہ کھانا کھانے میں مصروف ہو گیا۔

(باقی آئندہ)

دولت علی۔ دولت

مقبرہ طوطن خامن[1]

یورپ کے بے شمار محیر العقول و قابل مدح و ستایش کارناموں میں یہ کارنامہ بھی جلی حروف میں لکھا جائیگا۔ جو بنی نوع انسان کی عظیم الشان یادگاروں کو۔ جس کو زمین ہزاروں برس سے ہضم کئے ہوئے تھی۔ اور جس سے انسانی دنیا قطعاً نابلد ہو گئی تھی۔ زمین کا شکم چاک کر کے برآمد کر رہا ہے۔

سرزمین فراعنہ اور اسکا ماحول عرصہ دراز سے یورپ کے علماء آثار قدیمہ کی جد و جہد کا جولانگاہ بنا ہوا ہے۔ اور وہاں ان کی عالی دماغیاں اور اولوالعزمیاں عجیب عجیب گل کھلا رہی ہیں آجکل اخبارات میں ایک عجیب و غریب مقبرہ کے متعلق خبریں آ رہی ہیں۔ جو پچھلے سال مصر میں برآمد ہوا ہے۔ اس مقبرہ کے متعلق الہ آباد کے ہندی موقر رسالہ سرسوتی میں ایک مضمون شائع ہوا ہے۔ جس کا ترجمہ ناظرین کی معلومات و دلچسپی کے لئے کیا جاتا ہے۔

کہا جاتا ہے کہ مصر کے جن فرمانرواؤں کی قبریں اب تک برآمد ہوئی ہیں۔ ان سب میں طوطن خامن کا مقبرہ بہتر حالت میں پایا گیا ہے۔ اس کے دالان اور کوٹھریاں جوں کی توں ہیں۔ ٹوٹی پھوٹی نہیں ہیں۔ دالان سے کمروں میں جانیکے راستہ پر لوہے کا مضبوط پھاٹک لگا ہوا ہے۔ کمرے کے اندر چیزوں کا عظیم الشان سرمایہ ہے۔ جس کے دیکھنے سے موجودہ زمانہ کے عجائب گھر کی یاد آتی ہے۔ کسی نے درست کہا ہے۔ کہ یہ کمرہ صنعت و حرفت کا مخزن ہے۔ اور اس کی تمام چیزیں دستکاری کا بہترین نمونہ ہیں۔ اس کے علاوہ یہ چیزیں مصر کی تاریخ قدیم۔ مذہب رسم و رواج۔ وضع قطع وغیرہ کی بھی مظہر ہیں۔

پروفیسر فلانڈرس کا قول ہے کہ کرۂ ارض پر ایسے لوگ اور کہیں نہیں ہوئے۔ جو مثل

---

[1] "اخبار الامان" دہلی میں جس کے ایڈیٹر مولانا مظہر الدین ہیں "طوطانخاسن" اور اخبار "ہمدم" لکھنؤ میں جس کے ایڈیٹر سید جالب دہلوی ہیں۔ "توتنخ ہامان" لکھا ہے۔ "سرسوتی" میں جس سے مضمون ترجمہ کیا جا رہا ہے۔ "طا" اور "تا" کا فرق معلوم نہیں ہو سکتا۔ (مترجم) "الامان" سے ملتا جلتا ہے۔ لہذا ہم نے تلفظ ...

ان کے دستکاری اور فن تصویر میں ماہر اور کامیاب ہوئے ہوں۔ انکی کاریگری میں ذرہ بھر نقص نہیں پایا جاتا۔ ان کی تیار کردہ اشیاء جسقدر سڈول (موزوں) ہیں۔ اسیقدر اعلیٰ درجہ کی ہنرمندی کا بھی نمونہ ہیں۔ قابل مبارکباد ہیں وہ لوگ جنہوں نے آلۂ چرخ کی مدد کے بغیر پتھر اور مٹی کے برتن نہایت صفائی کے ساتھ درست بنائے۔ وہاں جو پارچہ جات ملے ہیں۔ انکی باریکی اور صفائی حیرتناک ہے۔ دیکھنے والے یہی کہتے ہیں کہ موجودہ زمانہ میں مشین کے ذریعہ سے جیسا اعلیٰ درجہ کا پارچہ بنایا جاتا ہے۔ آج سے تین ہزار برس پہلے ویسا ہی پارچہ مصریوں کیلئے ہاتھ سے تیار کرلینا بالکل آسان تھا۔

دالان اور کمرہ میں جسقدر اشیاء دستیاب ہوئی ہیں۔ ان سب میں قیمتی اور قابل دید ایک صندوق ہے۔ اس پر جو کام کیا گیا ہے۔ وہ صاف اور نمایاں ہے۔ اس پر تصویریں بھی بنی ہوئی ہیں۔ جن میں فیروع (فرعون) کے شکار کھیلنے اور جنگ کرنیکے مناظر دکھائے گئے ہیں۔ تصویروں کا رنگ صاف چمکدار اور پختہ ہے۔ انہیں دیکھنے سے ایسا گمان ہوتا ہے۔ کہ گویا آج ہی تیار کی گئی ہیں۔

صندوق کو قبر سے باہر نکالنے سے پہلے اس پر موم لگا دیا گیا تھا۔ تاکہ وہ ہوا کے اثر سے ٹوٹنے نہ پائے۔ اس پر بھی صندوق پر بنی ہوئی تصویریں صاف نظر آتی ہیں۔

کمرے میں رتھ (ایک قسم کی گاڑی) بھی ملی ہے۔ جن کے اجزاء علیحدہ علیحدہ کرکے رکھے ہوئے تھے اپنی میں فیروع (فرعون) طوطنخامن کا بڑے پیمانہ پر مثل زندہ جسم کے لکڑی کا مجسمہ بھی رکھا ہوا تھا۔ اس مجسمہ پر رنگ چڑھا ہوا ہے۔ جو تاہنوز بدستور قائم ہے۔

اندر کے ایک اور کمرہ میں مقفل دروازہ پر بھی بڑے سائز کے لکڑی کے دو مجسمے رکھے ہوئے تھے۔ جو دربان کیطرح معلوم ہوتے ہیں۔ مگر کہا جاتا ہے کہ وہ مجسمے بھی طوطنخامن کے ہیں۔ مختلف اشیاء میں سنگ مرمر کے کلس اور پھول قابل دید ہیں۔ آبنوس اور ہاتھی دانت کی چوکیاں بھی دیکھنے والوں کو متحیر کردیتی ہیں۔ اسیطرح ایک تخت ہے جو دامان نظر کو تھام لیتا ہے۔ اس تخت کے پایوں کی شکل دریائی گھوڑوں کی طرح۔ جن پر طلا کاری کی ہوئی ہے جو اسقدر صاف اور روشن ہے۔ کہ تپایا ہوا سونا۔ ایک اصلی پھولوں کا گلدستہ بھی پایا گیا ہے۔ جسکے پھول اور پتے خشک ہو گئے تھے۔ مگر صحیح و سالم تھے۔ اسی طرح ان کا فوٹو لیا گیا۔

قبر میں مٹھائی بھی دستیاب ہوئی جو اسوقت تک خراب نہیں ہوئی تھی۔ اہل فن نے اس کو چکھا۔ ان کا بیان ہے۔ کہ اسقدر کہنہ ہونے پر بھی تازہ کی طرح معلوم ہوتی ہے اور نہایت لذیذ ہے خدا جانے کونسے اجزا سے تیار کی ہوئی ہے جو اسقدر دیرپا ہے۔

اسکے بعد سر سوتی "میں اس کے تاریخی حالات پر قیاسی روشنی ڈالی گئی ہے۔ جسکو ترک کرکے ہم لنڈن کا چلا ہوا ۲۳ نومبر سنہ ۲۳ء کا تار نقل کرتے ہیں۔ جس سے مقبرہ مذکور کی مزید کیفیت معلوم ہوگی۔ "آج صبح اس کام کی تکمیل کے لئے جو فرعون مصر طوطنخامن کے مقبرہ میں ہو رہا ہے۔ خاص مقبرہ کے اندر کا طلائی دروازہ کھولا گیا۔ اس کمرہ کی وسعت اور شان و شوکت دیکھکر انسان پر رعب طاری ہوتا ہے۔ مقبرہ کے اندر ایک اور قبر ہے۔ جس کا دروازہ بند ہے۔ مٹی میں سان کر دوڑی لپیٹی گئی ہے اور اس پر مہریں نصب کی گئی ہیں۔ مہروں پر شاہی انگشتری کے نقش و نگار ہیں۔ مہریں ابھی ویسی ہی صحیح و سالم ہیں جیسی کہ وہ آجسے ۳ ہزار ۲۰۰ برس پیشتر تھیں۔ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ جو کچھ خزائن و دفائن مقبرہ کے اندر ہیں۔ ان تک ہنوز کسی کی دسترس نہیں ہوئی۔ اندرونی و بیرونی مقبروں کے دروازوں کے درمیان بہت سی خوبصورت اشیاء رکھی ہوئی ہیں۔ جنمیں سب سے بہتر ڈان کا بنا ہوا سنگ مرمر کا ایک ظرف ہے۔ جس پر سونا اور چاندی کے پرزے جڑے ہوئے ہیں۔ اس ظرف کے دونوں طرف دریائے نیل کے دیوتا کی تصویریں ہیں۔ جنکے سروں پر تاج ہیں۔ اور ان تاجوں پر مصر علیہ او سفلیہ کے نشانات ہیں۔ اور دونوں تصویروں کے ہاتھوں پر مصر کا قومی علم ہے۔ ظرف پر دوسری طرف مصر کے شاہی ناگ کی تصویریں ہیں جنکے سروں پر تاج ہیں اور ان پر علی الترتیب سفید اور سرخ رنگ ہیں۔ جو مصر علیہ او سفلیہ کے نشان ہیں۔ اس ظرف کے ڈھکنے پر ایک دیوی کی مورت ہے۔ جسکی صورت گدھ کی ہے۔ ایسا عجیب و غریب اور نادر الوجود وصفت کا ظرف آجتک دستیاب نہیں ہوا۔ بدقسمتی سے ظرف کے اندر چونکہ بعض مجرب اشیاء تھیں۔ جن کے پھولنے سے ظرف کی گردن پھٹ گئی ہے۔

مذکورہ بالا ظرف کے برابر ایک سنگھار دان ہے۔ جسکے ڈھکنے پر ایک شیر کی تصویر ہے۔ شیر کی سرخ سرخ زبان باہر نکلی ہوئی ہے۔ بیرونی مقبرہ کے شمال مشرقی گوشہ میں ایک طلائی کمان ہے۔ بیرونی مزار کے اندرونی حصہ کی دیواروں پر مختلف قسم کی متبرک مذہبی عبارتیں لکھی ہوئی ہیں۔ دروازوں اور کواڑوں پر فرعون کے مجسمے ہیں۔

داہنے دروازے کی تصویر سے ظاہر ہوتا ہے۔ کہ فرعون مصر کے مشہور معبود آلیس کی پوجا کر رہا ہے۔ ان تصاویر کے بالائی حصہ پر قدیم مصری خط "صوری" میں مذہبی کتب کی عبارتیں لکھی ہوئی ہیں جنکا پڑھنا مشہور ماہر السنہ ڈاکٹر ایلن گارڈنر کی تشریف آوری تک ملتوی کر دیا گیا ہے۔

ابو محمد امام الدین

مجھے کس کی تلاش ہے؟

صبح کا سہانا وقت ہے۔ باد صبا کے خوشگوار جھونکے مردہ روحوں کو تازہ کرتے ہیں۔ گلستان میں ہر ایک پھول اپنی نرالی وضع قطع اور رنگا رنگ کی خوشبو سے معطر ہے۔ صحن چمن پر نرم نرم سبز مخمل بچھی ہوئی ہے۔ اور اُس پر شبنم کے قطرے موتیوں کی طرح چمک رہے ہیں شیشے کی طرح شفاف پانی روشوں پر دوڑ رہا ہے۔ خوش الحان طائروں نے اپنی اپنی آوازوں سے احاطۂ گلشن کو خانۂ مطرب بنا رکھا ہے۔ آہ...... اس روح افزا وقت میں...... نظر چاروں طرف گئی...... ناامید ہو کر واپس آئی...... آہ نہیں معلوم :-

مجھے کس کی تلاش ہے؟

دن تقریباً نصف گذر چکا ہے۔ سیاہ سفید گھٹائیں۔ آسمان پر اِدھر سے اُدھر اور اُدھر سے اِدھر اپنا دورہ کر رہی ہیں۔ سفید سفید پرندے اُڑتے وقت جب ہر ایک بادل کے سامنے آتے ہیں تو عجب لطف پیدا کرتے ہیں۔ بجلی چمکی۔ بادل غرایا۔ اور موسلا دھار بارش شروع ہو گئی۔ آن کی آن میں بادل پھٹے۔ سورج نمودار ہوا۔ نیلے رنگ کا آسمان صاف اور شفاف نکل آیا۔ درختوں کے پتوں پر جو گرد جمی ہوئی تھی صاف ہو گئی۔ اور درخت دھوئے دھلائے صاف نظر آنے لگے۔ آہ... اس فرحت افزا وقت میں...... نظر چاروں طرف گئی...... ناامید ہو کر واپس آئی۔

...... آہ نہیں معلوم......

مجھے کس کی تلاش ہے؟

شام کا وقت ہونے کو ہے۔ سورج اپنے غروب ہونے کی تیاریاں کر رہا ہے۔ ماہتاب عالمتاب کی آمد آمد کی ہر چہار طرف دھوم ہے سنسان جنگل ہے۔ آدمی کوسوں دکھائی نہیں دیتا۔ ہاں بہت سے اشجار پر چڑیوں کا ہجوم ہے۔ غل مچاتی ہیں۔ اُڑتی ہیں پھر آتی ہیں۔ گویا ماہتاب عالمتاب کے آنے کی خوشیاں کر رہی ہیں۔ ہر طرف سے خونخوار درندوں کے غرانے کی آواز آرہی ہے۔ نزدیک سے سانپ کے پھنکارنے کی صدا سے بدن کانپ رہا ہے۔ دل بلیوں اچھل رہا ہے۔ آہ...... اس روح فرسا وقت میں...... ہاں ہاں اس بیکسی میں۔ نظر چاروں طرف گئی...... ناامید ہو کر واپس آئی...... آہ نہیں معلوم.........

مجھے کس کی تلاش ہے؟

(عبد الحسین خاں)

بھائی کی تلاش

نصف رات گذر چکی ہے۔ چاند نکلا ہوا ہے۔ جس کی روشنی ان پہاڑوں پر اور بھی سماں ڈھا رہی ہے۔ اس وقت اس پہاڑی علاقہ میں۔ جہاں کوئی انسان نظر نہیں آتا۔ ایک عورت بڑی سرعت سے بڑھی چلی آرہی ہے۔ جس کے باربار ادھر اُدھر دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ یہ کسی کی تلاش میں یہاں آئی ہے۔ یکایک اس کی نگاہ ایک درخت سے بندھے ہوئے گھوڑے پر پڑی اور اُس نے کہا "ہاں یہ گھوڑا اسی کا ہے"۔

وہ گھوڑے کے پاس آئی۔ اور یہ دیکھکر کہ آدمی بھی لیٹا ہوا ہے۔ بہت خوش ہوئی۔ اُس نے اُس آدمی کو جگایا۔ اور کہا "رجب! دیکھو۔ مجھے تم سے محبت ہے۔ خدا کیلئے گھر چلو۔ تم اس خوفناک پہاڑی علاقے میں کیا کر رہے ہو"؟

رجب نے ہنسکر جواب دیا "مریم۔ رات بہت گذر چکی ہے۔ تم بھی سو جاؤ۔ میں اس معاملہ پر غور کر کے صبح بتاؤنگا"۔

مریم بھی سو گئی۔ لیکن جب صبح ہوئی۔ تو اُس نے دیکھا۔ کہ نہ تو وہاں گھوڑا ہے۔ اور نہ رجب ہی ہے۔ صرف ایک رقعہ پڑا ہے۔ اُس نے وہ رقعہ اُٹھا کر پڑھا۔ اُس میں لکھا تھا۔ "مریم۔ میں نے بہت سوچا۔ لیکن مجھے گھر واپس جانا اچھا معلوم نہ ہوا۔ تم میرا پیچھا نہ کرو۔ اور گھر واپس چلی جاؤ"۔

وہ بیچاری آفت کی ماری اُٹھکر ایک طرف کو چل کھڑی ہوئی۔ وفور غم سے اب اُسمیں چلنے کی طاقت نہ تھی۔ قدم قدم پہ پتھروں سے ٹھوکریں کھاتی تھی۔ اور گرتی تھی۔ لیکن کچھ نہ کر سکتی تھی۔ یہانتک کہ ایک پتھر سے ٹھوکر کھا کر گری۔ اور گرتے ہی بے ہوش ہو گئی۔

پاس ہی درختوں کے جھنڈ سے ایک سوار نکلا۔ اور مریم کو گود میں اُٹھا کر پانی پلایا اور گھوڑے پر بٹھا کر اپنی کٹیا میں لے آیا۔ اور اس کی تیمار داری کرنے لگا۔ یہ سوار جس نے مریم کی اس آڑے وقت مدد کی۔ شیر دل تھا۔ جو ابھی ابھی گاؤں سے سودا سلف خرید کر اپنی کٹیا کیطرف آرہا تھا۔

——— ۲ ———

"میرا نام رجب ہے۔ میں ایک شریف خاندان سے ہوں۔ گھر سے سیر و سیاحت کے لئے نکلا تھا۔

سیر کرتا ہوا یہاں تک آپہونچا ہوں۔ آپ کا اسم شریف کیا۔ آپ کا کس طرف جانیکا ارادہ ہے۔ اور یہ خوبصورت لڑکی کون ہے؟"

"میرا نام امیر علی ہے۔ میں شاہی خاندان سے تعلق رکھتا ہوں۔ ایک موروثی دفینے کی تلاش میں نکلا ہوں۔ اور یہ لڑکی میری بیٹی حلیمہ ہے"!

رجب نے پھر کہا: "آپ کو اس دفینے کا کس طرح پتہ لگ گیا"؟

امیر علی نے جواب دیا" یہ دیکھو میرے پاس نقشہ ہے"۔

یہ کہکر امیر علی نے رجب کو وہ نقشہ دکھایا۔ جس سے دفینے کا پتہ چلتا تھا۔

اب رات ہو چکی تھی۔ بڈھا امیر علی سونے کے لئے چلا گیا۔ اور رجب اور حلیمہ دونوں کچھ دیر بیٹھے باتیں کرتے رہے۔ اور پھر سونے کے لئے چلے گئے۔ حلیمہ تو اپنے والد کے پاس چلی گئی۔ اور رجب ایک پہاڑ کی غار میں سو گیا۔ جب کچھ رات گذر گئی۔ تو رجب اُٹھا اور حلیمہ کے والد کی جیب سے نقشہ نکالکر بھاگ کھڑا ہوا۔ حلیمہ کی آنکھ کھل گئی۔ اُس نے یہ تمام ماجرا دیکھا۔ اور والد کو خبر کئے بغیر اُس کے تعاقب میں روانہ ہو گئی۔

— ۳ —

"آپ نے مجھ پر وہ احسان کیا۔ کہ میں اس کا بدلہ کبھی بھی ادا نہیں کر سکتی۔ اب میں اپنے گھر واپس جاتی ہوں۔ خواہ میں اکیلی ہی رہونگی۔ لیکن جسطرح بن پڑیگا۔ اپنی زندگی کے دن گذارونگی"

"نہیں مریم۔ تم کیوں جاتی ہو۔ میرا تنہائی میں دل گھبراتا ہے۔ کیا تم میری مونس و ہمراز نہیں بن سکتیں۔ یہاں رہو شیر دل ہر وقت تمہاری خدمت کیلئے کمربستہ ہے"!

مریم رضامند ہو گئی۔ اور دوسرے دن گاؤں میں دونوں کا نکاح ہو گیا۔

— ۴ —

مریم اپنی کٹیا سے باہر کھڑی اپنے پیارے شوہر شیر دل کا انتظار کر رہی تھی۔ جو اس کے کپڑے وغیرہ بیچنے گیا ہوا تھا۔ یکایک اُسے کچھ آہٹ سی معلوم ہوئی۔ اور وہ دو شخصوں کو اپنی طرف آتے دیکھکر ٹھٹک گئی۔ جب وہ قریب پہونچے۔ تو اُس نے دیکھا کہ ایک تو رجب ہے اور دوسرے اُس کے ساتھ کوئی عورت ہے۔

رجب کی صورت دیکھتے ہی وہ اُس سے لپٹ کر کہنے لگی" رجب خدا کے لئے گھر چلو"۔

رجب نے بڑی سرد مہری سے جواب دیا" نہیں میں نہیں جا سکتا۔ تم یہاں کیا کر رہی ہو"۔

مریم نے پھر کہا "رجب مجھے تم سے محبت ہے۔ مگر کیوں نہیں چلتے۔ ہاں یہ عورت کون ہے؟"

رجب نے مسکرا کر جواب دیا "یہ میری بیوی حلیمہ ہے"

اتنے میں شیر دل بھی آن پہونچا۔ اور رجب اُس نے مریم کو ایک عزیز دوست سے بیٹے اور یہ کہتے ہوئے سنا۔ کہ مجھے تم سے محبت ہے۔ تو آتش رقابت میں اُس کی آنکھوں سے شعلے نکلنے لگے۔ لیکن وہ چھپ کر دیکھتا رہا۔ مریم نے پھر کہا "رجب گھر جاؤ"

لیکن رجب بغیر جواب دئیے حلیمہ سمیت چلا گیا۔ بیچاری مریم روتی ہوئی کٹیا کے اندر چلی گئی۔

جب شیر دل اندر داخل ہوا۔ تو کیا دیکھتا ہے کہ مریم رو رہی ہے۔ اُس نے غصے سے لال پیلا ہو کر کہا۔ "مریم میرے سامنے ایک مرد کے گلے میں باہیں ڈالکر اظہار محبت کرنا۔ بس۔ ابھی میرے گھر سے نکل جاؤ۔ میری عزت یہ پسند نہیں کرتی کہ ایسی بدکار عورت میری بیوی ہو۔ نکل جاؤ"

مریم نے عاجزی سے کہا "پیارے میں بے گناہ ہوں۔ پہلے میری داستان تو سن لو۔ پھر تمہیں اختیار ہے۔ جیسا سلوک چاہو کرو"

شیر دل نے ذرا اور سختی سے کہا "میں بیان وغیرہ کچھ نہیں سننا چاہتا۔ بس میں یہی کہتا ہوں۔ کہ میرے مکان سے نکل جاؤ"

یہ سنکر مریم روتی ہوئی اور شیر دل کو نگاہ حسرت سے دیکھتی ہوئی چلی گئی۔

جب مریم چلی گئی۔ تو شیر دل باہر نکلا۔ لیکن وہ پھر غصے سے سرخ ہو گیا۔ جب اُس نے دیکھا کہ رجب اور حلیمہ پھر اُس کی طرف آرہے ہیں۔ شیر دل حالت غضب میں کہنے لگا۔ کمبخت تو نے میری زندگی برباد کردی۔ تو نے میری بیوی کو ورغلا لیا۔ اور اب کوئی نئی آفت ڈھانے آیا ہے۔ بول۔ یہاں کس خیال سے آیا ہے"

رجب نے کہا "آہ بہادر دوست۔ تو نے سخت غلطی کھائی۔ وہ میری معشوقہ نہیں۔ بلکہ میری حقیقی بہن تھی۔ میں گھر سے نکل آیا تھا۔ اور چونکہ ہم ہی دونوں گھر میں تھے۔ اور اُسے مجھ سے کمال محبت تھی۔ اس لئے میری تلاش میں آئی تھی۔ اور مجھے گھر جانے کیلئے مجبور کرتی تھی"

شیر دل یہ سنکر فرط محبت سے رو پڑا۔ اور دونوں ہاتھ ملکر کہنے لگا "ہائے مریم غضب ہو گیا" یہ کہکر وہ مریم کی تلاش میں روانہ ہو گیا۔

— ۵ —

مریم جھیل کے کنارے کھڑی ہے۔ اور اپنے دل میں کئی طرح کے منصوبے سوچ رہی ہے۔

اُسے ایسا معلوم ہوا کہ ایک خوبصورت عورت اُسے پانی میں بلا رہی ہے۔ اور یہ کہتی ہے "مریم آجا میرے پاس آجا۔ میں بھی دکھیا ہوں۔ آ دونوں اکٹھے رہیں گے۔ اور زندگی خوب مزے سے کٹیگی۔

مریم نے بغیر سوچے سمجھے جھیل میں قدم ڈالدیا۔ اور آہستہ آہستہ پانی میں بڑھنا شروع کیا۔ یہانتک کہ پانی اُس کے سر تک پہونچگیا۔ اور وہ ڈوبنے ہی کو تھی۔ کہ شیر دل پہونچ گیا۔ اور چھلانگ مار کر اُسے بچالیا۔ کنارے پر لاکر اُسے ہوش میں لانے کی کوشش کرنے لگا۔ تھوڑی دیر بعد اُسے ہوش آیا۔ اور شیر دل کہنے لگا "مریم خدا کیلئے میرا قصور معاف کردو"

مریم نے محبت بھری نظروں سے شیر دل کی طرف دیکھا۔ اور اُسے گلے سے لگالیا۔ شیر دل اُسے اُٹھاکر کٹیا میں لایا۔ جہاں رجب اور حلیم کھڑے تھے۔ سب آپس میں ملکر خوش ہوئے۔ حلیمہ کا والد امیر علی بھی تلاش کرتا ہوا۔ آن پہونچا۔ اور سب نے ملکر دفینہ حاصل کیا۔ اور ان سب کی زندگی بڑے عیش و عشرت اور آرام و آسائش سے گذرنے لگی۔ (سراج)

تخیلات

اے بھولی لڑکی تیرے لب لعلیں تو پہلے ہی یاقوت احمری کو شرمندہ کر رہے تھے۔ تو نے سرخی لگانے کی کیوں تکلیف کی۔

اے عشوہ ساز نازنیں نگاہ ناز فتنہ ہے۔ اور چال قیامت کوئی ایسی تو نکال کہ جس سے کل پڑے

اے تلطف آمیز نازنیں جھروکہ میں مت کھڑی ہو۔ کہ ہوا تیرے بالوں کے ساتھ بیجا دست اندازیاں کر رہی ہے۔

اے دوشیزہ گلستان میں مت جانا۔ کہ غنچے تیرے بے مثال دہن کی نقل اتار لینگے۔

اے حسینہ جب دو بدو نظارہ بازی اور وصل سے انکار ہے۔ تو خواب میں دق کرنے سے مطلب۔

ایم۔ اے۔ غنی۔ راحت

مسلم خواتین اور تپ دق

گذشتہ مردم شماری کی رپورٹ کا مطالعہ ہندوستان کے مسلمانوں کے متعلق بعض عجیب و غریب باتوں کی حقیقت کا انکشاف کرتا ہے۔ جبکہ تقریباً دیگر اقوام ہند میں مردوں کے بہ نسبت عورتوں کی تعداد شمار زیادہ ہے۔ مسلمان خواتین کی تعداد مردوں سے کم ہے۔ اس کا یقینی کچھ سبب ہونا چاہئے۔ اور غالباً وہ بعید از تلاش نہیں۔ شرح اموات مسلمان خواتین میں خطرناک ہے۔ اور اس صیغہ میں تپ دق سب سے زیادہ خراج وصول کرتا ہے۔ یہ میں قیاس سے نہیں کہتا۔ بلکہ اپنے خاندان کے تلخ تجربہ اور ہندوستان کے متعدد مسلم خاندانوں کے بغور اور عمیق مشاہدہ کی بناء پر۔ بہت سے نوجوان جنہوں نے یکے بعد دیگرے۔ دوسری۔ تیسری یا چوتھی شادی کی ہو ایسے ملیں گے۔ جن کی سابقہ بیویاں قبل از شباب ہی لقمہ اجل ہوگئیں۔ تحقیقات سے معلوم ہوگا۔ کہ عورتیں عالم جوانی ہی میں مر جاتی ہیں۔ اور اکثر ان میں سے تو حالت زائیدگی ہی میں فوت ہو جاتی ہیں۔ خلاف فطرت حالتیں۔ جس میں کہ وہ بالجبر اکراہ رہنے پر مجبور کی جاتی ہیں۔ اور اسی سبب سے وہ بہت سے عوارض میں مبتلا ہو جاتی ہیں۔ مثلاً تپ دق۔ جوان کو زچہ پن کی صعوبت برداشت کرنے کے ناقابل بنا دیتا ہے۔

تپ دق ایک عجیب مرض ہے۔ اس کی ابتدا اور ترقی حیرت افزا ہے۔ معمولی طبیب یا ڈاکٹر عام طور سے اس کی تشخیص اُس وقت کرتے ہیں۔ جبکہ علاج بے سود ہے۔ اگر آدمی اس عارضہ میں مر بھی جائے تو عام لوگ اس کی موت کو کسی قسم کے بخار اور گرمی سے تعبیر کرتے ہیں۔ ڈاکٹری احتیاطیں شاذ ہی برتی جاتی ہیں۔ اور غریب بیچارے بالعموم تباہ ہو جاتے ہیں۔ سِن بلوغ کی خوشہ چینی کے وقت لڑکیاں زیادہ تر اس بیماری کے تیر کا نشانہ بنتی ہیں۔ ان کے والدین بجائے علاج معالجہ کی طرف رجوع کرنے کے ان کی شادی کی ادھیڑ بن میں قبل از وقت متوجہ ہو جاتے ہیں۔ اور جہالت و خام خیالی کی وجہ سے بعض تو اپنی لڑکیوں کے لاغر پن اور زرد روئی کو دیگر عوارض سے تعبیر کرتے اور اس کا آسان علاج شادی کا چھپرکھٹ ہی تجویز کرتے ہیں۔ شاید اس خیال کے رسوخ اور پختگی کا یہی سبب ہو۔ کہ بعض صورتوں میں سسرال کی خوشحالی کے باعث لڑکیاں اپنی زرد روئی پر غالب ہو جایا کرتی ہیں۔ لیکن بالعموم رشتۂ ازدواج کے انعقاد کے بعد تپ دق کی مبتلا مریضہ کی صعوبتیں ناقابل بیان ہوتی ہیں۔ اور ان کو موت خوش آئند سکون

کی صورت میں ثابت ہوئی ہے۔ تپ دق کے ماہرین نے دریافت کیا ہے۔ کہ وہ عورت جس میں اس مہلک عارضہ کا قلیل ترین شائبہ بھی ہو۔ تیسری بار وضع حمل کے بعد شاذ ہی زندہ رہے گی۔ اگر خوش قسمتی سے پہلے دو خطرے جانبر ہوگئی ہو۔

یہ بات اظہر من الشمس ہے کہ غیر معمولی پردہ کا رواج اس خوفناک مصیبت کا ذمہ دار ہے پردہ کا مفہوم کسی چادر یا برقعہ سے اپنے جسم و چہرہ کو ڈھانپنے کا ہے۔ لیکن جن معنوں میں آجکل پردہ کی تعبیر کی جاتی ہے۔ اس کے لئے تو گوشہ مناسب لغت ہے۔ کیونکہ یہ کونہ یا کوٹھری کے مترادف ہے۔ یاد رہے کہ عورتوں کو کوٹھری میں بند کر دینے یا مکان کی چار دیواری کے اندر مقید رکھنے کے رواج میں فائدے تھوڑے ہیں۔ اور نقصان بہت۔ یہ کفایت شعاری طبی اصول سے حقیقتاً قوم کے لئے نقصان رساں ہے۔ میں جانتا ہوں کہ اکثر قارئین کرام مجھ پر اظہار ناراضگی کرینگے۔ لیکن میں ضرور کہونگا کہ قرآن پاک میں کسی جگہ عورتوں کو چار دیواری کے اندر مقید رکھنے کا حکم نہیں ہے۔ اور نہ کسی مذہبی قانون میں۔ یہ تو ازمنہ پیشینہ کی یادگار ہے۔ اور صرف ہندوستان میں محفوظ ہے۔ گاؤں والے اور مزدور پیشہ لوگ پردہ کو غیر معمولی پابندی سے نہیں مانتے۔ اور وہ تندرست۔ مضبوط اور تنومند ہوتے ہیں۔ چونکہ ان کے وقت کا غالب حصہ کاروبار میں صرف ہوتا ہے۔ اعلےٰ طبقہ کے لوگ باغات بنگلے اور موٹر گاڑیوں کی موجودگی میں زیادہ آزاد زندگی بسر کر سکتے ہیں۔ یہ تو اوسط درجہ کے لوگ ہیں۔ جو اس حالت اور ہر دوسری حالت میں مکلف علیہ ہیں۔ بالعموم شہر کے باشندے اس زمانہ کشمکش میں وسیع ہوادار مکان نہیں رکھ سکتے۔ کھڑکیاں سڑک کی جانب نہیں رکھی جاتیں۔ صحن کی دیواریں بلند بنائی جاتی ہیں۔ قدرتاً ہوا کا گذر بہت کم ہوتا ہے۔ بسا اوقات سڑک کی مستقل نالیاں مکانات کو نم رکھتی ہیں۔ اوسط طبقہ کی عورتیں زیادہ تر اپنے ہاتھ سے ہی طباخی کرتی ہیں۔ مطبخوں میں آتش دان دھواں خارج کرنے کو نہیں ہوتے۔ جو پھیپھڑوں اور بصارت کے لئے مہلک ہے۔ موسم کی تیز طپش ان کی مصیبتوں میں اضافہ کرتی ہے۔ بیرونی ورزش محال ہے۔ یہانتک کہ چلنا پھرنا تک بعید از سوال ہے۔ بہت کم وہ باہر نکلتی ہیں۔ لیکن اس پر بھی وہ چاروں طرف سے ہوا بند گاڑیوں میں قید رہتی ہیں۔ ان خوفناک صورتوں میں کیا یہ تعجب انگیز ہے کہ ہزارہا مسلم خواتین تپ دق کا شکار ہو جاتی ہیں؟ انہی بد احتیاطیوں کی وجہ سے پُر اثر فوری علاج بھی کارگر نہیں ہوتا۔ مجھے ان واقعات کا علم ہے۔ جبکہ صحت بخش

دار العلاجوں (Sanitarium) میں بھی پردہ کی خاطر پردہ ڈال دیئے گئے تھے۔ اور اس طرح علاج کی اصولی بنیاد کا بھی خون کر دیا گیا تھا۔

مختصر یہ کہ جہانتک صحت کا تعلق ہے۔ مسلم خواتین کی حالت قابل اطمینان نہیں۔ اور غیر ضروری مصیبت اور قبل از وقت خوشیدگی کی کثرت ہے۔ انسان خود قیاس کر سکتا ہے۔ کہ اگر وہ خود برسوں چھوٹے حجرہ میں قید رکھا جاوے۔ اور اس کو چلنے پھرنے کی اجازت نہ ہو تو وہ کیسے زندہ رہ سکتا ہے۔ پس غور تو کرو کہ مسلم خواتین کیسے زندہ رہیں۔ اور گھل گھل کر نہنگ اجل کے شکم کا ایندھن ہو جاتی ہیں۔

کسی زمانہ میں یورپ تپ دق کی غارتگر تباہی و ہلاکت کا شکار بنا ہوا تھا۔ یہانتک کہ عامۃ الناس اپنی اصطلاح میں اس کو سفید طاعون (White Plague) کہتے تھے۔ لیکن کھلے میدان میں جسمانی ورزش کی بدولت اہل یورپ اس مہلک بیماری کی غارتگری کو کم کرنے میں کامیاب ہو گئے ہیں۔ شہروں کی روز افزوں ترقی سے ہندوستان میں تپ دق نہایت سرعت سے پھیل رہا ہے۔ مسلمان اب بھی عہد عتیق کی بے مطلب رسموں کے پابند ہیں۔ جس کا یہ نتیجہ ہے۔ کہ خاندان کے خاندان اس وبا سے تباہ ہو رہے ہیں۔ کاش اگر ان کو تپ دق کی لائی ہوئی تباہی اور کھلی ہوا کی زندگی کی قیمت کا احساس ہو۔ اور وہ اپنی زندگی کو وقت کی ضروریات کے مطابق ڈھال لیں!

(از مسلم ہیرلڈ) (مترجمہ ایم اے رؤف)

علمی نذرانہ

عام طور پر بہت سے اصحاب تحریر فرماتے ہیں کہ اُنکے فائل نامکمل ہیں اسلئے کارپردازان الکمال نے بعد غور و خوض اس امر کا فیصلہ کر لیا ہے کہ جن اصحاب نے آئندہ سال یعنی ۱۹۲۵ء کا چندہ ادا کر دیا ہے۔ اُن کو یہ رعایت دیجاوے۔ کہ اگر انکا فائل نامکمل ہے۔ تو دفتر سے ۱۹۲۳ء تک کے پرچے سوائے نومبر ۱۹۲۲ء اور جولائی و اگست ۱۹۲۳ء کے منگوا کر فائل مکمل کر سکتے ہیں۔ بشرطیکہ خرچ ڈاک کے ٹکٹ ادا کئے جاویں۔

(منیجر)

سوالات

نوٹ (الف) ہر ماہ خریداران الکمال اپنا ایک سوال درج کرانے کا استحقاق رکھتے ہیں۔ زائد کے لئے دو آنہ فی سوال کے حساب سے ٹکٹ ارسال کریں۔

(ب) کوشش اس امر کی کیجاتی ہے کہ ہر ایک سوال کا صحیح جواب اور بہت جلد مہیا کیا جاوے۔

(ج) ہمارے بعض معاونین ایسے مہمل و ادق سوالات کرتے ہیں۔ جن کا جواب مدیر تو کیا کوئی انسانی دماغ بھی دینے سے قاصر ہے۔ اسلئے گذارش ہے کہ ان امورات کا خیال رکھا جاوے۔ ورنہ غیر ضروری سوال سمجھ کر درج نہ کیا جاویگا۔ (مینجر)

ع ۳۰۰ کمزوری مثانہ کی نسبت قبل ازیں سوال درج کرایا تھا۔ لیکن اب تک اس کا جواب موصول نہیں ہوا　　خریدار ع ۱۵۴۸

ع ۳۰۱ کشمیری اونی چادر کا رنگ بروقت استعمال دوسرے کپڑوں پر لگ جاتا ہے۔ کیا کیا جاوے کہ یہ شکایت دور ہو جاوے۔　　خریدار ع ۱۵۵۴

ع ۳۰۲ قبل جو جوابات دئیے گئے وہ نامکمل تھے۔ کیا وجہ کہ نامکمل جواب دیئے جاتے ہیں۔ اگر ایسا ہوا تو بندہ آئندہ رسالہ کا خریدار نہ رہیگا۔　　خریدار ع ۱۵۴۸

ع ۳۰۳ اخبار "اودس" لکھتا ہے۔ کہ شاہ چین مسلمان ہو گئے ہیں۔ آیا یہ درست ہے۔ خریدار ع ۱۶۲۷

ع ۳۰۴ میرے سر کے بال اکثر جھڑتے جاتے ہیں۔ کسی مفید تیل کا نام۔ یا آسان نسخہ مطلوب ہے۔　　خریدار ع ۱۶۱۲

ع ۳۰۵ پلیگ کا نہایت آسان مجرب نسخہ درکار ہے۔　　خریدار ع ۱۵۵۹

ع ۳۰۶ مختلف قسم کے سوداگروں کے پتہ رسالہ میں درج کریں۔　　خریدار نمبر نامعلوم

ع ۳۰۷ ہماری اہلیہ کے لئے چنبل یعنی سفید چھلبہری کا مجرب نسخہ درکار ہے۔ ایک بزرگ کی خانقاہ سے خاک لاکر اس پر ملی ہے۔ لیکن کچھ فائدہ نہیں ہوا۔　　خریدار ع ۱۲۰۱

ع ۳۰۸ اولا سار کا تیل نکالنے کا طریقہ تحریر کریں۔　　خریدار ع ۱۲۶۵

ع ۳۰۹ ہندوستان میں تجارت و صنعت حرفت کے اخبار اردو زبان میں کہاں کہاں سے شایع ہوتے ہیں۔　　خریدار ع ۱۳۷۸

ع ۳۱۰ اگر کوئی شخص امریکہ یا جاپان وغیرہ جانا چاہے تو کوئی اجازت لینی پڑتی ہے یا نہیں اور کیا قواعد ہیں۔　　خریدار ع ۱۶۵۰

نمبر ۳۱۱ کیا کوئی صاحب استقدر ہمت رکھتے ہیں کہ کچھ روپیہ بطور قرض حسنہ دیکر ایک مسلمان بھائی کو بار سود سے سبکدوشی دلائیں۔ اور ثواب عظیم حاصل کریں۔ خریدار نمبر ۱۰۰۸

نمبر ۳۱۲ عجیب وغریب ماہ فروری ۱۹۲۴ء کے پرچہ میں تحت مجربات چھوٹی ہرڑ کا نسخہ درج ہوا تھا لیکن یہ امر دریافت طلب تھا۔ کہ آیا ہرڑ ثابت کھائی جاوے یا کوٹ کر۔ اور یہ چیز کیا کیا جاوے۔ جواب نہیں ملا۔ خریدار نمبر ۶۱۳

نمبر ۳۱۳ جونیر ورنیکلر پاس امتحان میٹرک میں کن شرائط پر شامل ہوسکتے ہیں۔ آیا کوئی رعایت دی جاتی ہے۔ خریدار نمبر ۱۲۹۷

نمبر ۳۱۴ فن دواسازی اور عطاری کے متعلق کوئی کتاب اردو میں مل سکتی ہے۔ اور کیا قیمت ہوگی۔ اور کس جگہ سے مل سکے گی۔ خریدار نمبر ۱۵۴۶

نمبر ۳۱۵ ایسا ورما جو چینی اور شیشے کے برتن میں سوراخ پیدا کر دے۔ کہاں سے ملسکتا ہے۔ خریدار نمبر ۱۶۷۲

نمبر ۳۱۶ تمباکو کا ایسا نسخہ درکار ہے۔ جو ولایتی سگریٹ کے تمباکو کے برابر ہو۔ اور ہمیشہ نرم اور خوش ذائقہ رہے اور سگرٹ بناتے وقت کاغذ پہ داغ نہ دے۔ خریدار نمبر ۱۶۴۶

نمبر ۳۱۷ کسی صاحب نے یہہ بتایا ہے کہ واسلین میں سور کی چربی ہوتی ہے۔ آیا یہ امر واقعہ ہے یا یونہی افواہ ہے۔ ایم عبدالعزیز بیگ

نمبر ۳۱۸ میرا جسم بہت دبلا ہوگیا ہے۔ سوائے ہڈیوں کے اور کچھ نظر نہیں آتا۔ کوئی ایسا نسخہ تحریر کریں جس سے یہ شکایت جاتی رہے۔ خریدار نمبر ۱۳۹۹

نمبر ۳۱۹ جریان کا عارضہ ہے کوئی نہایت ہی آسان نسخہ تحریر کریں۔ خریدار نمبر ۱۴۰۳

نمبر ۳۲۰ بال اڑانے کی مجرب دوا جو کسی دوکان سے ملتی ہو۔ اور پھر ہمیشہ کے لئے بال نہ اگیں اور بے ضرر بھی ہو۔ کا پتہ تحریر کریں۔ خریدار نمبر ۱۵۲۳

نمبر ۳۲۱ ہمیں ایک نہایت مجرب خوش ذائقہ مصفیٰ خون شربت کا نسخہ درکار ہے۔ خریدار نمبر ۱۶۸۴

نمبر ۳۲۲ اگر کوئی مسلم عورت پردہ کرنا چاہتی ہے۔ لیکن اس کا خاوند پردے کے خلاف ہے اور اُسے مجبوراً خاوند کا حکم ماننا پڑتا ہے۔ تو اس میں کس کو گناہ لازم آئیگا۔ خریدار نمبر ۱۳۹۹

نمبر ۳۲۳ آجکل عام طور پر مسلمانوں میں شادی بیاہ کے موقعہ پر تمام زیورات و دیگر جائیداد جو لڑکی کے نام پر لکھوا کر باقاعدہ طور سے اُسے مالک قرار دیا جاتا ہے۔ ایسے زیورات اور نقدی کی زکوٰۃ طرفین میں سے کس کو ادا کرنی چاہئے۔ جواب مدلل حنفیہ احادیث سے ضرورت ہے۔ خریدار نمبر ۱۳۰۰

جوابات

قارئین کرام سے التماس ہے۔ کہ سوالات کے جواب دینے میں صحیح معلومات مہیا کرکے آپ بھی میرا ہاتھ بٹا کر عند الناس شکور رہوں۔ (مدیر)

نمبر ۲۵۵ ہندوستان میں کسی جگہ نہیں بنتا۔ بلکہ یورپ میں برقی طاقت سے بنا کر ہندوستان بھیجا جاتا ہے۔ کلکتہ میں بنانے کی کوشش کی گئی۔ لیکن کامیابی نہیں ہوئی۔ (مدیر)

نمبر ۲۶۱ رسالہ بر عیسیٰ دہلی سے زیر ادارت فدائے طب حکیم راج نرائن صاحب شائع ہوتا ہے۔ (صادق حسین صاحب صدیقی)

نمبر ۲۹۲ عمدہ صابون۔ تیل سرسوں ڈھائی سیر۔ سوڈا کاسٹک آدھ سیر۔ پانی دو سیر۔ تیزاب گندھک ۳ ماشہ۔ ترکیب۔ اول سوڈا کاسٹک اور پانی کو بڑی کڑاہی میں ڈالکر اس قدر ہلا دیں۔ کہ حل ہو جائے۔ اب علیحدہ تیل میں گندھک کا تیزاب ڈالکر صاف کر لیا جاوے۔ پھر اس میں سوڈا کاسٹک حل شدہ ڈالکر کسی بڑے کڑچھے سے اسقدر ہلا دیں۔ کہ لیٹی سی بن جاوے۔ اب اسکو سانچوں میں بھر کر گرم جگہ رکھدیں۔ چوبیس گھنٹے میں عمدہ صابون تیار ہو گا۔ (مدیر)

نمبر ۲۹۵ اگر آپ کے فوطوں میں پانی بھر گیا ہے تو اپریشن ہونا لازمی ہے۔ اگر پانی نہیں بھرا تو اس کے متعلق اطلاع دیجئے تاکہ رائے قائم کرکے نسخہ تجویز کیا جائے۔ (حکیم نادر شاہ صاحب لاہور)

نمبر ۲۹۶ کیڑے مکوڑوں کو دور کرنے کی آسان ترکیب یہ ہے کہ اول مکان کو ڈس انفکٹ کرایا جاوے اور بعد کو صاف اور ستھرا رکھا جاوے۔ خوشبودار چیزیں صبح یا شام کو جلائی جاویں۔ (مدیر)

نمبر ۳۰۰ ماہ جون میں تحت سوالات سوال نمبر ۲۶۰ درج ہوا تھا۔ اور اس کا جواب جولائی کے رسالہ میں صفحہ ۳۰۱ پر تحت جوابات درج کیا گیا تھا۔ اب اگر آپ رسالہ کو نہ پڑھیں تو اس ہمارا کیا قصور۔ (مدیر)

نمبر ۳۰۱ اونی اور گرم کپڑے دھونے والوں سے دھلوا لیا جاوے یا اوپر کوئی اور پختہ رنگ کرا لیا جاوے (مدیر)

نمبر ۳۰۲ ہمیں فقیر محمد صاحب پر سخت افسوس ہے کہ خود تو رسالہ دیکھتے نہیں۔ اور ناجائز دھمکیاں دینے کو تیار ہو جاتے ہیں۔ خدا جانے بعض تیز طبیعت خریداروں کا پارہ حرارت ایکدم ۱۲۰ ڈگری پر کیوں پہونچ جاتا ہے۔ خدا کے لئے آپ رسالہ کو پڑھیں۔ اور دیکھیں کہ نامکمل جواب دیا گیا ہے یا مکمل۔ دیگر قارئین کرام سے استدعا ہے کہ وہ ماہ جون ۱۹۲۲ء میں سوال نمبر ۲۷۲۔ اور اسکا

جواب صفحہ ۳۵۹ تحت مجربات ملاحظہ کریں۔ کہ اس سے بڑھکر درست مکمل اور مدلل جواب دینا مشکل ہے۔ ہمیں ایسے اصحاب کی لاعلمی اور عدم توجہی پر تھوڑی ہنسی اور زیادہ رونا آتا ہے۔ آپ کا دوسرا سوال دوسرے ماہ درج ہوگا۔ کیونکہ ایک سے زاید سوال کے لئے یا تو ۲ کے ٹکٹ آنے چاہئیں۔ ورنہ اس کو درج کرنا ہمارے اصول کے منافی ہے۔ (مدیر)

نمبر ۳۰۳ یار لوگوں کی گپ تھی جو بالکل غلط ہے۔ آپ کے باقی سوال نمبروار ہر ماہ چھپیں گے۔ کیونکہ ایک سے زیادہ سوال درج نہیں ہو سکتے۔ (مدیر)

نمبر ۳۰۴ پرچہ ماہ مئی ۱۹۲۲ء صفحہ ۳۰۲ جواب نمبر ۲۲۱ ملاحظہ ہو۔ یا ناریل کا تیل بھی مفید ہو سکتا ہے۔ اور چونکہ یہ شکایت کمزوری دماغ کی وجہ سے ہوتی ہے۔ اس لئے اگر پرچہ ماہ جون ۱۹۲۲ء صفحہ ۳۵۸ جواب نمبر ۲۶۴ والا نسخہ استعمال کریں تو نہایت مفید ہوگا۔ (مدیر)

نمبر ۳۰۵ فلفل سیاہ ایک ماشہ کافور ایک ماشہ۔ گندھک مصفیٰ ۵ ماشہ۔ پوست بیخ آک ۵ ماشہ کوٹ چھانکر پانی کے ساتھ چنے کے برابر گولیاں بنائیں۔ اگر شہر میں طاعون ہو تو روزانہ ایک گولی کھایا کریں۔ اور اگر طاعون حملہ آور ہو چکا ہو۔ تو دو دو گھنٹہ بعد ایک ایک گولی دیں۔ دن میں چار یا پانچ گولیاں دیں۔ مجرب ہے۔ (پرنسپل صاحب ویدک کالج لاہور)

نمبر ۳۰۶ Eastern Japan Trading Coy 45-2 Willington street, General Import Agent Calcutta.

Bombay Almminiuim Mart 22 Church Gate street Fort Bombay.

M. Ahmed Khan & Coy Boot Factory Anwargunj Cownpore.

نمبر ۳۰۸ پتھری اور مرض ہے اور چنبل اور۔ جو مرض ہو تحریر کریں۔ اس کے مطابق نسخہ ارسال ہوگا۔ کسی خانقاہ سے خاک یا اینٹ پتھر لاکر ملنے سے کچھ نہیں بنتا۔ آپ دوا استعمال کریں (مدیر)

نمبر ۳۰۹ صنعت کا بہترین پرچہ ہمارے خیال میں نمائش کا پی گوڑہ حیدرآباد دکن ہے۔ تجارت کا سفیر التجار اچھا رسالہ ہے۔ جو قیصر بازار۔ پھول منڈی دہلی سے شایع ہوتا ہے (مدیر)

نمبر ۳۱۰ کسی دوسرے ملک میں جانے کے لئے پاس پورٹ کی ضرورت ہے۔ جو افسر ضلع سے مل سکتا ہے۔ لیکن امریکہ وغیرہ جانے کیلئے نہایت سخت شرائط ہیں۔ اپنے ضلع کے دفتر سے دریافت کریں (مدیر)

نمبر ۲۱۳ ہر مسلم بھائی چائینگی کوٹ کرہنیں اور پرہیز ترشی و بادی اشیاء اور تیل کا کرنا ہوگا (محمد سلیمان)

نمبر ۲۱۴ فن عطاری کے متعلق مخزن الادویہ جسکی قیمت ۱۲ اریا ایک روپیہ ہوگی - اور میٹریا میڈیکا۔ جس میں تقریباً تین ہزار مفرد اور مرکب ادویہ کا بیان ہے قیمت عسہ روپیہ ہے - (مدیر)

نمبر ۲۱۵ Bengal Technical Institute Workshop

16 Muraripooker Road Manicktola Calcutta.

سے دریافت کریں - (مدیر)

نمبر ۲۱۷ ہمیں تو یقین نہیں - بلکہ یہ ایک تعصب کا خیال ہے - کسی ڈاکٹر نے ایسی رائے نہیں دی آن کے پاس اس امر کے ثابت کرنے کے لئے کیا وجوہات ہیں۔ (مدیر)

نمبر ۲۱۸ آپ لبوب کبیر کا جو قرابادین کا مشہور نسخہ ہے اور بازار سے بھی مل سکتا ہے ۷ ماشہ صبح اور ۷ ماشہ شام ہمراہ شیر گاؤ استعمال کریں - انشاء اللہ بہت مفید ثابت ہوگا۔ (مدیر)

نمبر ۲۱۹ رسالہ ماہ جولائی میں صفحہ ۳۱۳ جواب نمبر ۲۰۲ ملاحظہ ہو - آسان ہے اور بہت مفید ثابت ہوا ہے

نمبر ۲۲۰ ہمارے خیال میں ایسی ہمہ وجوہ دوا ملنی ناممکن نہیں تو محال ضرور ہے - (مدیر)

نمبر ۲۲۱ شربت فواکہ واسطے فساد حزن اور تپ محرقہ وبائی کو نافع ہے اور گرمی گروہ اور تپ صفراوی اور اسہال صفراوی کو مفید ہے - عناب ولایتی - سماق انار دانہ ترش - تخم کشنیز خشک ہر ایک ساڑھے سترہ ماشہ - سبکو کوٹکر عرق صندل - عرق کاسنی ہر ایک ساڑھے سات چھٹانک میں رات کو بھگو کر صبح جوش دیں - جس وقت آدھا پانی رہے - صاف کرکے میٹھے انار کا پانی - میٹھی بہی کا پانی - امرود کا پانی - تربوز کا پانی گنے کا رس - عرق بید مشک - عرق گلاب ہر ایک چھ تولہ - قند سفید دو چند - شربت تربخ ایک چند داخل کرکے قوام دیں - اور جو پانی انگور اور املی کا بھی اس شربت میں اضافہ کریں تو اثر قوی ہوگا۔ (مدیر)

نمبر ۲۲۲ اگر کسی مسلم عورت کا خاوند اسکو بے پردہ رہنے پر مجبور کرتا ہے اور وہ اسکے حکم کی تعمیل کرتی ہے تو اس کا گناہ مرد کو ہوگا - عورت بے گناہ ہے - (مدیر)

نمبر ۲۲۳ جن چیزوں کا عورت کو مالک قرار دیا گیا ہے - اور وہ بلا شرکت اس کی مالک ہے تو وہی اس کی زکواۃ ادا کرے - کیونکہ مالک ہی کو زکواۃ ادا کرنے کا حکم ہے - خاوند کو اس میں سے کچھ واپس لینے کا کوئی حق نہیں - جیسے کہ اللہ تبارک تعالے فرماتا ہے وَلَا يَحِلُّ لَكُمْ أَنْ تَأْخُذُوا مِمَّا آتَيْتُمُوهُنَّ شَيْئًا پ ۲) اور تمکو روا نہیں کہ لیلو کچھ اپنا دیا ہوا عورتوں کو - ہم نے قرآن کا فیصلہ لکھ دیا - جس پر کسی کو اعتراض نہیں ہو سکتے (مدیر)

خفیہ قاتل

جملہ حقوق محفوظ ہیں

حقوق ترجمہ محفوظ

(گذشتہ سے پیوستہ)

یہ دیکھکر رائے بولا" یہ واقعی درست ہے۔کہ میں اسے تنہائی میں ملنا چاہتا تھا اور یہ ایسا امر ہے۔جو میں کسی شخص کو بھی بتلانا نہیں چاہتا۔ مجھے تمہاری محبت پر پورا بھروسہ ہے۔اور مجھے اچھی طرح یقین ہے۔کہ تم بُرے خیالات کو اپنے دل میں جگہ نہ دوگی۔میں ہیلن کو ملنا چاہتا تھا اور اس حالت میں اپنا فرض سمجھتا تھا۔"

ایڈتھ "کیوں"

رائے" میں افسوس کرتا ہوں کہ میں اس سوال کا جواب نہیں دے سکتا۔بہتر ہوگا۔کہ تم یہ سوال ہی نہ پوچھو۔تم ان تکالیف کا اندازہ بھی نہیں لگا سکتیں جو مجھے اس امر کی محض بحث سے اٹھانے کا احتمال ہے۔میں پھر تمہیں تمہاری محبت کا واسطہ دیکر کہتا ہوں کہ یہ سوال نہ پوچھو۔مجھ پر اعتبار کرو۔ اور یقین جانو کہ اپنی ذات کے متعلق جتنے بھی امور ہیں۔اُن کو میں تم سے ہرگز پوشیدہ نہیں رکھتا۔"

ایڈتھ" تو تمہارا مطلب یہ ہے۔تم مجھے اس ملاقات کے متعلق کچھ نہیں بتلانا چاہتے"

رائے" مطلب تو یہی ہے"

اس گفتگو کے بعد کچھ عرصہ کے لئے کمرے میں خاموشی طاری ہوگئی۔ایڈتھ کی نگاہ فرش پر گرگئی اور وہ بہت گہری سوچ میں پڑ گئی۔یکلخت اس نے نظر اوپر اُٹھائی۔تو اس کے چہرے پر محبت اور اعتماد کی وجہ سے رونق آگئی۔وہ بولی۔

"میرے پیارے میں تم پر اعتبار کرسکتی ہوں۔بلکہ سچ پوچھو۔تو مجھے کامل اعتماد ہے۔مجھے صرف بھی کچھ بتلاؤ جو تم مناسب سمجھتے ہو۔اس کے سوا ایک حرف بھی نہ کہو۔اگر میں اس امتحان میں پوری نہ اُتروں۔تو اصل میں یہ میری کمزوری ہوگی۔حالات خودبخود وقت آنے پر یہ تمام راز کھولدینگے۔ اور اس وقت تک میں خاموش رہنے کا وعدہ کرتی ہوں"

رائے" دلفریب ہستی۔خدا مجھے توفیق دے کہ میں اپنے آپ کو تمہاری محبت کا اہل بناسکوں"

ایڈتھ" اس بات کو ہی جانے دو.........ہاں مجھے یاد آیا....جب......."

ایڈیتھ اتنا ہی کہنے پائی تھی کہ باہر کے پھاٹک کے کھلنے کی آواز سے کتا چونکا۔ رالف نے اُسے پچکارا۔ اور اُسے ایک طرف کر دیا۔ ایڈیتھ نے اس عرصہ میں پردے کو ہٹا کر آنے والے کو دیکھ لیا اس کا چہرہ زرد ہو گیا اور وہ گھبرا کر بولی۔

"ہائیں۔ یہ تو آرتھر الفورڈ ہے۔ ادھر ہی آ رہا ہے۔ ..."

باب دسواں ۱۰

ایڈیتھ کے منہ سے آرتھر کا نام سن کر رالف کے چہرے پر غصہ اور طیش کے آثار پیدا ہوئے مگر اس نے اپنے آپ کو سنبھال کر کہا۔

"میں فی الحال اس کے سامنے نہیں ہو سکتا۔ ایسا نہ ہو کہ میں اس کو دیکھکر کوئی ایسی بات کہدوں یا ایسا فعل کر بیٹھوں۔ جس کے لئے بعد میں پچھتانا پڑے۔ مجھے وہ سلوک جو اس نے دوست بن کر مجھ سے کیا تھا کبھی نہ بھولیگا۔ کیا کوئی اور کمرہ نہیں۔ جس میں میں چھپ سکوں"۔

ایڈیتھ نے سامنے والے کمرے کا دروازہ کھولتے ہوئے کہا۔

"کیوں نہیں ادھر آؤ۔ تم یہاں بالکل محفوظ ہو۔ خاموشی سے یہاں بیٹھے رہو۔ صرف ذرا کتے کو بھونکنے سے باز رکھنا۔ اس کے چہرے سے تو ایسا معلوم ہوتا ہے۔ کہ وہ بالکل تیار ہے"۔

ایڈیتھ واقعی درست کہہ رہی تھی۔ کتے کے کان کھڑے تھے۔ اور اس کی شکل اور حرکات سے غصہ کا اظہار ہو رہا تھا۔ رالف کتے کو پچکارتا ہوا دبے پاؤں بغلی کمرے میں داخل ہوا۔ اور آہستہ سے دروازہ بند کر لیا۔ اُدھر ایڈیتھ دروازے کی طرف گئی۔ اور آرتھر الفورڈ کو اپنے ساتھ لے آئی۔ جس کمرے میں رالف چھپا تھا۔ اُس میں آرتھر اور ایڈیتھ کی گفتگو کا ہر ایک لفظ سنائی دے سکتا تھا۔

آرتھر نے دروازہ کے اندر داخل ہو کر اپنی ٹوپی تعظیماً اتاری اور کہا۔

"مس کلفورڈ۔ آپ میرے آنے پر حیران تو ہوئی ہونگی۔ اصل یہ ہے کہ کتنے دنوں سے آپ کو ملنا چاہتا تھا۔ مگر موقعہ نہ ملا۔ آج میں نے یہی مناسب سمجھا۔ کہ بجائے دفتر کے آپ کو گھر پر ہی ملوں تو بہتر ہوگا۔ امید ہے کہ آپ مجھے معاف کرینگی"۔

ایڈیتھ۔ "آپ کی عین عنایت ہے آپ تشریف رکھیئے۔ میں آپ کو آج اتفاقاً ہی گھر پر مل گئی ہوں کیونکہ میں اتنی جلدی دفتر سے نہیں آیا کرتی"۔

آرتھر۔ "شکریہ۔ آپ کو غالباً ان واقعات کا تو علم ہوگا۔ جو میری بدنصیب بیوی کی موت کے دن

وقوع پذیر ہوئے تھے۔ اور آپ نے اخباروں میں اس . . . . ظالم شخص کے وحشیانہ سلوک کا حال دیکھا ہوگا۔ جس کو میں بہت اچھا دوست سمجھتا تھا۔ مجھے افسوس ہے کہ وہ ابھی تک قانونی پنجہ میں گرفتار نہیں ہوا۔"

ایڈیتھ" مسٹر الوڈ۔ اگر آپ یہاں اس واسطے آئے ہیں۔ کہ ایک بے گناہ شخص (جو میرے دل کا مالک ہے) کی برائیاں بیان کریں۔ تو مجھے افسوس ہے کہ آپ نے خواہ مخواہ کی زحمت اُٹھائی۔ میں اس سے زیادہ نہیں سُن سکتی۔ آپ مہربانی کرکے تشریف لیجائیں۔"

آرتھر" ایک منٹ۔ مس کلفورڈ۔ میرا خیال تھا۔ کہ ان واقعات اور بیانات کے بعد جو عدالت میں پیش ہوئے ہیں۔ آپ نے اس کو اپنی الفت کے قابل نہ سمجھا ہوگا۔ اور آپ نے اس کو اپنی محبت کا دم بھرنے کا اہل نہ خیال کرکے اس سے کنارہ کشی کرلی ہوگی۔ آپ خدا کیلئے تھوڑی دیر سوچیں۔ کہ کیا ایک بیگناہ شخص معمولی چوروں کی طرح بھاگنا پسند کریگا۔ اور اس طرح روپوش ہوگا جس طرح رالف راسٹن ہوگیا ہے۔ کیا ایک بیگناہ شخص کے لئے یہ بہتر طریق نہیں۔ کہ وہ مردانہ وار آگے آئے اور اپنی بے گناہی کا ثبوت دے۔ آپ ہی بتلائیے کہ یہ درست ہے یا نہیں۔"

ایڈیتھ" مسٹر الوڈ۔ میں اس وقت رالف کی بیگناہی کا ثبوت پیش کرنے کو تیار نہیں۔ اور نہ ہی میرے خیال میں مجھے اس امر کی ضرورت ہے۔ ہر شخص کو اختیار ہے۔ کہ وہ واقعات کو دیکھکر اپنی رائے قایم کرے۔ مگر یہ بھی تو کسی مذہب میں روا نہیں۔ کہ ایک شخص کی برائیاں۔ اس عورت کے سامنے بیان کی جائیں۔ جو اس کی بیوی بننے والی ہو۔ بس میں ہرگز اس امر سے متعلق بحث نہیں کرنا چاہتی۔ اور گفتگو کو یہیں ختم کرتی ہوں۔"

آرتھر" میں آپ سے بمنت کہتا ہوں۔ کہ آپ تھوڑی دیر کے لئے صبر سے کام لیں۔ گو مجھے افسوس ہے کہ آپ کا خیال رالف راسٹن کی طرف سے نہیں بدلا۔ مگر خیر میں اس ذکر کو ہی جانے دیتا ہوں لیکن مجھے آپ سے ایک اور امر دریافت کرنا ہے۔ وہ یہ ہے کہ آپ اور آپکے والد غالباً کچھ عرصہ لیون (فرانس کا ایک قصبہ) میں رہے ہیں۔ جہاں میری بدنصیب بیوی بھی شادی سے پہلے رہا کرتی تھی۔"

ایڈیتھ" ہاں یہ درست ہے۔"

آرتھر" اور آپ کی اس سے راہ و رسم بھی تھی۔"

ایڈیتھ" صرف صورت آشنائی تھی۔

آرتھر" کیا کبھی بے تکلفی نہیں ہوئی۔ اس صورت میں تو ایک دوسرے کے گھر آنا جانا بھی نہیں ہوگا۔"

ایڈتھ "یقیناً نہیں۔"

آرتھر "آپ کا مطلب؟"

ایڈتھ "میرا مطلب کچھ بھی نہیں۔"

ایڈتھ کو تمام گذشتہ واقعات یاد آ گئے۔ تھوڑے عرصہ کیلئے آرتھر بھی چپ ہو گیا ..... اور پھر یک لخت بولا۔

"آپ کے اور ہیلین کے تعلقات مصالحانہ نہ تھے؟"

ایڈتھ "نہیں۔"

آرتھر "واقعی یہ درست ہے۔ کیونکہ اس نے اکثر مجھ سے ذکر کیا تھا۔ کہ وہ آپ کو اپنا سب سے بڑا دشمن سمجھتی ہے۔"

ایڈتھ "اس کو کوئی حق نہیں تھا۔ کہ وہ ایسی بات کہتی۔"

آرتھر "کیوں؟"

ایڈتھ "کیونکہ .... چھڑ جانے دیجئے گڑے مردے اکھیڑنے سے کیا حاصل۔ میرا یہ کام نہیں کہ مدت کی بھولی ہوئی باتوں کو یاد کر کے خود بھی پریشان ہوں اور دوسروں کو بھی حیران کروں۔"

آرتھر "تو آپ مجھے بتلانے سے انکار کرتی ہیں۔ مس کلفورڈ مجبوراً میں آپ کو بتلانے لگا ہوں میں نے ابھی تک کسی کو نہیں بتلایا۔ میری بیوی کا انتقال ہو چکا ہے۔ اور اس کی موت نے در اصل مجھے زندہ درگور کر دیا ہے۔ مجھے اس سے اتنی محبت تھی۔ جتنی بہت کم خاوندوں کو اپنی بیویوں سے ہوتی ہے۔ مجھے اس سے عشق تھا۔ میں جس وقت گھر میں آتا ہوں اور گھر کو اس سے خالی پاتا ہوں۔ تو میری غم کی وجہ سے عجیب حالت ہو جاتی ہے۔ جس وقت مجھے اس کی پیاری پیاری باتیں یاد آتی ہیں۔ تو کلیجے پر سانپ لوٹ جاتے ہیں۔ اس پاجی ..... حرامزادے .... "

ایڈتھ (طیش میں آکر) "مسٹر الفرڈ۔ اپنی زبان کو لگام دو۔ اور یاد رکھو ..... کہ ......"

آرتھر۔ (پہلو بدل کر) "آپ جانتی ہیں کہ ایسے حالات میں انسان کی زبان قابو میں نہیں رہتی۔ امید ہے کہ آپ میری ان باتوں کو قابل ملامت نہ سمجھیں گی۔"

ایڈتھ "اس غم کی وجہ سے جو آپ کو اپنی مردہ بیوی کی وجہ سے ہے۔ آپ کی حالت واقعی قابل رحم ہے مگر ساتھ ہی اس کے آپ کو کوئی حق حاصل نہیں۔ کہ آپ ایک ایسے شخص کے خلاف جس کے لئے آپ کے پاس کوئی ثبوت نہیں۔ ایسی باتیں مشہور کریں جو اسکے عزیزوں اور خیرخواہوں کو صدمہ پہونچائیں۔"

آرتھر: بہت اچھا۔ میں آئندہ اپنی زبان کو قابو میں رکھنے کی کوشش کرونگا۔ اور آپ کا دل نہ دکھاؤنگا ...... ہاں میں آپ کو بتلا رہا تھا۔ کہ ہیلن کے دل میں کوئی ایسا راز تھا۔ جو اُس کی جان کو کھا رہا تھا۔ میں اس امر سے کس طرح آگاہ ہوا۔ میں فی الحال نہیں بتلا سکتا۔ مگر اتنا جانتا ہوں کہ بات کچھ ضرور تھی۔ اور اس کا بھی یقین تھا کہ مجھے اس امر کا بالکل علم نہیں۔ گو میں نے سوائے اس سے پوچھنے کے اور ہر ممکن طریق سے اس کا کھوج نکالنے کی کوشش کی۔ اور اپنی جانثاری سے اکثر اپنے آپ کو اس کا اہل بھی بنایا۔ مگر اس نے ہمیشہ مجھ سے وہ راز چھپائے رکھا۔ گو میں اس کی تکلیف کی خاطر اپنی جان تک سے بھی دریغ نہ کرتا۔ مگر خدا جانے کیوں وہ اس رنج کو اکیلی ہی برداشت کرتی رہی۔ میرا خیال ہے کہ وہ راز آپ کو معلوم ہے۔ اور اگر یہ درست ہو۔ تو میں منت کرتا ہوں کہ آپ خدا کے لئے مجھے وہ راز بتلائیں۔ میں ..... میں ......"

ایڈیتھ: مسز الوڈ۔ مجھے کچھ علم نہیں۔ مجھے صرف ......"

آرتھر: میں نہیں یقین کرتا ... مس کلفورڈ ......"

ایڈیتھ: مسٹر الوڈ!"

ایڈیتھ اُٹھ کھڑی ہوئی۔ اس کی آنکھوں سے نفرت ٹپک رہی تھی۔ آرتھر نے اُس کی اس حالت کو دیکھا اور بولا۔

"میں پھر دوبارہ کہتا ہوں۔ کہ تم جھوٹ بول رہی ہو۔ تم اس راز کے متعلق سب کچھ جانتی ہو۔ مگر تم بتانا نہیں چاہتی۔ مگر میں تمہاری خلاصی نہیں کرونگا ...... تمہیں اس کا خمیازہ بھگتنا پڑیگا تمہیں اُس قاتل ...... اُس پاجی .... سے محبت ہے۔ اور اگر مجھے اس راز کا پتہ چل جائے تو اس ظالم کو اور بھی زیادہ تلاش کرونگا ..... میں پھر آدمی ہوں۔ اور میں اپنی تمام دولت اُس بدذات کو پھانسی پر لٹکوانے کے واسطے خرچ کردونگا جس نے مجھے بے گھر بنا دیا ہے۔ جس وقت وہ پھانسی مل رہا ہو گا۔ اُس وقت تمہیں پتہ چلیگا۔ کہ کسی شریف آدمی کی درخواست کو رد کرنے کا کیا نتیجہ ہوتا ہے۔"

آرتھر کے ان فقرات کو ایڈیتھ اس وقت بت بنی سن رہی تھی۔ اور اس بات کا انتظار کر رہی تھی کہ کب وہ گفتگو کا سلسلہ ختم کرے اور وہ جواب دے۔ آخر اُس نے دروازے کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔

"جو کچھ تم نے کہا۔ میں نے صبر سے سنا۔ اب تم بھی سنو۔ تم نے مجھ سے کچھ دریافت کرنا چاہا تھا۔

مگر چونکہ میں تمہیں کچھ بتلانا نہیں چاہتی۔ اس لئے ہماری ملاقات ختم ہے۔ اور اب بہتر یہی ہے کہ تم یہاں سے بھاگ جاؤ۔۔ گو تم یہاں ناخواندہ مہمان کی حیثیت سے آئے ہو۔ مگر پھر بھی میں نے تم سے صرف اس وجہ سے اچھی طرح سلوک کیا ہے۔ کہ تم میرے گھر پر ہو۔ ورنہ تمہاری بدتمیزی اس قابل نہیں کہ تم سے ایسا سلوک کیا جاتا۔ اب یہاں سے چلے جاؤ۔ اور آئیندہ کبھی بھی مجھے مخاطب کرنے کی بے سود کوشش نہ کرنا۔ میں تمہاری دھمکیوں کی ذرہ بھر بھی پرواہ نہیں کرتی۔ کیونکہ میں یہ جانتی ہوں کہ یہ ایک بودے اور کم حوصلہ دل سے نکلی ہیں!!

آرتھر الوڈ اُس کے سامنے کھڑا غم و غصہ کی وجہ سے کانپ رہا تھا۔ وہ جانتا تھا کہ اس کل کی چھوکری نے اپنی سرد مہری کی وجہ سے اُس پر فتح پالی تھی۔ اور اب اُس کو اس کے سوائے اور کوئی چارہ نظر نہ آیا۔ کہ وہ اس گھر سے فوراً چلا جائے۔

اُس کے جانے اور دروازے کے بند ہونے پر بغلی کمرے کا دروازہ کھلا اور رراٹے واسٹن نے دیکھا۔ کہ ایڈیتھ ادھر اُدھر کمرے میں ٹہل رہی تھی۔ اُس کے چہرے کا رنگ اُڑا ہوا تھا۔ آخر اُس کا قدم لڑکھڑایا۔ اور قریب تھا کہ وہ فرش پر گر جائے۔ کہ راٹے نے اُس کو اپنی آغوش میں لے لیا۔ اور اُس کو کوچ پر لٹا دیا۔ اور کہا۔

"میری جان۔ تمہارے نازک دل کے واسطے یہ بہت صدمہ ہے۔ میں نہیں جانتا تھا کہ آرتھر ایسا سنگدل ہے۔ میرا تو خیال ہے کہ وہ پاگل ہو گیا ہے۔ میں حیران ہوں کہ میں نے یہ سب کچھ سنکر اپنے آپ کو کس طرح قابو میں رکھا۔ مجھے خیال تو آیا تھا۔ کہ باہر نکلکر اُس اُلو کے پٹھے کو اس درشت کلامی کا ایسا سبق پڑھاؤں کہ ساری عمر یاد کرے۔۔۔۔۔۔۔ مگر۔۔۔۔۔۔۔ ہیں۔ ہیں۔ ہلنے کی کوشش نہ کرو۔ تھوڑی دیر آرام کرو۔ ابھی تمہاری حالت اچھی ہو جائیگی۔"

کمرے میں تھوڑی دیر کے لئے خاموشی ہو گئی۔ راٹے ایڈیتھ کے کوچ کے قریب بیٹھا آسے پنکھا ہلا رہا تھا۔ اتنے میں ایڈیتھ نے آنکھیں کھولیں۔ اور راٹے کی طرف مسکراکر بولی۔

"میرے پیارے۔ کیا پھانسی کا تختہ اور دوسری باتوں کا ذکر دل ہلا دینے والا نہیں تھا۔ مجھے سوائے اس امر کے اور کسی بات کا صدمہ نہیں ہوا۔ مگر خدا کا شکر ہے۔ کہ اُسے میری اس کمزوری کا پتہ نہیں چلا!"

راٹے نے "ہرگز نہیں۔" وہ غم و غصہ کی وجہ سے ایسا حیران ہوا ہوا تھا۔ کہ اُسے کسی بات کا پتہ نہیں چلا۔ غریب ہیلن کی موت نے اُسے بالکل بدل دیا ہے۔ مگر ساتھ ہی میں یہ بھی کہونگا۔ کہ بیوی

کی موت کا عذر اُس سلوک کے مقابلے میں جو اُس نے تمہارے ساتھ کیا ہے۔ ہرگز قابل شنوائی نہیں۔ اور جو کچھ بھی اُس نے تمہیں کہا۔ ایک نہ ایک دن آسے اُس کا جوابدہ ہونا پڑیگا۔ کاش وہ دن جلد آئے۔ جب میں اُس سے اس بدزبانی کا بدلہ لے سکوں "

ایڈتھ " رائے صبر کرو۔ تم نے بڑا اچھا کیا۔ جو ضبط کیا۔ میں بہت ڈر رہی تھی۔ کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ تم آجاؤ۔ اور سارا بنا بنایا کھیل ہی بگڑ جائے۔ جہانتک میرا خیال ہے یہاں سے خاک بھی اُس کے پلے نہیں پڑا۔ اور تم لبفضل خدا ابھی آزاد ہو۔ خدا کے لئے میری خاطر ہی صبر کرو۔ کیونکہ اس طرح ہم بری بھلی طرح مل تو سکتے ہیں۔ اور کہیں تم نے کوئی تیزی کی۔ تو یہ موقعہ بھی جاتا رہے گا۔ اور میں پھر اُسی طرح تمہاری فرقت میں تڑپونگی۔ تم نے جو کچھ بھی کیا ہے۔ بہت ہی اچھا کیا ہے "

رائے " بہت اچھا۔ اگر تمہاری یہ رائے ہے تو میں خوش ہوں۔ مگر میں سچ کہتا ہوں۔ کہ جس وقت مجھے وہ وقت یاد آتا ہے۔ جب وہ پاجی تمہیں ذلیل کر رہا تھا تو میں ساتھ والے کمرے میں چُپ چاپ غصہ سے دانت پیس رہا تھا "

ایڈتھ نے اس بات کا جواب سوائے اُس ہلکی سی مسکراہٹ کے جو اُس کے لبوں پر ظاہر ہو گئی تھی۔ اور کچھ نہ دیا۔ اتنے میں کمرے کے کلاک نے اپنی کالنسی کی زبان ہلائی تو دونوں کو ہوش آیا اور ایڈتھ گھبرا کر بولی۔

" رائے مجھے افسوس ہے کہ اب مجھے تم سے جدا ہونا پڑے گا۔ اور تمہارا یہاں رہنا اب مناسب نہیں۔ کیونکہ میری اسسٹنٹ کے آنے کا وقت ہو گیا ہے۔ وہ بہت اچھی لڑکی ہے اور کبھی بھی وقت سے زیادہ نہیں ٹھہری "

" بہت اچھا میری جان۔ میں اور میرا کتا پھر بازار میں چلتے ہیں " ایڈتھ کے چہرے پر غم و رنج کے آثار دیکھ کر " پیاری اپنے آپ کو پریشان نہ کرو۔ ہماری جدائی کا وقت اب بہت تھوڑا رہ گیا ہے۔ اور جہاں وہ وقت گذر گیا ہے۔ یہ بھی گذر جائیگا "

رائے نے اتنا کہکر اپنے کتے کو بلایا۔ اور چلنے کو تیار ہوا۔ کہ ایڈتھ نے اُس سے پوچھا۔

" ہاں یہ تو بتلاؤ کہ کیا میں بوب کو سب کچھ بتلا دوں "

رائے " بوب۔ میرا عزیز دوست۔ نہیں پیاری ایڈتھ۔ اُس کو ابھی کچھ نہ بتلانا۔ میں غالباً ایک دو روز تک اُسے ملونگا۔ اور اُسے خود ہی سب کچھ بتلاؤنگا۔ خدا جانے واقعات کیا صورت اختیار کریں۔ یہ معاملہ تم مجھ ہی پر چھوڑ دو "

ایڈتھ "بہت اچھا - مگر ہاں اب پھر کب اور کس طرح سے ملاقات ہو گی؟"

رائے "یہ بھی مجھ ہی پر چھوڑ دو - اصل میں ہماری ملاقات واقعات پر منحصر ہے - میں کوشش کرونگا - کہ کوئی بہتر سبیل نکل آئے - اس تمام دوران میں میں اکثر فلیٹ سٹریٹ میں رہا کرونگا - اس سے کم از کم یہ تو ہو جائیگا - کہ ہم ایک دوسرے کو دیکھ لیا کرینگے -

ایڈتھ "جیز نہ ہونے سے یہی اچھا ہے - ہائے مجھے جب پہلے دن یاد آتے ہیں - تو کلیجے پر چھریاں پھر جاتی ہیں ...... تم اُس رات ہیلن کو ملنے ہی کیوں گئے تھے؟"

رائے "میں نہیں کہہ سکتا - کہ میں کیوں گیا تھا - مجھے اُس وقت سے بہت پیشتر اُسے ملنا چاہئے تھا - مگر میری بزدلی نے اجازت نہ دی - جیز جو کچھ ہوا اچھا ہوا ...... مگر ہاں میری پیاری ایڈتھ - مجھے ایک بنڈل سا بنا دو - تاکہ اگر کوئی مجھے باہر نکلتا دیکھ لے - تو بنڈل کو میرے ہاتھ میں دیکھکر یہ سمجھے کہ میں کھانا لیجا رہا ہوں؟"

ایڈتھ "واقعی خیال تو اچھا ہے - یہ دیکھو ٹھیک ہو گا؟"

رائے "بہت ٹھیک ہے؟"

اتنا کہکر رائے نے اُس کے ہاتھ سے بنڈل جو بظاہر ایسا معلوم ہوتا تھا - کہ روٹی لپٹی ہوئی ہے - لیلیا اور چلنے کیلئے تیار ہو گیا - کتا اُس کے پیچھے پیچھے تھا - اور ایڈتھ کچھ فاصلے پر آ رہی تھی - وہ عین دروازے میں ہی تھا - کہ سامنے سے ایڈتھ کا باپ آ گیا - رائے نے اُس سے دروازہ رُک جانے کی وجہ سے معافی مانگی - ایڈتھ کے باپ نے رائے کے پیچھے ایڈتھ کو دیکھکر کہا -

"ایڈتھ میں نہیں چاہتا - کہ ایسے فقیروں کو تم منہ لگاؤ - اس طرح ان کم بختوں کا حوصلہ بڑھ جاتا ہے؟"

ایڈتھ "اچھا ابا - آپ ناراض نہ ہوں - میں آئندہ ایسا نہ کرونگی - مگر بعض ان میں ایسے ہوتے ہیں کہ خواہ مخواہ اُن پر رحم آ جاتا ہے؟"

ایڈتھ کا والد "انہوں نے اپنی حالت ایسی قابل رحم بنائی ہوئی ہے؟"

ایڈتھ - مگر یہ تو واقعی بیچارہ مصیبت زدہ تھا - خیر - مگر یہ تو بتلائیے کہ آپ اتنی جلدی واپس کس طرح آ گئے؟"

ایڈتھ کے والد نے اپنی واپسی کی وجہ اپنے دوست کا نہ ملنا بتلائی - اور دونوں باپ بیٹی اندر کے کمرے میں آ گئے؟"

باب گیارہواں

رائے نے شہر کو جاتے ہوئے اس بات کو محسوس کیا کہ ایڈتھ کی ملاقات سے سوائے اُس خوشی کے جو طالب و مطلوب کو ایک دوسرے سے ملکر ہوتی ہے۔ اور اُسے کوئی بھی فائدہ نہیں ہوا۔ نہ ہی اُسے یہ پتہ چلا۔ کہ اُس کی غیر حاضری میں ایڈتھ کے ساتھ کیا گذری۔ اور نہ ہی اس بات کا علم ہوا کہ وہ خنجر جو اُس نے ایڈتھ کو تحفتہً دیا تھا۔ کس طرح ہیلن کے کمرے میں پہونچ کر آلۂ قتل بن گیا۔ اور معاملے کو اور زیادہ پیچیدہ بنا دیا۔ اصل تو یہ ہے کہ اُن دونوں کو ایک دوسرے سے ملکر ایسی خوشی ہوئی۔ کہ انہوں نے دوسرے تمام ضروری معاملات کو اُس عرصہ کیلئے بالکل اپنے دل سے بھلا دیا۔

رائے یہ اچھی طرح سمجھتا تھا۔ اور حقیقت تو یوں ہے کہ وہ اس بات سے ڈرتا تھا۔ کہ کہیں ایسا نہ ہو۔ کہ سکاٹ لینڈ یارڈ کے کارکنوں کی متجسس نگاہیں ایڈتھ پر لگی ہوں۔ اور کسی دن وہ اُسے گرفتار کرلیں۔ ایڈتھ کی ہیلن کے ساتھ دشمنی اب ایک کھلا ہوا راز تھا۔ بہ حال الوڈ اس راز سے اچھی طرح واقف تھا۔ اور اس کی وہ دھمکیاں جو وہ اُسی دن ایڈتھ کو دے چکا تھا۔ رائے نے اپنے کانوں سے سُنی تھیں۔ اور اسی وجہ سے رائے کو پورا یقین تھا۔ کہ آرتھر الوڈ ضرور بالضرور اپنے شکوک پولیس کے روبرو بیان کریگا۔ اور اس سے غالباً پولیس کو خنجر کے مالک کا پتہ فوراً چل جائیگا۔

اُسے یہ مشکل بھی نظر آرہی تھی۔ کہ کیا ایڈتھ اس معاملے میں اپنی بے گناہی ثابت کرسکیگی۔ جب کہ یہ امر واقعہ تھا۔ کہ قتل کی رات وہ تھیٹر پر جانے کی ٹھہرا رہی تھی۔ اور اگر یہ واقع نہ ہوتا۔ تو رائے بھی شاید اُس کے ساتھ ہی جاتا۔ اُسے یہ بھی خبر تھی کہ ایڈتھ اُس رات کے تماشے کو ضرور دیکھنا چاہتی تھی۔ اور اگر بفرض محال وہ تماشہ پر چلی جاتی۔ تو پھر اُس کے لئے اپنی بے گناہی ثابت کرنا حد سے زیادہ مشکل ہو جاتا۔ کیونکہ گمنامی کی حالت میں جانے پر اس بات کا ثبوت دینا۔ کہ وہ وہاں موجود تھی۔ ایک بہت ہی دشوار امر تھا۔ کیونکہ ایک تو اُن آدمیوں کی تلاش جو اُس کے پاس بیٹھے تھے۔ بالکل ناممکن تھی۔ اور پھر اُن کو اس بات پر آمادہ کرنا کہ وہ ایڈتھ کی نسبت یہ پختہ طور پر کہہ سکیں۔ کہ وہ اُس رات قتل کے واقعہ کے وقت تھیٹر میں تھی۔ اور بھی دشوار تھا۔ وہ سمجھتا تھا اور اچھی طرح سمجھتا تھا کہ ایڈتھ اور اس کی اپنی دونوں کی سلامتی کے لئے صرف یہی ایک طریقہ ہو سکتا تھا۔ کہ غریب ہیلن کے قاتل کا پتہ مل جائے۔ اور اس طرح اُن دونوں کی خلاصی ہو جائے۔

ان تمام واقعات کے بعد جو ہم نے اوپر لکھے ہیں ۔ ایک دن کا ذکر ہے ۔ کہ آرتھر الوڈا مکان میں اکیلا بیٹھا تھا ۔ وہ ابھی ابھی کھانا کھا کر فارغ ہوا تھا ۔ اور ابھی برتن میز پر ہی پڑے تھے ۔ اُس نے سگرٹ جلایا ۔ اور کسی سوچ میں پڑ گیا ۔ بیوی کے قتل نے اُس میں بہت پیدا کردی تھی ۔ اس کے چہرے کی وہ شگفتگی جو اس واقعہ سے پہلے تھی ۔ اب جا چکی تھی ۔ اور اُ جگہ رنج اور غم نے لیلی تھی ۔ زندگی کا مزہ جا چکا تھا ۔ وہ اب اکثر گھر پر ہی رہتا تھا ۔ اور کاروبار کے وہ اور بہت کم باہر نکلتا تھا ۔ وہ اپنے خیالات میں مست بیٹھا تھا ۔ کہ نوکر ا آیا اور ساتھ ہی کہا ۔

" حضور ۔ آپ سے ایک صاحب ملنے آئے ہیں "

آرتھر " کون ہے "

ملازم " انہوں نے اپنا نام نہیں بتلایا "

آرتھر " میں نے تمہیں کتنی دفعہ کہا ہے ۔ کہ جب کبھی کوئی ملنے آئے ۔ تو اُس سے نام پو مجھے آکر تنگ نہ کیا کرو ۔ جاؤ جب تک اُس کا نام نہ پوچھو گے ۔ میں اُس سے نہیں مل سکتا

نوکر یہ سن کر چلا گیا ۔ پھر تھوڑے عرصے کے بعد واپس آیا اور کہا ۔

" حضور ۔ وہ کہتے ہیں کہ اُنہیں افسوس ہے ۔ کہ اُن کے پاس کارڈ نہیں ہے ۔ مگر اُ راول ڈی کلیخپ ہے "

آرتھر ۔ (حیرانگی سے) کیا نام لیا "

ملازم " راول ڈی کلیخپ جناب "

آرتھر ۔ (دبی آواز سے) " یاالٰہی یہ کیا اسرار ہے (نوکر سے) اچھا اُسے اندر بھیجدو "

تھوڑی سی دیر کے بعد آرتھر کو بھاری بوٹوں کی آواز نے چونکا دیا ۔ اُس نے ایک دراز قد نوجوان جس کے چہرے کے رنگ پر دھوپ نے بہت کچھ اثر کیا ہوا تھا ۔ داخل ہوا ۔ لمبی لمبی سیاہ ڈاڑھی نے اُس کے چہرے کو اور بھی زیادہ خوفناک بنا دیا تھا بال لمبے اور پریشان تھے ۔ نووارد بالکل نہیں جھجکا ۔ اور آتے ہی بولا ۔

" گڈ مارننگ ۔ بھائی صاحب ۔ میں آپ سے ملکر بہت خوش ہوا ہوں "

(باقی دارد)

سعید احمد

قند پارسی

از سید عابد شاہ صاحب عابد تحصیلدار

تا نشانِ بے نشان کز بے زبان یافتم — از معمّائے عدم رازِ نہان یافتم
ختم چوں کردم من عدم را مطلعِ من راست شد — چوں نہے پیوستم و نیکو کمانِ یافتم
کز برائے نقدِ دل او سید پہ تیر و سناں — مشتری من از برائے خوش دوکانِ یافتم
از سرے مینارِ خود داری لذاتِ جہاں — چوں رسیدم بر زمین یک آسمان یافتم
دور گشتہ کز غمِ گیتی و فکرِ ما و سے — قصرِ دنیا را فگندہ آشیانِ یافتم
چوں ز گلزارِ جہاں یکسر لفی گشتیم ما — در دیارِ نیستی بہتر مکانِ یافتم۔

کز جہان قصرِ گیتی عابدا رفتیم ما
چوں رسیدم در عدم بہتر مکانِ یافتم

زندگی

از جناب محمد یوسف صاحب یوسف گجراتی

اہل دنیا کو ہے ناحق اہتمامِ زندگی — دستِ قدرت سے ہے وابستہ نظامِ زندگی
زندگی اپنی نہ جبتک موت پر کردیں نثار — غیر ممکن ہے کہ ہو حاصل دوامِ زندگی
آمدِ پیکِ اجل سے ہے عبث رنج و ملال — زندگانی کی قضا لائی پیامِ زندگی
آشنائی کی توقع عمر سے پیرِ مغاں — بحرِ ہستی میں حباب آسا ہے جامِ زندگی
جستجوئے آبِ حیواں کی سکندر نے عبث — موت کی منزل کے آگے تھا مقامِ زندگی
کچھ نہیں آبِ بقا پر زندگانی کا مدار — ہے نفس کی آمد و شد پر قیامِ زندگی

عالمِ ہستی کی پابندی ہے جائے امتحاں
ہے غلط یوسف اسے سمجھے مدامِ زندگی

شقائق نعمانی

از جناب محمد عبدالرشید خانصاحب راحل

آجکا وعدہ تھا قاصد جا خدارا ان کے پاس — کل جئیں ہم یا مریں کیا اعتبارِ زندگی

آہ عثمانی بھی یاں سے آج رخصت ہو گیا — بس وہی تھا اک ہمارا ہمرکابِ زندگی

پھر وہی رہ رہ ان ہے عثمانی کیسی گھاتیں — جس سے لوٹا تھا ہمارا کاروانِ زندگی

آؤ عثمانی کو لے آئیں فرشتوں نے کہا — آج ہوتا ہے رہا وہ پائے بندِ زندگی

جی بہت گھبرا گیا ہے آ نکل جائیں کہیں — یاں تو کوئی بھی نہیں اپنا رفیقِ زندگی

ڈرتے ڈرتے جھکا کہ خاک کو ہو — بارِ خاطر میری جبیں نہ کہیں

از جناب مولوی احمد علی صاحب علی ۔ وکیل

کیا کروں کیونکر ہو وا عقدہ مری تقدیر کا — ہو گیا بیکار ہے ناخن مری تدبیر کا

کاکلِ پیچاں ہے یا ہے سلسلہ زنجیر کا — پھانسنے کو دل کے گویا نقش ہے تسخیر کا

دل میں ہے جب سے لبِ خاموشِ جاناں کا خیال — ہے مزا شعر و سخن میں مرے شہد و شیر کا

سر بکف ہیں ہر طرف کوچہ میں تیرے جانثار — کیا ہوا تھا قتل ہے تیرے برشِ شمشیر کا

پھر بہار آئی ہوا پھر جوشِ پر جوشِ جنوں — خود بخود پھر ٹوٹتا ہے سلسلہ زنجیر کا

کوششیں بے سود ہیں تیری مسیحا کے سوا — چارہ گر چارہ ہو گا عشق کے تبخیر کا

حمدِ خالق نعتِ احمدؐ ہے مرے زیبِ زباں — فضلِ یزداں سے ملا نسخہ ہمیں اکسیر کا

مال و زر عیش و طرب حسنِ حسینانِ جہاں — اے دلِ ناداں سمجھ لے جال ہے تقدیر کا

ہوں برنگِ آئینہ محوِ تحیر اے علیؔ — رنگ حیرت سے بنا نقشہ مری تصویر کا

اُٹھتے ہوئے جوبن کے نگہبان بہت ہیں

از منشی غلام صفدر صاحب ثاقبؔ دہلوی

یوں کہنے کو دلمیں میرے ارمان بہت ہیں — تم چاہو تو مشکل نہیں آسان بہت ہیں
وہ دلمیں جفاؤں کے لئے پشیمان بہت ہیں — کہتے ہیں کہ رسوائی کے سامان بہت ہیں
میخوار ولسے اب آنکھ ملائی نہیں جاتی — اس توبہ سے ہم دلمیں پشیمان بہت ہیں
ہم ساکوئی جانباز وفادار نہ ہوگا — یوں چاہنے والے تو مری جان بہت ہیں
گنتی کے حسین چاہنیوالے ہیں ہزاروں — آئینے ہیں دو چار ہی حیران بہت ہیں
سایہ کیطرح ساتھ ہیں عصمت بھی حیا بھی — اُٹھتے ہوئے جوبن کے نگہبان بہت ہیں
اندوہ وغم و درد و قلق نالہ و شیون — بہلانیکو دل ہجر میں سامان بہت ہیں

کیا حلقۂ گیسو میں کہیں پھنس گئے ثاقبؔ
پھر صورت کاکل وہ پریشان بہت ہیں

از سید ذوالفقار علی صاحب نسیمؔ رضوی

رہا حضرت میں بیٹھے نہ دم بھر شادماں ہوکر — رہے ہم یاس و حرماں کی سراپا داستاں ہوکر
نہ تھا موقوف ہستی پر ہی شوق منزل جاناں — اُڑی خاک لحد بھی میری گردِ کارواں ہوکر
تبرک کی طرح بٹتا ہے دیوانوں کی محفل میں — جنوں کے ہاتھ سے میرا گریباں دھجیاں ہوکر
خدا جانے کہاں کی گرمیاں تھیں اُن نگاہوں میں — گریں جو خرمنِ جاں پر ہمارے بجلیاں ہوکر
جو فرمان زباں بندی کیا جاری تو کیا ڈر ہے — خموشی اب بیاں کرتی ہے حالِ از بیاں ہوکر
جنابِ خضر تو رستے ہی چلے تھے مجھکو بھٹکا کر — دکھائی بیخودی نے راہ میرِ کارواں ہوکر
دلِ مردہ بھی جی اُٹھتا ہے سنکر قلقلِ مینا — مسیحا کو کیا ہے مات اور پنبہ دہاں ہوکر
بہت کی تونے اے وسعتِ جنوں کوشش مٹانیکی — زمانے کی زباں پر رہ گیا میں داستاں ہوکر

نسیمؔ ایسی ہیں جب اُنکی ادائیں کم سنی میں ہی
وہ ڈھائینگے ستم کیا کیا خدا جانے جواں ہوکر

از جناب اصغر حسین خانصاحب۔ نظیر

وہ بہارِ حسن اک دن جو چمن طراز ہوتا — تو پھر عندلیب و گل میں کسے امتیاز ہوتا
رہِ معرفت میں ساقی ترا جلوہ حق نما ہے — درِ میکدہ جو کھلتا درِ توبہ باز ہوتا۔
مرے دردِ دل کی ظالم تجھے کس طرح خبر ہو — ترے دل میں کاش میرا غم جانگداز ہوتا
تری کج ادائیوں سے مرا درد مٹ گیا ہے — یہی لاعلاج ہوتا جو تو چارہ ساز ہوتا
شب و روز سوز لوں سے مدد خود نظارہ کرتے — یہ سرِ نیاز ہوتا وہ حریمِ ناز ہوتا۔
وہ گھر فلک نشیں تھا جو ہوا ہے زیبِ منبر — جو زمیں مقام ہوتا تو نہ سرفراز ہوتا

یہ نظیر کہہ رہے ہیں مجھے سومنات والے
شہِ غزنوی نہ جھکتا جو درِ ایاز ہوتا۔

از جناب غلام حبیب صاحب صادق کوہالی۔

انکی فرقت کا اثر اے چارہ گر ہونے تو دو — دردِ دل ہونے تو دو، دردِ جگر ہونے تو دو
تیز کرنا پھر تمہیں صیاد مقراضِ ستم — کچھ اسیرانِ قفس کے بال و پر ہونے تو دو
وہ جوابِ خط مجھے دیں یا نہ دیں کچھ غم نہیں — دردِ دل اس پر عیاں اے نامہ بر ہونے تو دو
کشتیٔ حسرت سے ڈبو دینا مرا مشکل نہیں — دور اسکی بزم سے اے چشمِ تر ہونے تو دو
قلعی کھل جائیگی پھر آفتابِ حشر کی — سو برابر اس کے میرا داغِ جگر ہونے تو دو
دل دیئے اس شوخ کج رفتار کو کچھ دن ہوئے — مہرباں ہو جائینگے ان کو خبر ہونے تو دو

دشت پیمائی میں ہمکو عذر صادق کچھ نہیں۔
سر میں سودائے جنوں کا کچھ اثر ہونے تو دو

ہیں جو کور دردہ قاضی سے مدد مانگتے ہیں — اور جو ہیں کور وہ ماضی سے مدد مانگتے ہیں
مردِ بینا کو فقط ارض و سما کافی ہے — یہی نظارہ پئے یادِ خدا کافی ہے

یاد رکھو کہ یہ ہے۔ ملتِ ابراہیمی
اتنا ہی کہہ دیا آواز ہے بہتر یہی

اکبر

چلا آتا ہے وہ قاتل ادھر آہستہ آہستہ

از جناب محمد حفیظ اللہ صاحب حفیظ اکبر آبادی

سنے گر شوق سے وہ فتنہ گر آہستہ آہستہ
سناویں حالِ دل ہم عمر بھر آہستہ آہستہ

خراشِ ناخنِ غم سے رہے محفوظ گر کچھ دن
تو بھر جائینگے یہ زخمِ جگر آہستہ آہستہ

مٹایا عشق میں رفتہ رفتہ نام و نشاں اپنا
اٹھایا جان کر ہم نے ضرر آہستہ آہستہ

تڑپنے کا مزہ کچھ تجھکو بھی آ جائے مقتل میں
مجھے تیغِ ادا سے قتل کر آہستہ آہستہ

تڑپنے کے مزہ سے بہرہ ور ہوں تا کہ اے قاتل
مجھے تیغِ ادا سے قتل کر آہستہ آہستہ

سر وبالِ زندگی جائے تو لطفِ موت آ جائے
چلائے حلق پر خنجر وہ گر آہستہ آہستہ

حفیظ اب خیر جانوں کی نظر آتی نہیں ہم کو
چلا آتا ہے وہ قاتل ادھر آہستہ آہستہ

از جناب صادق حسین صاحب صادق صدیقی

ارادہ تھا کہ جاؤں سیر کی خاطر گلستاں میں
مگر جوشِ جنوں افسوس لایا ہے بیاباں میں

خفا ہو کر بگڑ کر جھنجلا کر کہہ رہے ہیں وہ۔
جسے شوقِ شہادت ہو وہ آئے آج میداں میں

کسی پہلو نہیں آتا ہے مجھکو چین اے جاناں
غضب کی بیقراری ہے جگر میں قلبِ ناداں میں

گنوں میں تا کجا بھر تار تو سوئے چمن سے پیارے
تفاوت دیکھ لے ہے کسقدر زنجیرِ زنداں میں

نظر آیا جدھر دیکھا ہر اک تجھ آپ سے افضل
نگہ آ گیا جدھر ہم خیالِ ماہِ کنعاں میں

منع کرتا ہوں تجھکو بھی نہ اترا حسن پر جاناں
نہیں قبضہ ترا اس پر ہے یہ تو دستِ یزداں میں

پتہ چلتا نہیں صادق کو کس گل سے محبت ہے۔
نظر آتا ہے جب دیکھو اسے کوئے حسیناں میں

ریویوز

بلاغ القرآن۔ یہ پانچواں نمبر ہے جو ہم کو موصول ہوا ہے۔ اس سے قبل کے چار نمبر بھی مل چکے ہیں۔ ہم نے خوب غور سے اسکا مطالعہ کیا۔ رسالہ بحیثیت مجموعی اسلام کی وہ زبردست خدمت کر رہا ہے جو ایماندار مبلغ اور سچے مسلم کو کرنی چاہئیے۔ اور خصوصاً ایسے نازک وقت میں جبکہ مسلمان شرک و بدعت میں اسقدر ڈوبے ہیں کہ اصلیت اور واحدانیت سے کوسوں دور جا پڑے ہیں۔ اور دوسرے مذاہب کو انکی ان خرافات و بدعات پر پھبتیاں اُڑانے کا اچھا موقعہ مل گیا ہے۔ صرف بلاغ القرآن ہی وہ زریں اصول بتاکر اُس توحید کو پھیلانے کا دعویدار ہے۔ جس کے لئے سیدنا و مولانا رسول اکرم اور اُن کے صحابہ کرام نے اپنی جانیں لڑادیں۔ اور دنیا کو ظلمت سے نکالکر خالص نور کی طرف لے آئے۔ مسلمانوں سے استدعا ہے۔ کہ ایسے رسالوں کو ضرور پڑہیں۔ اور انکی اشاعت میں کوشاں ہوکر ثواب دارین حاصل کریں۔ قیمت سالانہ تین روپیہ چار آنہ۔ نمونہ کے پرچہ کے لئے دو پیسہ کا ٹکٹ بھیجیں۔

پتہ۔ منیجر رسالہ بلاغ القرآن محلہ سید نگری۔ گوجرانوالہ

امام الاحرار یعنی حضرت مولانا ابوالکلام آزاد صاحب کی زندگی کے مشرح حالات جو عصر جدید بک ایجنسی کلکتہ کے اہتمام سے شایع ہوئے ہیں۔ برائے ریویو موصول ہوئی۔ کون شخص ہے جو مولانا کے نام نامی سے آشنا ہو۔ آپ کے حسب نسب۔ تربیت و تعلیم۔ جدو جہد۔ ترقی۔ مصائب اور اسلامی خدمات کو جاننے کا شایق اور آپ کی زندگی کی تقلید اور آپ کے طرز عمل کی پیروی کرنے کا خواہشمند نہ ہو۔ کتاب واقعی قابل ملاحظہ ہے۔ لکھائی چھپائی اور کاغذ بھی اچھا ہے۔ ۷۲ صفحہ کی کتاب قیمت ۴/

منیجر جور کولو ٹولہ اسٹریٹ ۲۲ کلکتہ سے طلب کریں۔

قصیدۃ الغوثیہ۔ مرتبہ جناب مولوی محمد عظیم صاحب۔ قصیدۃ الغوثیہ معہ اسکی اردو شرح خوب مدلل اور مفصل لکھی گئی ہے۔ شایقین اور خصوصاً اس خیال کے لوگوں کے لئے ایک نادر تحفہ ہے۔ کاغذ لکھائی چھپائی عمدہ ہے۔ ۱۰۴ صفحہ کی کتاب .... قیمت صرف ۸/ ہے

ملنے کا پتہ۔ فقیر بغدادی خادم۔ کتب خانہ غوثیہ عالیہ مقام مردانہ ڈاکخانہ میروال براستہ رعیہ ضلع سیالکوٹ۔

چیدہ اور مشہور عالم کتب کی حیرت انگیز رعایت

نام کتاب	قیمت پہلی	رعایتی قیمت	نام کتاب	قیمت پہلی	رعایتی قیمت	نام کتاب	قیمت پہلی	رعایتی قیمت
دیوان جان صاحب	عہ ر	۱۲ ار	حریت اسلام	سے ر	عا ر	کفر توڑ	۸ ر	۶ ر
مثنوی پنجاب	۸ ر	۴ ر	الفاروق	عہ ر	۸ ر	بت شکن	۸ ر	۶ ر
عملیات جان	۸ ر	۶ ر	انور پاشا	عہ ر	عہ ر	سر توڑ	۱۰ ار	۸ ر
[illegible]	۴ ر	۴ ر	کمال پاشا	عہ ر	عہ ر	جڑ مارا او انگون توڑ	۷	۵ ر
اصلی لذت النساء	عا ر	عہ ر	تاریخ سلاطین آل عثمان	عا ر	عا	الیشنلزم اسلام	۸ ر	۵ ر
حصہ دوم	عہ ر	۱۲ ر	منصور موہنا	عہ ر	۱۲ ار			
حصہ سوم	۴ ر	۳ ر	حسن انجلینا	عہ ر	مہ			

بالو حسین تاجر کتب بازار [illegible] کتاب گھر کوہ منصوری

سب سے سستا مفید اور دلچسپ اخبار اتحاد الاسلام امرتسر

جو ہفتہ وار ہر جمعۃ المبارک کو امرتسر سے شایع ہوتا ہے۔ مسلمان راجپوتوں میں خصوصاً اور دیگر مسلم اقوام میں عموماً تعلیمی۔ تجارتی۔ زرعی۔ مذہبی اور تبلیغی بیداری و زندگی کی روح پھونکتا ہوا۔ سب کو اعتصام بحبل اللہ پر عمل پیرا ہونیکی تلقین کرتا ہے۔ مخالفین اسلام کی خفیہ چالوں اور ریشہ دوانیوں کی مدافعت و ازالہ کرنا اسکا بہترین مقصد ہے۔ علاوہ ازیں قرآن مجید کے انوار و معارف اور رسول حمید کے ارشادات و محامد۔ نیز انگریزی۔ عربی اخبارات کے مفید اقتباسات۔ دلچسپ معلومات تازہ ترین خبریں۔ برقی اطلاعات اور کارآمد طبی و صنعتی مجربات درج کیے جاتے ہیں۔ باایں ہمہ سالانہ چندہ مع محصول صرف عہ ر ششماہی عہ ر سہ ماہی عہ ر روپیہ مقرر ہے۔ جو پیشگی لیا جاتا ہے۔

نیازمند مینجر اتحاد الاسلام امرتسر پنجاب انڈیا

مشہور و معروف ناول و کتابیں

جنید بغدادی۔ ابوبکر شبلی۔ عصر قدیم۔ حروب صلیبیہ

عہ ر عہ ر عہ ر عا ر

تاریخ یہود و مسیح اور مسیحیت۔ ملکہ زنوبیہ۔ درگیش نندنی

عہ ر عہ ر ۳ ر ۱۰ ار

حسن بن صباح۔ مقدس نازنین۔ ایام عرب۔ شہید وفا

۶ ر عہ ر ۸ ر ۵ ر

حسن انجلینا۔ ملک العزیز ورجنا۔ نیا شگوفہ۔ بیگناہ قیدی

عہ ر عہ ر ۴ ار عہ ر

جانباز عورت۔ قتل بیگناہ۔ طلسمی کاک۔ ڈاکو کا جگ

۴ ار عہ ر ۱۰ ار ۱۰ ار

خونی ڈاکو۔ مس جون۔

۳ ر ۲ ر

ملنے کا پتہ

مینجر لطیفی بک ایجنسی لاہور



دستور العمل

(۱) الکمال ہر انگریزی مہینے کے پہلے ہفتہ میں شائع ہوگا۔

(۲) سالانہ چندہ معہ محصول ڈاک تین روپیہ۔ غیر ممالک چار روپیہ۔ ششماہی دو روپیہ۔ نمونہ [illegible]

(۳) الکمال ہر ماہ [illegible] صفحہ اور سالانہ [illegible] صفحات پیش کیا کریگا۔

(۴) چندہ بذریعہ منی آرڈر آنا چاہئے۔ وی پی سے [illegible] زائد چارج ہونگے۔

(۵) خط و کتابت کے وقت اپنا پورا پتہ اور نمبر خریداری ضرور تحریر فرما دیں۔

(۶) جواب طلب امور کیلئے جوابی کارڈ یا ایک آنہ کا ٹکٹ آنا چاہئے۔ ورنہ عدم تعمیل کی شکایت معاف۔

(۷) رسالہ نہ پہنچنے کی اطلاع دفتر میں [illegible] تاریخ کے بعد اور [illegible] سے پہلے پہنچ جانی چاہئے [illegible] کے
بعد شکایت کرنے والوں کو رسالہ قیمتاً بھیجا جائیگا۔

(۸) مذہبی۔ معاشرتی۔ علمی۔ ادبی۔ طبی و صنعتی مضامین بشرط پسندیدگی درج رسالہ ہونگے۔

(۹) اہل قلم اصحاب [illegible]

(۱۰) مضامین صاف لکھے [illegible]
[illegible] الکمال کسی رسالہ یا اخبار [illegible] ہونگے۔

منیجر رسالہ الکمال لاہور

فہرست مضامین رسالہ الکمال لاہور

جلد ۵ | بابت ماہ ستمبر سنہ ۱۹۲۴ء مطابق ماہ صفر سنہ ۱۳۴۳ھ | نمبر ۲۳

الکمال

ایڈیٹر
ریاض شروانی

جائنٹ ایڈیٹر
خواجہ سعید احمد (اعوازی) بی اے

حمد

بے سہاروں کا سہارا کبریا تو ہی تو ہے — بے طلب جو رزق دیتا ہے وہ خدا تو ہی تو ہے
ہے سمیع اور بصیر اشان تیری بے شبہ — واحد و رازق کریم و کبریا تو ہی تو ہے
جتنے تیرے نام ہیں ان پر فدا ہوں میری جاں — ڈوبتے کو لے بچا جو وہ خدا تو ہی تو ہے
تو ہے واحد کوئی ساجھی ہے نہیں بیشک ترا — مالک کون و مکان ارض و سما تو ہی تو ہے
تیرے در کو چھوڑ کر مارے پھریں کیوں دربدر — ہم غریبوں کا الٰہی آسرا تو ہی تو ہے
عابد و زاہد ہیں اور روسیاہ کو اے خدا — رزق دینے والا با لطف و عطا تو ہی تو ہے
تو نے ابراہیمؑ کو کیسے بچایا واہ ! واہ!! — آگ گلشن کرنے والا - رہنما تو ہی تو ہے
ایسے طوفاں سے بلا تیری مدد کشتی بچے — پار بیڑا کرنے والا نوح کا تو ہی تو ہے

پاتا ہے ہر شے میں صادق تیرا جلوہ یا خدا
رات دن صبح و مسا جلوہ نما تو ہی تو ہے

(صادق صدیقی)

شذرات

مستقل خریداروں کی توجہ کے قابل

معاونین الکمال کو سالانہ چندہ ختم ہونے سے ایک ماہ قبل بذریعہ رسالہ اطلاع دیجاتی ہے۔ لیکن اس پر عام طور پر خریداراں توجہ نہیں کرتے۔ اور جب رسالہ وی۔پی بھیجا جاتا ہے۔ تو بعض حضرات واپس کرکے رسالہ کو ناجائز نقصان پہونچاتے ہیں۔ یہ ان کا فعل اخلاقی پہلو کے لحاظ سے نہایت شرمناک ہے۔

جن اصحاب کا چندہ ماہ نومبر ۱۹۲۳ء میں ختم ہوتا ہے اور انہوں نے ابھی تک اپنا بقایا چندہ ادا نہیں کیا۔ ان کی خدمت میں اکتوبر ۱۹۲۳ء کا پرچہ بذریعہ وی۔پی ۳ ارسال ہوگا امید ہے کہ وصول کرکے شکرگذار فرماویں گے۔ کیونکہ نومبر ۱۹۲۳ء تک ۱۰ ار ان کے ذمے بقایا قابل ادا ہیں۔

بعض حضرات نے خاص طور پر یہ ورمن اپنے ذمے لے رکھا ہے کہ آڈر وی۔پی لینے کے لئے دیدیا اور رسالہ آنے پر انکار کردیا۔ سمجھ نہیں آتا کہ اس ذلیل روش سے [illegible] کیا آتا ہے۔ اور کون ان کو وی۔پی منگوانے کے لئے مجبور کرتا ہے۔ ظاہرا یہی معلوم ہوتا ہے کہ ان کو علمی ترقی سے دلی بغض ہے۔ جسکی روک تھام کیلئے اپنی استعداد کے مطابق ایسی ناروا حرکت کرنے سے نہیں چوکتے۔

رات کو باہر سونا آجکل نہایت مضر ہے اور یہی بخار کی بنیاد ہے۔ بہت لوگ اس میں مبتلا نظر آتے ہیں۔ خواجہ سعید احمد کے ہاں بھی بیماری کے سبب اب کی دفعہ وہ ناول نہ دے سکے۔ جسکا ہم کو افسوس ہے۔ انشاءاللہ دوسرے پرچہ میں اس کی تلافی کردی جاوے گی۔

رسالہ الکمال نومبر ۱۹۲۲ء سے جاری ہے۔ سوائے نومبر ۱۹۲۲ء و جولائی و اگست ۱۹۲۳ء کے باقی سب پرچے مل سکتے ہیں۔ ۱۹۲۳ء کے مستقل خریداراں کو اپنا فائل مکمل کرنے کے لئے اگر کسی پرچہ کی ضرورت ہو تو ٹکٹ محصولڈاک بھیجنے پر ۱۹۲۳ء تک کے پرچے مفت مل سکتے ہیں۔

(ناظم)

— ✢ —

جان نثار بہن

حضرت خالدؓ بن ولیدؓ نے فصیل دمشق پر رومیوں کو بیت لہیا کیطرف دیکھ دیکھکر اچھلتے کودتے اور خوشیاں مناتے دیکھا۔ تو آپکی توجہ بھی بیت لہیا کیطرف منعطف ہوئی۔ غور کیا تو معلوم ہوا کہ رومیوں کا لشکر اہل دمشق کی مدد کو آرہا ہے۔ تھوڑی دیر میں مخبروں نے بھی اس کی تصدیق کر دی۔ حضرت خالدؓ باب الشرق سے گھوڑا دوڑا کر باب الجابیہ پر پہنچے۔ اور حضرت ابو عبیدہؓ سے اسطرح ہمکلام ہوئے۔

حضرت خالدؓ: "رومیوں کا ایک جرار لشکر اہل دمشق کی مدد کیلئے آرہا ہے۔ میں مسلمانوں کو لیکر اسکے مقابلہ کیلئے جاتا ہوں۔ اس میں آپکی کیا رائے ہے؟"

حضرت ابو عبیدہؓ: "میری رائے میں ایسا کرنا مناسب نہ ہوگا۔ اسلئے کہ اگر ہم لوگ یہاں سے چلے گئے۔ تو اہل دمشق اس مقام پر قابض ہو جائینگے۔"

حضرت خالدؓ: "پھر کیا کرنا چاہیئے؟"

حضرت ابو عبیدہؓ: "میرے نزدیک یہ مصلحت ہے کہ اپنی سپاہ سے ایک بہادر اور کار آزمودہ افسر کو کچھ فوج دیکر رومیوں کے مقابلہ میں بھیجدو۔ اگر وہ کامیابی کی صورت دیکھے تو رومیوں سے معرکہ آرا ہو۔ ورنہ ہمارے پاس واپس چلا آئے۔"

حضرت خالدؓ: "اے امین الامت! میری نظر میں تو ایک شخص ایسا ہے۔ جو زندگی کے مقابلے میں موت کو زیادہ عزیز رکھتا ہے۔ اور بڑے بڑے تجربہ کار جنگجوؤں سے لڑنے کا اہل ہے۔"

حضرت ابو عبیدہؓ: "وہ کون شخص؟"

حضرت خالدؓ: "ضرارؓ بن الازورؓ!"

حضرت ابو عبیدہؓ: "خدا کی قسم! تم نے ایسے شخص کو تجویز کیا ہے۔ جس کی شجاعت و تجربہ کاری مشہور ہے۔ بس اس مہم کو تم انہیں کے سپرد کردو۔"

(۲)

یہ گفتگو کر کے حضرت خالدؓ اپنی فوج میں واپس آئے۔ اور حضرت ضرارؓ بن الازور کو طلب فرما کر ان سے کہا۔

حضرت خالدؓ: "اے ابن الازور! میں تم کو پانسو مسلمانوں کا سردار بنانا چاہتا ہوں جنہوں

سے بہشت کے عوض اپنی جان و مال کو خدا کے ہاتھ فروخت کر دیا ہو۔ اور جو دار فانی پر دار البقا کو اختیار کر چکے ہوں۔ تاکہ میں تمکو اس رومی لشکر کے مقابلہ پر بھیجوں جو اہل دمشق کی مدد کو آ رہا ہے۔"

حضرت ضرارؓ۔ (مسرور ہو کر) آپ نے مجھے بہت بڑی بشارت دی۔ اگر مجھے منع نہ کریں تو میں تنہا رومیوں کے مقابلہ پر جانے کیلئے تیار ہوں۔

حضرت خالدؓ۔ "واللہ! تم بہادر اور قوی ہو لیکن اللہ تعالیٰ دیدہ و دانستہ ہلاکت میں پڑنے کی اجازت نہیں دیتا۔ اسلئے جنکو میں تمہارے ساتھ کر دیتا ہوں۔ انکو لیکر روانہ ہو۔

(۳)

بیت لہیا پہونچکر حضرت ضرارؓ نے ٹڈی دل رومی سپاہ کو پہاڑ کی گھاٹی سے اترتے دیکھا جسکے چمکدار نیزوں۔ زرق برق وردیوں۔ آہنی زرہوں اور خودوں پر سورج کا عکس پڑ کر نہایت پُر رعب منظر پیدا کر رہا تھا۔ حضرت ضرارؓ کی فوج نے رومیوں کی فوج عظیم کو دیکھکر کہا کہ ..... "یہ لشکر تو بہت بڑا ہے۔ بہتر یہ ہے کہ ہم لوگ واپس چلے چلیں۔"

حضرت ضرارؓ۔ خدا کی قسم! میں حلال کی راہ میں شمشیر زنی کرونگا اور اس شخص کی پیروی کرونگا جسنے خدا کیطرف رجوع کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ مجھکو پیٹھ پھیر کر بھاگتے نہ دیکھے گا۔ اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ فلا تولوھم الادبار پس اگر میں دشمنوں سے منہ پھیرونگا تو خدا کا نافرمان ہونگا۔

آں نہ من باشم کہ وقت جنگ بینی پشت من — آں منم کاندر میان خاک و خوں بینی سرے

رافع بن عمیرۃ الطائیؓ۔ "مسلمانوں! تم ان گبروں سے ڈرتے ہو؟ کیا اللہ تعالیٰ نے اکثر جنگوں میں تمہاری مدد نہیں کی ہے؟ خدا کی مدد ہمیشہ ان لوگوں کے ساتھ رہتی ہے جو کفار کے مقابلہ میں ثابت قدم رہتے ہیں۔ ہمارا مختصر گروہ ہمیشہ کثیر التعداد دشمن سے مقابلہ کرتا آ رہا ہے۔ تم اپنے اسلاف کے نقش قدم پر چلو اور جس طرح اصحاب طالوت نے جالوت کے مقابلہ میں دعا مانگی تھی۔ نہایت خشوع و خضوع کے ساتھ دعا مانگو۔ ربنا افرغ علینا صبرا اور پڑھو کم من فئۃ قلیلۃ غلبت فئۃ کثیرۃ باذن اللہ واللہ مع الصابرین

مجاہدین اسلام۔ (ضرار اور رافع کی تقریروں سے متاثر ہو کر بیک زبان) اللہ تعالیٰ ہمکو بھاگتے نہ دیکھے۔ ہم ضرور دشمنان دین سے لڑینگے!"

ٹڈی دل رومیوں کے مقابلہ میں مسلمانوں کی تعداد بالکل کم تھی اسلئے حضرت ضرار مسلمانوں کو لیکر ایک جگہ چھپ گئے اور جب رومی قریب آ گئے تو اللہ اکبر کا نعرہ مار کر باہر نکل آئے۔ مسلمانوں نے بھی تکبیر کی صدا بلند کی جس سے رومیوں کے دل دہل گئے۔ حضرت ضرار نہ زرہ پہنے ہوئے تھے

نہ خود۔ ایک لمبا نیزہ لئے ہوئے عربی گھوڑے پر سوار ہر طرف گشت لگاتے پھرتے تھے۔ رومیوں کی فوج کے ایک حصہ کو آپنے دیکھا کہ اس میں متعدد علم اور صلیب ہیں جس سے آپ سمجھ گئے کہ فوج کا سپہ سالار اسی حصہ میں ہے چنانچہ آپنے سب سے پہلے اسی حصہ پر حملہ کیا۔ اور تاک کر علمبردار ہی کے سینے میں نیزہ مارا جس سے وہ گھوڑے سے زمین پر آرہا۔ اور علم ہاتھ سے چھوٹکر علیحدہ جا پڑا۔ علمبردار کا کام تمام کرکے آپ صلیب بردار پر حملہ آور ہوئے اور اسکو بھی نیزہ کا ایک ایسا ہاتھ مارا کہ وہ بے ہوش ہوکر زمین پر گرا اور صلیب بھی اسکے ہاتھ سے چھوٹکر زمین پر گر پڑی۔ وردان سپہ سالار روم نے اسکو بہت بڑی بدشگونی سمجھا۔ صلیب کو اٹھا لینا چاہا۔ مگر مسلمانوں نے موقعہ نہ دیا۔ اب وردان ہمت ہار کر قلب سپاہ سے بھاگا۔ جسکے پیچھے حضرت ضرار نے بھی گھوڑا ڈالدیا۔ اور رومیوں کی صفوں میں گھسکر لڑنے لگے۔ وردان کے بیٹے حمدان نے جسارت سے کام لیکر آپ کے بائیں بازو میں نیزہ مارا جسکے جواب میں آپنے اسکو ایسا نیزہ رسید کیا کہ اسکا کام ہی تمام ہوگیا۔ حضرت ضرار نے چونکہ انتہائی غیض وغضب کی حالت میں حمدان پر وار کیا تھا۔ اسلئے نیزہ گوشت پوست سے گذرکر ہڈی تک پہونچگیا تھا۔ چنانچہ جب آپنے نیزہ کو کھینچا تو پھل اسکے جسم ہی میں رہ گیا۔ رومیوں نے دیکھا کہ اب حضرت ضرار خالی ہاتھ ہیں۔ تو بزدلانہ ہجوم کرکے آپکو گرفتار کرلیا۔

(۴)

حضرت خالدؓ بن ولید کو حضرت ضرار کی گرفتاری کی خبر ہوئی تو آپکو کمال صدمہ ہوا۔ اسیوقت حضرت ابوعبیدہؓ کی رائے طلب کرنے کیلئے ایک شخص کو بھیجا۔ انہوں نے کہا کہ کسی شخص کو تھوڑی سی فوج کے ساتھ اپنی جگہ پر چھوڑدو۔ اور خود فوج لیکر چلے جاؤ۔ حضرت ابوعبیدہؓ کی رائے کے مطابق حضرت خالد نے میسرہ بن مسروق عبسی کو ایک ہزار فوج دیکر اپنا قائم مقام بنایا اور خود بیت لہیا کیطرف روانہ ہوگئے۔ اثنائے راہ میں آپ نے کمیت گھوڑے پر جسکا قد اونچا تھا۔ اور گردن کوتاہ تھی۔ ایک سوار کو دیکھا جو لمبا نیزہ لئے ہوئے چلا جارہا تھا۔ اسکی وضع قطع سے چستی وشہسواری اور گھوڑے کی باگیں پھیرنے سے شجاعت وشہامت ظاہر ہوتی تھی۔ اس نے باگ کو ڈھیلا کردیا تھا۔ اور اس خوبی سے گھوڑے کی پشت پر جما ہوا تھا کہ گویا اسمیں چسپاں ہے۔ اسکے بدن کا لباس سیاہ تھا جسکے نیچے زرہ چھپی ہوئی تھی اور ایک چادر سے کمر کو خوب مضبوط باندھ رکھا تھا جسکے دوسرے سرے کو سینے سے لیکر پشت تک ڈالے ہوئے تھا۔ اور بجز آنکھوں کے کنارہ کے اور کوئی چیز اسکے جسم کی نظر نہیں آتی تھی۔ اور وہ شعلہ جوالہ کیطرح فوج کے آگے چلا جاتا تھا حضرت خالد کو تعجب ہوا کہ یہ بہادر سوار کون ہے۔ اور آپ اسکو معلوم کرنے کے اشتیاق میں اسکے پیچھے ہولئے۔ لیکن ابھی آپ اپنے مقصد میں کامیاب نہیں ہوئے تھے کہ بیت

لپیا آگیا۔

(۵)

رافع بن عمیرۃ الطائی نے جو حضرت ضرار کے ایک شجاع رفیق تھے۔ اور جو حضرت ضرار کی گرفتاری کے بعد بھی رومیوں سے مصروف پیکار رہے۔ اس سوار کو دیکھا کہ رومی فوج پر اسطرح حملے کر رہا ہے جسطرح باز چڑیوں کے غول پر حملہ آور ہوتا ہے۔ اور رومیوں میں اسکے بے پناہ حملوں سے سخت ابتری پھیل رہی ہے۔ پھر انہوں نے کیا دیکھا کہ وہ سوار رومیوں کے اندر غائب ہو گیا۔ لیکن تھوڑی دیر میں اسطرح برآمد ہوا کہ اسکا نیزہ خون سے تر تھا۔ اسکی حالت سے ایک خاص تاب و اضطراب کا اظہار ہوتا تھا۔ اور ایسا معلوم ہوتا تھا کہ وہ اپنی جان سے بیزار ہے۔ اس نے اسی بےجگری کے ساتھ رومیوں پر دوسرا حملہ کیا اور نہایت بے باکی کے ساتھ رومیوں کی صفوں میں گھسکر مسلمانوں کی نظروں سے پوشیدہ ہو گیا۔ رافع نے سمجھا کہ یہ خالدؓ بن ولید ہیں اور اپنے رفیقوں سے کہنے لگے کہ خالدؓ کے سوا اور کسی نے تو ایسے حملے نہیں ہو سکتے۔ آخر میں حضرت خالدؓ اپنی فوج لئے ہوئے آپہنچے۔

رافع نے متعجب ہو کر حضرت خالد سے "یہ بہادر سوار کون ہے جو اس بےجگری کیساتھ دشمنان دین سے لڑ رہا ہے"

حضرت خالدؓ "واللہ میں خود نہیں جانتا کہ یہ کون ہے۔ اسکے جوش جہاد اور بہادری نے تو مجھے تعجب میں ڈال رکھا ہے"

رافع "اسکی حالت یہ ہے کہ نہایت بےخوفی سے رومیوں کی صفوں میں گھس جاتا ہے اور بڑی بہادری سے دائیں بائیں نیزہ چلاتا ہے"

حضرت خالدؓ "شجاعان اسلام دین خدا کی حمایت کیلئے تیار ہو جاؤ اور دشمنوں پر یکبارگی حملہ کر دو"

یہ سنکر مسلمانوں نے اپنے نیزے سیدھے کر لئے اور حضرت خالد کی معیت میں رومیوں کیطرف بڑھے ناگاہ حضرت خالد نے اس بہادر سوار کو رومیوں کے قلب لشکر سے نکلتے دیکھا اسوقت اسکی حالت آگ کے شعلے کی سی ہو رہی تھی۔ اسکے نیزہ سے خون بہہ رہا تھا۔ اور گھوڑا پسینے سے تر تھا۔ رومیوں کے دلوں میں اسکی اسقدر ہیبت سما گئی تھی کہ جو رومی اسکے قریب آتا۔ اسکے خوف سے اپنی صف میں واپس چلا جاتا۔ اسکے بعد بہت سے رومیوں نے اس سوار کو گھیر لیا اور ایک ساتھ ہو کر اس سے لڑنے لگے۔ یہ حال دیکھکر حضرت خالد نے ان رومیوں پر حملہ کر دیا اور مجاہد سوار رومیوں کے نرغہ سے نکلکر مسلمانوں کی صفوں میں آملا۔ حضرت خالد نے اس سوار سے پکار کر کہا کہ "اللہ تعالیٰ تجھکو جزائے خیر دے۔ تو کون ہے جو راہ خدا میں اسطرح جان نثاری کر رہا ہے۔ برائے خدا ہماری آگاہی کیلئے اپنے ڈھاٹے کو کھولدے"

سوار نے حضرت خالد کی باتوں کا کچھ جواب نہیں اور چاہا کہ مسلمانوں میں پوشیدہ ہو جائے۔

لیکن ہر طرف سے مسلمانوں نے چلانا شروع کیا کہ "اے نیک مرد! ہمارا سردار تجھکو بلاتا ہے۔ اور تجھسے باتیں کرنا چاہتا ہے۔ اور تو اس سے پرہیز کرتا ہے۔ اپنے سردار کے پاس چلکر اپنا نام و پتہ بتا۔ تاکہ وہ تیرے مرتبہ و کمال کے موافق تیری عزت و قدردانی کرے" جب اس پر بھی سوار نے اپنے کو ظاہر نہ کیا تو حضرت خالد خود اسکے پاس گئے اور اس سے اسطرح مخاطب ہوئے۔

حضرت خالدؓ "افسوس! مسلمانوں کے قلوب تجھ سے آگاہ ہونیکے لئے مضطرب ہیں تو کیوں اپنے نام و پتہ سے مطلع نہیں کرتا؟"

سوار نے اخفائے حال کو نا ممکن سمجھکر "اے میرے سردار! میں نے نافرمانی کی راہ سے آپسے اعراض نہیں کیا بلکہ میری روگردانی کی وجہ میری شرم و حیا ہے۔ میں پردہ نشیں عورت ہوں میں خوشی سے اس جنگ میں نہیں آئی ہوں بلکہ میرے دلکا رنج و قلق مجھے لایا ہے۔

حضرت خالدؓ "تمہارا نام کیا ہے اور تم کس قبیلہ سے ہو؟"

سوار "میں ضرار کی بہن خولہ بنت ازور ہوں۔ میں قبیلہ مذحج کی عورتوں میں بیٹھی ہوئی تھی کہ مجھے اپنے بھائی کی گرفتاری کی خبر ملی۔ میں اسیوقت گھوڑے پر سوار ہو گئی۔ اسکے بعد میں نے جو کچھ کیا وہ آپکو معلوم ہے"

حضرت خالدؓ۔ (خولہ کی حالت سے متاثر ہو کر روتے ہوئے) "ہم دشمنوں پر ایکساتھ حملہ آور ہوں خدا سے امید ہے کہ ہم تمہارے بھائی تک پہنچ جائینگے۔ اور ان کو چھڑا لائینگے"

خولہ "مجھ کو اجازت ہو کہ اس حملہ میں سب سے آگے رہوں"

حضرت خالد نے خولہ کی خواہش کے مطابق انکو سب سے آگے رہنے کی اجازت دیدی۔ انہوں نے بڑھ بڑھکر رومیوں پر حملہ کرنا شروع کیا۔ جس سے انکی ہمتیں پست ہوگئیں۔ اور وہ اپنے سردار وردان سے کہنے لگے کہ اگر اس سوار کیطرح تمام اہل عرب ہیں تو انکے مقابلہ میں کامیاب ہونا ناممکن ہے ہمکو واپس چلنا چاہئے۔ لیکن وردان کے ہمت دلانے سے رومی میدان میں کھڑے رہے۔ خولہ بھائی کی جستجو میں دیوانہ وار رومیوں کی صفوں میں گھس جاتیں اور اسطرح دردانگیز اشعار پڑھکر آپ کو یاد کرتیں۔

ابن الضرار لا مراہ یومی ولا یراہ معشری وقومی

یا ولہا یا ابن امی (۲)، کدرت عیشی وازلت نومی

دونوں فریق لڑتے لڑتے تھک گئے تو دم لینے کیلئے اپنی اپنی قیام گاہوں میں واپس آئے۔ یہاں رومیوں کی ایک جماعت حضرت خالد سے امن مانگنے کیلئے حاضر ہوئی۔ اس سے معلوم ہوا کہ وردان نے حضرت ضرار کو حمص روانہ کیا ہے تاکہ وہاں سے انکو ہرقل شاہ روم کے پاس بھیجدے۔ یہ سنتے ہی حضرت خالدؓ

سے رافع بن عمیرہ کو سو بہادر سواروں کے ساتھ حضرت ضرار کو چھڑانے کیلئے روانہ کیا جنکے ساتھ خولہ بھی روانہ ہوئیں۔ مسلمان تیز قدمی کے ساتھ دوسری طرف سے جاکر حمص کے راستہ میں ایک مقام پر پوشیدہ ہو رہے۔ جسوقت رومی حضرت ضرار کو لئے ہوئے اس مقام کے پاس پہونچے جہاں مسلمان چھپے ہوئے تھے حضرت ضرار فراقیہ اشعار دردناک لہجہ میں پڑھ رہے تھے۔ جسکے ایک شعر کا ترجمہ یہ ہے۔

"اے قوم اور خولہ کو میری خبر پہونچانے والے آگاہ ہو کہ میں اسیر ہوں مسلسل ہوں شکستہ بازو ہوں"

خولہ بھائی کے دلدوز اشعار سنکر تڑپ اٹھیں اور یہ کہتی ہوئی کمینگاہ سے نکل پڑیں کہ خدا نے تمہاری دعا اور تمہاری گریہ وزاری کو قبول کر لیا اور تمکو نجات دی۔ میں تمہاری بہن خولہ موجود ہوں اور اللہ اکبر کہکر رومیوں پر حملہ آور ہوئیں۔ ساتھ ہی تمام مسلمانوں نے حملہ کیا۔ ایک گھنٹہ کے اندر تمام رومیوں کو قتل کر کے مسلمانوں نے حضرت ضرار کو چھڑا لیا۔ بہن بھائی آپس میں ملے اور ایک نے دوسرے کو سلام و مرحبا کہا۔ اسکے بعد حضرت ضرار اپنی پیاری اور جان نثار بہن کے ساتھ اس مضمون کے شکریہ کے اشعار پڑھتے ہوئے روانہ ہوئے۔

"اے میرے پروردگار تیرا شکر مجھ پر واجب ہے جو تو نے میری دعا کو قبول کر کے میرے رنج و غم کو دور کیا"

"امید سے پہلے ہی تو نے میری آرزو پوری کی اور میری بہن سے مجھ کو ملایا" (ابو محمد امام الدین)

قند پارسی

رفتم چو دوش بر در کعبہ صدائے او — آمد بگوش ہوش و آمد ندائے او
اے زر نوازِ عشق و محبت مرا بجو — بگزار شوق و خواہشِ زلف و قبائے او
ہر کس کہ ظلم و جبر کند بر رفیق خویش — لازم کہ بودہ باشی نہ تو ہمنوائے او
مرگم شنیدہ دوش بہ محفل رقیب را — گفتا کہ خوب شد کہ رسید ست قضائے او
قاصد رسید و گفت رسید ست ترا اجل — گفتم سرم خمست جو باشد رضائے او
جویم کجا کہ نیست تمکن بہ گوشئے — دل می شود نشانۂ تیرِ ادائے او
آنکس کہ برد را بجز کند در وقیقئے
یوسف بگوش بر در بیت الشفائے او

(ابو سعد پوپلزئی)

درسِ عبرت

نیرنگیٔ دُنیا کا تماشہ ہے نمایاں
غفلت اسے کہتے ہیں کہ عبرت نہیں ہوتی

دنیا کیا ہے؟ مختلف دلاویزیوں اور نیرنگیوں کا حیرت افزا البم۔ مختلف واقعات حادثات اور سانحات کا تصویر خانہ۔ اگر ایک طرف خوشی و مسرت ہے تو دوسری طرف اس سے کہیں زیادہ غم و رنج کے دل شکن ہجوم۔ ایک جانب رنگا رنگ کی تمنائیں اور دوسری طرف حوصلہ شکن آثار یاس کہتے ہیں۔ انسان کو خوف و رجا کے بین بین چلنا چاہیئے۔ ہے تو درست مگر اسکا کون ذمہ وار ہے۔ کہ رجا کے مقابلہ میں یاس و حرماں اور خوف کی جو بدلیاں فضائے امید پر سایۂ فگن رہتی ہیں۔ انکی زد سے کون بچ سکتا ہے۔ اگر ہم دنیا کی چند کامیاب زندگیوں کا بھی جائزہ لیں تو کہنا ہی پڑے گا۔ کہ بجائے درسِ مسرت کے درسِ عبرت کا سبق زیادہ ملتا ہے۔ کامرانی اور خوشی کے مقابلہ میں یاس اور خوف زیادہ ہے۔ خوشی اور کامرانی کی چند گھڑیاں ہوتی ہیں۔ مگر انکے مقابلہ میں توحش اور ناکامی کی گھڑیاں کچھ اور ہی رنگ اور اثر رکھتی ہیں۔ غم رنج کا ہجوم ہمیشہ فضائے زندگی میں نمایاں رہتا ہے۔ گویا خوشی اور مسرت کے ساتھ ہی غم کا سامان بھی ہو جاتا ہے۔ مدتوں کی خوشی ایک فوری غم سے ایسی تلخ ہو جاتی ہے۔ جیسے شکر تری کھانے کے بعد کونین کی گولی کھانے سے منہ تلخ ہو جاتا ہے۔ اور یاد بھی نہیں رہتا کہ کبھی منہ میٹھا بھی ہوا تھا۔ سالوں کی کامرانی تھوڑی سی ناکامی سے زندگی کو بدمزہ کر دیتی ہے۔

سالوں کی زندگی موت کے معمولی خیال سے بھی کرکری ہو جاتی ہے۔ ہم جانتے ہیں کہ ہم کسی نہ کسی وقت ضرور موت ہوکر رہینگے۔ گویا زندگی اس زد سے بچ نہیں سکتی۔ مگر باوجود اس یقین کے بھی خوف موت طاری ہونے سے رہتا نہیں۔ بایں حالات و بایں کوائف یہ کہنے میں تامل نہیں ہونا چاہیئے کہ جس دنیا میں ہم رہتے ہیں۔ وہ ایک درسِ عبرت ہے۔ یا ایک ایسی درس گاہ جسمیں ہمیشہ عبرت پر ہی گفت و شنید ہوتی ہے عبرت ہی کے نمونے زیادہ تر پیش ہوتے ہیں۔

(مہرِ زندگی)

جہاں ہر زندگی چند کامرانیوں اور دلاویزیوں کا نمونہ ہے وہاں چند عبرت خیز واقعات اور

اورسانحات بھی اس سے چسپاں ہوتے ہیں۔ بڑی سے بڑی کامیاب زندگی کو لے لو۔ وہ بھی اپنی زندگی کے ساتھ چند عبرت نما واقعات رکھتی ہوگی۔ دنیا میں سب سے زیادہ کامران زندگیاں حکمرانوں اور بادشاہوں یا امیروں اور دولتمندوں کی سمجھی جاتی ہیں۔ اور ان ہی زندگیوں کی رفتاریں زیادہ تر عبرتی شوکریں لگتی ہیں۔ گو بعض وقت عوام الناس نہیں جان سکتے کہ انکی کیسی گذرتی ہے۔ لیکن جو لوگ چشم غور سے ایسی زندگیوں کا مطالعہ اور تماشا کرتے ہیں۔ انہیں پتہ لگتا ہے۔ کہ ایسی ممتاز زندگیاں کہاں تک طمانیت سے گذرتی ہیں۔ اور انکا حشر کیا اور کیسا ہوتا ہے۔ یوں درس عبرت تو ہر ہستی کو ملتا ہے۔ لیکن جو حشر بڑی بڑی ہستیوں کا ہوتا ہے۔ وہ کچھ اور ہی پہلو رکھتا ہے۔ بڑے بڑے بڑے لوگوں کی ہسٹریاں کہ انہیں درس عبرت میں کیا کچھ سبق ملتے رہے ہیں۔

(زار و قیصر)

موجودہ زمانہ کی نسلوں میں زار روس اور قیصر جرمن کی زندگیاں جوکہ درس عبرت سے آموختہ کرچکی ہیں۔ وہ مخفی نہیں۔ ان دونوں زندگیوں کی پہلی کامران رفتار جو کچھ تیزی بلندی اور شان کا ذان رکھتی تھیں۔ وہ گویا دنیا بھر کی کامرانیوں اور سرسبزی کا نچوڑ تھا۔ یورپ میں یہ دو زندگیاں جو کچھ تفوق اور شہرت رکھتی تھیں۔ انکا مقابلہ بہت کم لوگ کرسکتے ہیں۔ جو ان دونوں ممتاز ہستیوں کا حشر ہوا وہ معمولی نہیں ہے۔ جیسے علو تھا۔ ویسے ہی انحطاط اور تنزل بھی ہوا۔ جیسے عزت و اقبال تھا۔ ویسے ہی ادبار بھی آیا۔ اگر زار سے اب خواب میں بھی پوچھا جائے کہ کیوں حکومت میں کیسا مزا اور کیسا لطف ہے۔ تو یقیناً اسکی ضمیر کراہت ہی سے اسکا اعتراف کریگی۔ اسی طرح قیصر جرمن بھی اپنی گذشتہ زندگی پر ریویو کرتے ہوئے یہ کہنے پر مجبور ہوگا کہ بڑی بڑی زندگیوں کا درس عبرت بھی انوکھا اور غیر معمولی ہی ہوتا ہے۔

کیا ضمیر زار اور قلب قیصر کہہ سکتا ہے کہ انکی زندگیاں باوجود اس عروج اور علو کے آخیر پر کامیاب ثابت ہوئی ہیں۔ اور کیا وہ کہہ سکتے ہیں کہ بڑی بڑی زندگیاں بھی درس عبرت سے خالی رہ سکتی ہیں۔ اور یہ کہ ممتاز ہستیوں کو درس عبرت میں وہ سبق نہیں پڑھائے جاتے ہیں جو معمولی اور متوسط زندگیوں کے خواب و خیال میں بھی نہیں آتے۔

۔ بڑی بڑی ہستیوں کی ظاہری وجاہت اور امارت پر نہ جاؤ۔ انکے دل کے پردوں اور دماغ کے جوف میں اسقدر کشمکش ہوتی ہے کہ خدا کی پناہ۔ ایک

غریب پر جب کبھی زمانہ ہاتھ صاف کرتا ہے۔ اسے غم اور قلق تو ضرور ہوتا ہے۔ لیکن اسقدر نہیں جسقدر ان ممتاز ہستیوں کو ہوتا ہے۔

(طمانیت قلب)

درس عبرت کے سبق یہ سبق دیتے ہیں کہ محض وجاہت اور امارت موجب طمانیت نہیں ہے۔ سامان طمانیت کا تہیہ کسی اور سلک سے ہوتا ہے۔ امارت او سدولت محرک طمانیت نہیں ہے۔ بڑے بڑے دولت مند اور امیر بھی باوجود دولت و ثروت اور امارت کے رات دن قلق اور اضطراب میں رہتے ہیں اور انکے مقابلہ میں مفلس کے دل و دماغ میں وہ طمانیت ہے جو ایسے لوگ خواب میں بھی نہیں دیکھ سکتے ؎ توانگری بہ دل است نہ بہ مال۔

اگر تم دولت اس واسطے چاہتے ہو کہ تمہیں دلی طمانیت حاصل ہو تو نہ چاہو کیونکہ دولت مندوں اور امرا کی تلخ زندگیاں یہ نتیجہ پیش کرتی ہیں کہ یہ شریں بر اس شجر دولت سے بمشکل ملتا ہے۔

درس عبرت تمہیں سبق دے رہا ہے کہ تم مختلف زندگیوں کے حالات مسرت اور کوائف عبرت کا غور سے مطالعہ کرو اور پھر کہو کہ انکی تاریخ تمہیں افسوس کیساتھ کیا کچھ اعلان کر رہی ہے۔

بجائے دولت کے تم اگر قناعت کے خریدار بنو تو تمہیں اس درس عبرت سے یہ سبق بھی ملیگا کہ قناعت ہی موجب مسرت اور محرک طمانیت ہے۔ کچھ ضرورت نہیں کہ تم درس عبرت کی کہانیاں بڑی بڑی زندگیوں کے فسانوں میں دیکھو۔ چھوٹی چھوٹی زندگیاں بھی تمہیں ایک وسعت کے ساتھ اس قسم کی کہانیاں سنا سکتی ہیں۔ جذبات میں بسا اوقات کلیات کے مقابلہ میں زیادہ تر مواد ملتا ہے صرف اس واسطے خواہوں۔ دولت مندوں اور امرا کی زندگیاں دلچسپ نہیں ہیں کہ وہ شاہ اور امیر و دولتمند ہیں۔ نہیں نہیں یہ ایک غلطی ہے اور وہ ہو کہ۔ ان بڑی دوکانوں میں اگر سامان بہت کچھ اور قیمتی ہے تو ان میں سرطن بھی بہت کچھ ہے۔

بجائے ان کے تمہیں عام اور چھوٹی معمولی زندگیوں میں بہت سی مسرت افزا اور مزے کی باتیں ملیں گی جو تمہارے دل اور دماغ پر اچھا اور مسرت افزا اثر کرینگی اور تمہیں معلوم ہو جائیگا کہ بڑی بڑی نامور کھوپڑیوں میں مغز بہت کم ہوتا ہے۔ انکے مقابلہ میں چھوٹی کھوپڑیاں اپنے اندر بہت کچھ رکھتی ہیں۔

درس عبرت ہر جگہ موجود ہے۔ لینے والوں کی ضرورت ہے۔

(سلطان احمد)

دنیا سب ہے فانی یار

وہ گھر چھوڑا اس گھر آیا　　تاریکی میں ڈیرا پایا
کام نہ تھا معلوم کچھ ایسا　　آہ ہوا یہ آنا کیسا
سوچ کے رکھنا قدم ہوشیار
مسافر رہنا تو تیار

تنہا آکر تنہا جانا　　جیسا کرنا ویسا پانا
سخت ہے منزل راہ کٹھن ہے　　کانٹوں سے لبریز چمن ہے
سوچ سمجھ لے اتنا یار
مسافر رہنا تو تیار

موت نہ مانے ایک بہانا　　دھرا رہے سب مال خزانہ
نزع میں کوئی کام نہ آئے　　دیا لیا سب ساتھ میں جائے
دنیا سب ہے فانی یار
مسافر رہنا تو تیار

یہ دنیا ہے گورکھ دھندا　　سخت بلا ہے اس کا پھندا
مرنے پر جب آنکھ کھلے گی　　تب تم کو یہ بات ملے گی
عمر گنوائی سب بیکار
مسافر رہنا تو تیار

بھلا کرے تو ملے بھلائی　　برا کرے تو ملے برائی
جیسا بوئے ویسا پائے　　نیکی کرے نہ پچھتائے
اچھا ہے یہ بھائی بیوپار
مسافر رہنا تو تیار

موت کا کوئی وقت نہیں ہے　　پیک اجل ہر وقت قریں ہے
رفعت اس کو دور نہ جانو　　مرنا ہے یہ دل میں ٹھانو
کرم سے مولا کر دے پار　　(رفعت)
مسافر رہنا تو تیار

ندامت کے آنسو

سورج دنیا کے زر دلرگنتوں کی سیاہ کاری سے متنفر ہو کر گوشہ مغرب میں چھپ گیا۔ پر اس ظلمت انگیز دنیا کی بدکاریوں کو چھپانے کیلئے اُن کے گناہوں پر وقت کی سیاہ چادر ڈالدی۔ جس سے رات ہو گئی۔ مگر ظالموں نے وقت کی قدر نہ کرتے ہوئے اندھیری رات سے فائدہ اُٹھایا اور غریبوں کو زر کی روپہلی جھلک دکھا دکھا کر اپنے دام تزویر میں پھانسنے لگے۔ چنانچہ اسوقت اس اندھیری رات میں۔ اس ہوس کے عالم میں ایک امیر انسان ایک بھولی بھالی دہقان عورت کو اپنی ناجائز خواہشات کا غلام بنانے کیلئے اُکسا رہا ہے۔

کرسٹو۔ (سلسلۂ کلام جاری رکھتے ہوئے) "ہاں۔ ہاں تمہاری حالت ایک جنگلی پھول کی سی ہے جس طرح کہ وہ زمانے کے ناموافق تھپیڑوں کی زد میں آکر اپنے آپکو فنا و برباد کر دیتا ہے۔ اسی طرح تم بھی ایک نہ ایک دن دنیا سے بے نیل و مرام و بے لطف اُٹھ جاؤگی۔ ایمیلیا کیا تم سنتی ہو؟"۔

ایمیلیا........

کرسٹو۔ "افسوس ہے۔ ایسی زندگی پر۔ آہ! اگر آج تم نیویارک میں ہوتیں تو دیکھتیں کہ ایک زمانہ تمہارے حسن کا مداح ہوتا۔ سینکڑوں نہیں ہزاروں تمہارے ساتھ نامہ و پیام رکھنے کی آرزو رکھتے اور لاکھوں تمہارے ساتھ راہ و رسم رکھنے کی تمنا کرتے!"

ایمیلیا۔ "مگر وہ مجھے پیار کرتا ہے۔ دل سے چاہتا ہے"

کرسٹو۔ "صرف اسلئے کہ اگر آج تم اُسکا ساتھ چھوڑ دو تو کوئی بھی لڑکی اُسکے ساتھ شادی کرنا گوارا نہ کریگی"

ایمیلیا۔ "مگر میرا معصوم جارج کیا کرے گا!"

کرسٹو۔ "پہلے ہم اُسے چھوڑ جائینگے مگر چند دنوں کے بعد میں اُسے تمہاری چھاتی کیساتھ لگا دونگا۔ تسلی رکھو"

ایمیلیا۔ "نہیں نہیں دنیا کیا کہے گی؟"

کرسٹو۔ (بالنسہ اُلتفات دیکھکر) "کیا تم نے لاکھوں مثالیں نہیں دیکھیں کہ فلاں عورت اپنے خاوند کے بُرے سلوک سے تنگ آکر بھاگ گئی۔ فلاں خاوند کے اکھڑ پن سے گھبرا کر روپوش ہو گئی۔ فلاں خاوند کی بدصورتی سے متنفر ہو کر چلدی۔ دنیا تمہاری بھی کوئی ایسی ہی بات سمجھے گی"

ایمیلیا۔ "مگر دنیا مجھے کیا کہیگی؟ میرا خاوند اکھڑ نہیں بدصورت نہیں اتنا غریب بھی نہیں۔ کیا سب

میری جان پہچان والے مجھ پر لعنت نہ بھیجینگے؟"

کرسٹو: بھیجنے دو۔ ہمیں اسکی کیا پرواہ ہے جسطرح کہ ہاتھی کے پیچھے کتے بھونکتے ہیں اور وہ پروا نہیں کرتا اسیطرح اگر تم نے بھی دنیا کی سٹیج پر نام پیدا کرنا ہے تو ہرگز ہرگز ان باتوں کی پرواہ نہ کرو۔ اس بات کا زیادہ سے زیادہ دو تین دن چرچا رہیگا۔ آخر صدا اُٹھی اکیطرح یہ بات بھی اور باتوں کیطرح معدوم ہو جائیگی"

ایمیلیا: "تو کیا نیو یارک کی زندگی بہشت کی زندگی ہے؟"

کرسٹو: "بیشک بلکہ اس سے بھی بڑھکر۔ دنیا کی ہر ایک چیز تمہیں میسر ہوگی تمہیں کبھی آگ جھونکنے کی تکلیف نہ ہوگی۔ جسطرح کہ بہشت میں کسیطرح کی تکلیف نہیں۔ آسائش ہی آسائش ہے اسیطرح نیویارک دنیا میں بہشت کا نمونہ ہے۔ کیا تم نہیں چاہتیں کہ بہشت میں جاؤ؟"

ایمیلیا کے منہ سے خوشی کی وجہ سے ایک چیخ نکل گئی۔ اُسکے تصور نے نئے نئے طرز کے لباس عمدہ عمدہ گھوڑے۔ موٹریں۔ آراستہ پیراستہ کرکے پیش کئے۔

کرسٹو: (آہستہ سے ایمیلیا کے کان سے منہ لگاکر) "تو کیا تم تیار ہو؟"

ایمیلیا: "ہاں"

کرسٹو: "کب؟"

ایمیلیا: "جب تم چاہو"

کرسٹو: "تو پھر ابھی میری موٹر موڑ پر کھڑی ہوگی"

ایمیلیا: "بہت بہتر میں ابھی آئی" اٹھکر روانہ ہوگئی۔ حرص و ہوا کا بندہ شیطان کا غلام خوشی سے ناچتا ناچتا ہوا موٹر میں سوار ہوگیا۔

(۲)

اس واقعہ کو چھ ماہ گذر گئے۔ ایمیلیا اب مسز کرسٹو پال کے نام سے نیویارک کی کوٹھی میں رہتی ہے اُسکو دنیا کی آسائشیں میسر ہیں۔ اُسکی چھوٹی سے چھوٹی اور بڑی سے بڑی خواہش آن کی آن میں پوری کردی جاتی ہے۔ وہ دن رات دولت میں کھیلتی ہے۔ کیا وہ خوش ہے؟ اسکا جواب اُسکا زرد چہرہ اور اندر دھنسی ہوئی آنکھیں دینگی۔ اس چھ ماہ کے عرصے میں اُسکو کسی نے مسکراتے ہوئے نہیں دیکھا وہ ایمیلیا جو بات بات پر مسکرایا کرتی تھی۔ وہ ایمیلیا جو خداداد حسن سے مزین اپنے چھوٹے سے قصبے میں ممتاز تھی ہاں ہاں وہ ایمیلیا جو شہر بھر پر حکمرانی کیا کرتی تھی۔ ایک عالیشان کوٹھی میں ایک قیدی سے زیادہ کچھ نہیں۔ وہ ہر وقت اپنے کمرے میں بیٹھی ہوئی پیانو پر درد بھرے گیت گایا کرتی ہے اور ہر شام سونے سے پیشتر دو رکعت اس قاضی الحاجات سے اچھے دنوں کے لئے ملتجی ہوا کرتی ہے۔

رات کے بارہ بجے ہیں۔ مسٹر کرسٹو پال کئی دنوں سے ایمیلیا کو ملنے کیلئے نہیں آیا۔ اُسکی غیر حاضری نے جلتی پر تیل کا کام کیا۔ ایک تو وہ پہلے ہی اکیلا رہنے سے گھبرایا کرتی تھی۔ اُسکی متواتر غیر حاضری سے اُسے زندگی سے دل برداشتہ کر دیا۔ وہ ایک شیشی ہاتھ میں لئے ہوئے بیٹھی ہے۔

ایمیلیا۔ (دیوانہ وار) مکر و فریب و ریاکاری سے بھری ہوئی دنیا ے آج تیری دلی مرادیں پوری ہونگی۔ خوفناک دنیا مجھے اپنی انگاروں کیطرح دہکتی ہوئی آنکھوں سے گھور گھور کر نہ ڈرا۔ میں یہ زہر پی کر تجھ سے چھٹکارا پالونگی ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ بے رحم دنیا تیرے عشوے یہ تیری خوبصورتی جھوٹی دنیا و اُسے جھوٹے ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ لوٹ لیتے ہیں میں تختہ سے تخت پر لائی گئی۔ نہیں نہیں معصوم لوگوں میں جنت سے جہنم میں گرادی گئی ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ " اسوقت جبکہ وہ دنیا سے ناامید تھی۔ اسوقت جبکہ دنیا میں اُسکا کوئی نہ تھا۔ اُسوقت جبکہ وہ کہیں کی نہ رہی تھی۔ اُسوقت جبکہ وہ دنیا میں بے بس و بے کس تھی، عین اُسوقت جبکہ وہ پاداش عمل سے گھبرا کر زہر پینے لگی تھی۔ دیوار پر اُسے اُسکا معصوم بچہ امی امی پکارتا ہوا سنائی دیا۔ اور اُسکا خاوند بازو پھیلائے ہوئے چھاتی سے لگانے کا مشتاق دکھائی دیا۔ وہ ایک مرمری بت کیطرح بے حس و حرکت ہو گئی۔ بے اختیاری میں زہر کی شیشی اُس کے ہاتھ سے گر کر سنگین فرش پر ٹکڑے ٹکڑے ہو گئی۔

ایمیلیا چیخکر "میں آئی۔ میرے معصوم بچے میرے پیارے"۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ بیہوش ہو گئی۔"

ایمیلیا کی جدائی غریب منٹو (ایمیلیا کا خاوند) برداشت نہ کر سکا۔ ایمیلیا کے بغیر اُسے دنیا ویران دکھائی دینے لگی۔ اُس نے ایمیلیا کی بہتیری تلاش کی۔ مگر بے سود۔ افسوس اُسکی تمام محنتیں رائیگاں گئیں۔

ایک رات جبکہ برف پڑ رہی تھی۔ منٹو۔ ایمیلیا کے تصور میں بے حس و حرکت دروازے سے ٹکٹکی لگائے ہوئے بیٹھا تھا۔ دیکھنے سے ایسا معلوم ہوتا تھا کہ وہ کسی کے انتظار میں چشم براہ ہے ناگہاں دروازہ کھلا۔ ایمیلیا کمرے میں داخل ہوئی۔ منٹو ایک برق زدہ شخص کی طرح اُٹھا اور دھڑام سے زمین پر گر گیا۔ جب اُسکو ہوش آیا تو اپنے سر کو ایمیلیا کی گود میں پایا جس پر گرم آنسو بہہ رہے تھے۔

(ایم۔ اے۔ مقبول)

زبردست بیوی

(گذشتہ سے پیوستہ)

صحبت بد پر چونچیں

" یار بد بدتر بود از مار بد "

اعجاز نے کھانے سے فراغت پاتے ہی نسیم سے اپنی مخصوص طرز میں استفسار کیا۔ اعجاز "کہو نسیم میری غیر حاضری میں کیسے کٹی" نسیم "جس طرح ہجر کی یاد وصال میں کٹتی ہے۔ یا عاشق کی تصور معشوق میں گذرتی ہے۔ اعجاز۔ تمہارے سر کی قسم میرا حال بھی بلشرح صلہ یہی رہا۔ رشیدہ (روہانسے لہجہ میں) پیارے اعجاز مانا کہ قدرت نے آپ کو میری زندگی کا سہارا اور متکفل قرار دیا ہے۔ مگر میرے ایمان کا ضامن نہیں بنایا۔ لہٰذا مجھے یہ کہنے کی اجازت دیں کہ اس نوعیت کی گفتگو سے ان لمحوں میں آپ میری عزت کا جو کہ ایمان کا ایک جزو ہے۔ خون کر رہے ہیں" اعجاز۔ (چیں بجبیں ہوکر) "تم بیوی نہیں۔ بلکہ وبال جان ہو۔ اگر میں جام عیش (شراب) کو ذرا منہ لگاؤں تو تمہاری زندگی کو خطرہ لاحق ہوتا ہے۔ اگر کسی سے ہمکلام ہونا چاہوں تو تمہاری عزت کا خون ہوتا ہے۔ حیران ہوں کہ شادی کر کے کس شکنجہ میں جکڑا گیا" رشیدہ "کسی سے نہیں بلکہ آپ کی مخاطب علیہ ایک مشتبہ چال چلن کی عورت ہے" نسیم۔ (غصہ سے) "بہن۔ کچھ حوصلہ سے کام لو۔ کیا میں غول بیابانی ہوں کہ تمہارے خاوند کا ایمان یا چال چلن بات کرنے میں ہی اڑا لونگی۔ بری ہوں تو اپنے لئے۔ بھلی ہوں تو اپنے لئے۔ مثل مشہور ہے۔ یار کی یاری سے کام ہوتا ہے۔ اُس کے اعمالوں سے کیا واسطہ" رشیدہ "یہ کسی جاہل کا مقولہ ہے۔ صحبت بد ایک متعدی مرض ہے جسکی تصدیق و توثیق با صحت سے متقدمین اور متاخرین میں سے ایک متنفس بھی انکار نہیں کر سکتا۔ اگر صوفی کا لڑکا پیدا ہوتے ہی کسی ڈاکو کی زیر حفاظت پرورش پائے۔ تو بڑا ہو کر یقیناً خلق خدا کی ہلاکت کا باعث ہوگا۔

پسر نوحؑ با بداں بنشست — خاندان نبوتش گم شد
سگ اصحاب کہف روزے چند — پئے نیکاں گرفت مردم شد

اعجاز:- تم نے دیدہ دانستہ میرے عفت کے جذبات کو مشتعل کرنے کی ٹھان لی ہے۔ تم میرے سامنے ایک اس عورت کی توہین کر رہی ہو۔ جس کی محبت میری روح کو تقویت و تازگی بخشنے والی ثابت ہوئی ہے۔ **رشیدہ**:- یہ محض آپکے حسن ظن اور جوش اعتقادی کا نتیجہ ہے۔ وگرنہ ؎

صحبت ناجنس گر جاں بخشدت خوش دل مباش
آب را دیدی کہ ماہی را بہ آب افگند و رفت

"اگر ناجنس کی محبت سے تمکو زندگی بھی نصیب ہو تو خوشدل نہ ہو۔ تم نے پانی کو دیکھا کہ مچھلی کو جال میں پھنسا کر آگے نکل جاتا ہے"

اعجاز:- کیا ایک شریف اہلیہ کیلئے یہ واجب ہے کہ کسی اجنبی کی حاضری میں اپنے خاوند کی عقل و دانش پر حملہ کرے"

"مذہبی سین"

رشیدہ:- آپ میری اس نہری خدمت کو نظر انداز کر رہے ہیں۔ جو کہ میں مذہبی نقطۂ نگاہ سے امر بالمعروف ونہی عن المنکر کا فرض ادا کرنے سے بجا لا رہی ہوں" **اعجاز**:- کیا مذہب اسی کا نام ہے کہ وہ انسانی پودے کو عیش عشرت کے پانی سے سیراب نہ ہونے دے" **نسیم**:- اگر مذہب کوئی ایسی ہی باسی شے ہے۔ تو بہن رشیدہ خدارا فی الحال اسکو اپنے جزدان میں ہی بند رہنے دو جب میں چلی جاؤں تو کھول لینا" **رشیدہ**:- (بڑے جوش سے) مذہب وہ آلہ ہے۔ جو کہ تمہارے جیسی آلودہ خیال آوارہ مزاج عورتوں کو سلک آدمیت میں منسلک و منضبط کرنے کے کام آتا ہے جس طرح جسمانی مجرموں کیلئے تعزیرات ہند مرتب ہے۔ اسی طرح روحانی ملزموں کیلئے مذہب ان کی درستی کا واحد ذریعہ ہے۔ ؎

جب دین نہ ہو اصلاح بشر دنیا میں پھر آخر کون کرے
غفلت کے سوا اس محفل میں مہمان کی خاطر کون کرے

اعجاز:- نسیم چپ ہو رہو۔ رشیدہ کے ساتھ مغز خوری یا دماغ سوزی کرنا کچھ سودمند نہیں اسکی پیدائش شاید ایام محرم میں واقع ہوئی ہے۔ عیش کا تو نام تک لینے سے عاری ہے" **رشیدہ**:- یاد رکھئے کہ خیالات کی یہ اکڑ فوں اسی وقت تک استادہ و استوار ہے جب تک مرغ روح قفس عنصری سے پرواز نہیں کرتا۔ جب زندگی کا پیمانہ لبریز ہونے پر آتا ہے۔ تو حضور جیسے عیش

مرید یہ کہتے ہوئے دم توڑتے ہیں:" ؎

تھی فقط غفلت ہی غفلت عیش کا دن کچھ نہ تھا | ہم نے سب کچھ اسکو سمجھا تھا و لیکن کچھ نہ تھا
طالبِ دنیا کو وقتِ نزع کیوں ہوتی نہ یاس | تھا جو ظاہر ہو گیا وہ ختم" باطن کچھ نہ تھا

اعجاز:- تو کیا مذہب ترکِ دنیا کی تعلیم دیتا ہے؟ **رشیدہ**:- ہرگز نہیں۔ مذہب میں ہی تو رعایت ہے۔ کہ دین میں دنیا موجود ہے۔ مگر دنیا میں دین موجود نہیں۔ چنانچہ ہمارے مقدس۔ اعلیٰ و برگزیدہ مذہب اسلام نے ہمیں رَبَّنَا آتِنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَفِي الْآخِرَةِ حَسَنَةً کی دعا سکھائی ہے۔ جسکا مفہوم یہ ہے۔ کہ اے ہمارے پروردگار۔ تو ہمیں دنیا میں بھی خیر و برکت دے اور آخرت میں بھی خیر و برکت عنایت فرما یہی نہیں۔ بلکہ اور واضح طور پر ارشاد کر دیا گیا۔ جس شخص کو اپنے اعمال کا بدلہ دنیا میں درکار ہے سو اللہ کے پاس دنیا اور آخرت دونوں کے اجر موجود ہیں جن لوگوں نے اس نقطہ کو نہ سمجھا اور عملاً دنیا کو بالکل الگ اور دین کو اس سے جدا جانا۔ وہ بعینہٖ اس شعر کے مصداق ہیں:" ؎

دنیا و دیں کے ربط کی رسی کو کاٹ کے | دھوبی کے کتے ہو گئے گھر کے نہ گھاٹ کے

اعجاز:- ذرا فریضۂ نماز کی فلاسفی تو بیان کرو۔ کہ دن میں پانچ بار کی طلبی۔ کوئی دنیادار ایسا ہے؟ جو ان پے در پے تقاضوں سے برداشتہ دل اور پریشان خاطر نہ ہو:" **رشیدہ**:" آپ کی معقول تعلیم کو پیش نظر رکھتے ہوئے مجھے شک ہے کہ تجاہل عارفانہ سے کام لے رہے ہیں۔ خیر۔ سنئے:- نماز بے حیائیوں سے روکتی ہے۔ اور وَاعْتَصِمُوا بِحَبْلِ اللَّهِ جَمِيعًا کا عملی طور پر صحیح نمونہ پیش کرتی ہے جو شخص دن میں متواتر پانچ بار دربارِ مولےٰ پر اپنی جبین نیاز رگڑتا ہے۔ ناممکن ہے کہ اسکی روح پلیدی و نجاست اور پراگندہ خیالات سے پاک نہ ہو جائے۔ دوسرے جب پانچ مرتبہ اہل محلہ ایک جگہ اکٹھے ہو کر ایک ہی مولےٰ کی درگاہ میں حاضر ہونے کا شرف حاصل کرینگے تو لازمی و لابدی ہے کہ ان کے دلوں میں باہم اختلاط و ارتباط پیدا ہو گا۔ نفرت و حقارت کی جگہ الفت و محبت جڑ پکڑیگی۔ نماز جمعہ شہر۔ دیہات یا قصبہ کی سب سے بڑی مسجد میں ادا کرنے کا حکم نازل فرمایا گیا۔ تاکہ تمام شہر کے لوگوں میں راہ و ربط بڑھے۔ اور پھر عید کی نماز میں نہ صرف شہر بلکہ گرد و نواح کی آبادی بھی ایک جگہ اکٹھی ہوتی ہے۔ مزید براں فریضۂ حج پر غور کرو۔ تو سال بہ سال تمام دنیا کے مسلمانوں کو ایک مرکز پر مجتمع ہونے کی ہدایت کی گئی ہے۔ جس میں کہ ہر شخص کو تجارتی۔ تمدنی۔ معاشرتی تجربات کو وسیع کرنیکا خاص موقعہ مل سکتا ہے۔ اتحاد جس کو اہل سیاست ایک عظیم الشان طاقت کے نام سے

پکارتے ہیں۔ استغار دج پرور نظارہ سوائے مذہب اسلام کے اور کوئی دنیا کا مذہب بھی دیکھ تو پیش کرنے سے قاصر ہے۔ "**اعجاز**" اور زکواۃ؟ "**رشیدہ**" جن ہستیوں کو کار پردازان قضا و قدر نے نچلے پیمانے پر بنایا۔ ان کے حقوق اسلام نے متمول باوقار اور اعلےٰ طبقہ کے لوگوں کے ساتھ پر زور احکام سے وابستہ کر دیئے تاکہ یہ جماعت قوم کا جزو بنی رہے۔ اور افلاس و ناداری سے مفلوک الحال ہو کر عضو معطل کی صورت اختیار نہ کرلے۔ اس سلسلہ کو باقاعدہ طور پر جاری رکھنے کیلئے بیت المال کی بنیاد ڈالی گئی۔ مگر آجکل اس سابقہ تنظیم کا نشان چراغ لیکر ڈھونڈنے سے بھی نہیں ملتا۔ جس کا نتیجہ آپ کے سامنے ہے۔ یعنی مسلمانوں کے افلاس و تنگدستی کی داستانیں گھر گھر سنی جاتی ہیں۔ اگر مسلمان ابتدائی زمانہ کیطرح اسکا انتظام و اہتمام کرلیں۔ تو قومی حالت کی خستگی و بوسیدگی کا بہت کچھ انسداد اور سدباب ہو سکتا ہے۔ اب آپ نے سمجھ لیا ہوگا۔ کہ اسلام مقاصد دنیا کے ہر پہلو کو کس خوبی سے اپنی آغوش میں لئے ہوئے ہے "**اعجاز**" نسیم تم بھی کچھ کہو۔ میرا تو قافیہ تنگ ہو گیا۔ "**نسیم**" میں تو صرف روزہ کی حسنات و برکات ہی سنانا چاہتی ہوں۔ جس کے رکھنے سے جان پر آبنتی ہے۔ "**رشیدہ**" روزہ کے فوائد ان گنت ہیں۔ مگر میں اس وقت صرف چھ (۶) بیان کرونگی۔ (۱) روزہ دار کو روٹی کی قدر آتی ہے۔ (۲) روزہ جسمانی تندرستی کیلئے مفید ہے کیونکہ اس سے ردی رطوبتیں۔ جن سے اکثر امراض پیدا ہوتی ہیں۔ خشک ہو جاتی ہیں (۳) رمضان میں لوگوں کی روزیاں زیادہ ہو جاتی ہیں۔ اور عام لوگوں کو فائدہ پہونچتا ہے۔ (۴) رات کو لوگ نماز تراویح میں قرآن مجید پڑھتے ہیں اور اس سے لوگوں کو قرآن مجید کے حفظ کرنے کا شوق پیدا ہوتا ہے اور خدا کا وہ وعدہ جو اس نے کلام پاک کو محفوظ رکھنے کا فرمایا ہے۔ پورا ہوتا ہے۔ (۵) روزہ سے مسلمان صابر و ضابط رہتا ہے۔ (۶) روزہ سے بہت بڑا فائدہ یہ ہے کہ روزہ دار کو ان مصیبت زدہ لوگوں کی مصیبت کا اندازہ ہو سکتا ہے۔ جنکو پیٹ بھر کھانا میسر نہیں ہوتا۔ اور اسطرح ان کی امداد کا خیال پیدا ہوتا ہے "**اعجاز**" اسلام کے قوانین و ضوابط لامحالہ کھلے۔ صاف اور مفید ہیں۔ مگر ان پر کاربند ہونا۔ کارے دارد والا مضمون ہے سچ پوچھو تو اچھے خاصے قیدی جیسی مشقت اٹھانی پڑتی ہے "**رشیدہ**" آہ۔ اس خدائے کریم کی عبادت کو مشقت خیال کرتے ہو جس نے انسانی آرائش و آسائش کیلئے پانی کی سطح پر مٹی کا فرش بچھایا۔ اس پر باغ لگائے۔ باغوں میں گوناگوں اور بوقلموں میوہ دار اشجار لگائے۔ اس پرند پر نظر ڈالو۔ جس نے صبح سویرے اٹھکر خدا کی حمد میں نغمہ سرائی کی۔ کیا اس پرند سے بھی ہمت میں کم ہو

روز امتحان سے ڈریئے ۔ ورنہ یہ نوٹ کر لیں ۔ کہ آپ کی لونڈی رشیدہ مذہب مذہب پکارتی آپ
کے قدموں میں جان دیدیگی ۔ کیونکہ میری محبت یہ گوارا نہیں کرتی کہ آپ روز آخرت کو گناہگاروں
کی صف میں اٹھائے جائیں ۔ اور نار جہنم کے شعلے آپکو خاکستر کر دیں"۔ **اعجاز** "میری رہنما
رہبر بیوی! شاباش ۔ ہر عورت کو اپنے خاوند کی رفاقت میں نہ صرف دنیا میں ثابت قدم ہونا چاہئے
بلکہ تم نے راستہ بتایا کہ عاقبت میں بھی خاوند کا ساتھ اور دامن نہ چھوڑے ۔ میں تمہاری مدلل ۔
پرمعنی ۔ مبنی بر فلاح و بہبود تقریر سے کافی متاثر ہو چکا ہوں اور تمہارے سامنے خدا سے عہد کرتا
ہوں کہ آئندہ تختۂ موت تک انشاءاللہ مذہب کا ہر حکم بجا لانے میں بدل و جان کوشش کرونگا"
رشیدہ ۔ (خوشی سے اچھلکر) خدا آپکو توفیق بخشے ۔ آمین"۔ **نسیم** ۔ (اعجاز سے) "میں تو آپکو پیر
مغان سمجھتی تھی ۔ مگر آپ تو خمیر کے بالکل کچے نکلے ۔ کہ باتوں باتوں میں ہی پگھل گئے"۔ **رشیدہ** ۔
(پیشانی پر بل ڈالکر) تو کیا تمہارے خیال میں انہوں نے کوئی برائی کی"۔ **نسیم** "برائی بھلائی تو وہ خود
جانتے ہونگے ۔ ہاں میں تو اتنا کہہ سکتی ہوں کہ اعجاز نے ایک ایسے امر کے ایجاب و قبولیت پر آمادگی
ظاہر کی ہے جس پر عمل پیرا ہونے سے عیش و عشرت کی دھجیاں اڑ جاتی ہیں"۔ **رشیدہ** "تم عیش
کے معنی نہیں سمجھتی ۔ عیش کے صحیح معانی اپنا ذوق ہے ۔ جو عیش تمہیں شراب میں حاصل ہوتا ہے ۔
صوفی کو خدا کی یاد میں میسر ہوتا ہے ۔ ایک رنڈی باز اپنی معشوقہ کے وصال کو نعمت دو جہاں تصور
کرتا ہے ۔ مگر ایک پارسا و متقی جلوہ الٰہی کو وصال یار کے نام سے پکارتا ہے ۔ تمہاری گفتگو سے
یہ نتیجہ اخذ ہوتا ہے ۔ کہ تم حقیقی اور غیر حقیقی عیش میں تمیز کرنے سے عاجز ہو"۔ **نسیم** "مگر مذہب بھی
تو بوجھل ہے ۔ کہ انسان کا کچومر نکال لیتا ہے ۔ دن رات کی عبادت اور پھر ذرا زور سے ہنسو تو
مذہب کہتا ہے ۔ ادب ۔ چپ ۔ خدا ناراض ہوتا ہے ۔ کیا تمہیں غم یاد نہیں"۔ **رشیدہ** "تم خدا کا مذاق
اڑاتی ہو ۔ تمہیں یاد نہیں کہ کس نے تمہیں پانی کی بوند سے خون ۔ خون سے گوشت ۔ گوشت سے
ہڈیاں ۔ ہڈیوں سے مناسب اعضا میں مرتب کیا پھر اس میں روح پھونکی ۔ شکل میں رعنائی بخشی
جب قوت ناطقہ بخشی ۔ تو بجائے اس کا شکریہ ادا کرنے کے اس پر پھبتیاں اڑاتی ہو ۔ یہ
جوبن ہمیشہ رہنے کا نہیں ۔ وہ دن قریب ہے ۔ جب کہ تمہارے رخساروں پر سرخی کی
جگہ جھریاں چھا جائینگی ۔ سر کے بال سفید ہونگے ۔ بدن کے ہر اعضا میں رعشہ طاری ہوگا
غرضیکہ تمہارا نام بجائے پیاری نسیم کے بڑھیا یا پھاپھا ہو جائیگا ۔ ان لوگوں کی طرف دیکھو
جو کہ پچھلے سال تمہارے ساتھ تھے ۔ اب نہیں ہیں ۔ قبر میں بیخود پڑے ہیں ۔ اور ان کی کھوپڑی

میں گوہ تھمسی پڑی ہے۔ ؎

کبھی شادی کبھی ماتم کبھی عشرت کبھی عسرت
ہمیشہ ایک سی حالت نہیں رہتی زمانے کی

خدا کے عذاب سے ڈر۔ اور دوزخ کی اس دہکتی ہوئی آگ سے خوف کھا۔ جس کی آتش کی گرمی کی مثال دنیا پیش نہیں کر سکتی۔ بڑھاپے میں پہلوانوں۔ ایکٹروں اور رنڈیوں کا جو حشر ہوتا ہے۔ اس سے مجھے امید ہے کہ تم ناآشنا نہیں ہوگی۔ میری دلی آرزو ہے۔ کہ تمہاری زندگی اس جامہ شیطنت سے مخلصی پا جائے۔" **نسیم**۔ (سر جھکا کر) "پیاری بہن۔ خدا آپ کو ان نیک ارادوں کا اجر عظیم عنایت فرمائے۔ مگر میں اپنا ذریعہ معاش کیا مقرر کروں۔" **رشیدہ** تو کیا ساری دنیا کی عورتیں کھڑکی میں بیٹھ کر بازاری اچکوں کے ساتھ آنکھیں لڑانے ہی سے روٹی کما سکتی ہیں؟" **نسیم** "نہیں۔ مگر شادی کا انتظام تو بچپن سے ہوا ہوتا ہے" **رشیدہ** "خیر اس کا تم فکر نہ کرو۔ یہ انتظام میں خود کر لونگی۔" **نسیم** "تو آپ میری طرف سے مختار ہیں۔ جیسا کریں مجھے بسر و چشم منظور ہے۔" **رشیدہ** "خدا تمہیں اس نیک قول پر ثابت قدم رہنے کی توفیق بخشے۔"

(باقی آئندہ)

دولت علی دولت

اب کوئی منتظرِ نفخ و فی الصور نہیں

تجھکو ہے جسکی تجسس وہ کوئی دور نہیں
ہاں مگر چشمِ بصیرت میں ترے نور نہیں

وہ کوئی خلد نہیں اور تو کوئی حور نہیں
کیوں تیری بزم میں ہوتا مرا مذکور نہیں

بے حجابانہ مرے سامنے آ پردہ نشیں
یاں کوئی موسیٰ نہیں جلوہ گہِ طور نہیں

یوں تو ہر ایک ہی کہتا ہے انا الحق لیکن
سرِ سرِ دار نہ ہو جسکا وہ منصور نہیں

وہ پری چہرہ کجا اور میں دیوانہ کجا
خواہشِ وصل کروں یہ مرا مقدور نہیں

میرے نالوں نے قیامت کو اٹھایا سرِ گو
اب کوئی منتظرِ نفخ و فی الصور نہیں

پہلے گو باندھتے ہیں عہد وفا کا۔ لیکن
وعدہ ایفا ہو حسینوں میں یہ دستور نہیں

کیا ہی معقول ہے نانک کا مقولہ یوسف
کوئی ہستی نہیں دنیا میں جو رنجور نہیں

(یوسف)

خطاب بہ قوم

اے پتلۂ تغافل اے نام لیوا اسلام — نکہت گرفتہ مسلم اے بندۂ اصنام
اسلافِ صالحیں را گم کردہ تو بس نام — اے طالبِ صراحی ممنونِ صوتِ جام

مدہوشیاں یہ کب تک تا کے یہ خوابِ غفلت
چھایا رہے گا کب تک تجھ پہ سرابِ غفلت

غفلت نے تیری ظالم کیا کیا ستم ہیں ڈھائے — حالت پہ تیری خنداں ہیں اپنے اور پرائے
پیچھے جو منزلوں تھے وہ بھی کہیں سدھائے — خوابِ غفلت اب بھی ظالم مدہم نہ ہونے پائے

دنیا کا دیکھ سارا نقشہ بدل گیا ہے
اغیار ہر جگہ پر اک چال چل گیا ہے

تعلیم چھوڑ دی ہے تسلیم چھوڑ دی ہے — تعظیم چھوڑ دی ہے تکریم چھوڑ دی ہے
تذلیل کے ہیں در پہ تفہیم چھوڑ دی ہے — غرضیکہ ہر امر کی ترمیم چھوڑ دی ہے

مسلم ہے نام نامی اسلام چھوڑ ڈالا
کافر رہے و لیکن زنار توڑ ڈالا

صنعت سے جی چرایا حرفت کا بل نہ آیا — لہو لعب میں سارا بس یونہی وقت گنوایا
محنت سے ہیں گریزاں پڑھنے سے جی چرایا — اس قوم بے سری کا حامی ہے تو خدایا

لفظِ تنزّلی پر قربان ہو رہے ہیں
عزت کی سر پہ چادر یہ تان سو رہے ہیں (اکتا)

پتلون پہ ہیں نازاں ہنٹر بھی ہاتھ میں ہے — عینک بھی لگ رہی ہے اور ڈانگ ساتھ میں ہے
بسکٹ بھی ہے کچن میں صابن بھی ہاتھ میں ہے — تعلیم مغربی کی رسی بھی ناتھ میں ہے

بالوں میں ناچنے کا سیکھا ہے ڈھنگ سارا
آتا نہیں و لیکن پہلا نہیں سیپارہ

پیشہ گداگری میں مسلم بھرے ہوئے ہیں — جیلوں میں جا کے دیکھو مسلم گھرے ہوئے ہیں
بے خانماں ہزاروں مسلم پڑے ہوئے ہیں — زندہ لحد میں گویا مسلم گڑے ہوئے ہیں

اللہ ری شان شوکت یہ بے سری ہماری
خالق کے ہاتھ میں ہے پردہ وری ہماری

بغض و عناد و کینہ گھٹی میں پڑ گیا ہے — نکبت آگے جھنڈا مسلم پہ گڑ گیا ہے
پھر نخوت و تکبر قلبوں پہ چڑھ گیا ہے — آہ درد دل کا پودا دل سے اکھڑ گیا ہے

پڑ کر بھنور میں کشتی اب ڈگمگا رہی ہے
اٹھ دوڑ دیکھ مسلم آواز آ رہی ہے

(راحت گجراتی)

آ تیرے شیدائی تجھ پر بن کے قربان ہیں

دیکھکر قدرت تیری ہم سب کے سب حیران ہیں — بتکدے آباد ہیں اور مسجدیں ویران ہیں
راہ عقبیٰ کیلئے ہم ہائے بے سامان ہیں — تیرے بندے ہیں ولیکن سخت نافرمان ہیں
کوئی ہے انکے لئے وہ وصل کے سامان ہیں — آ ترے شیدائی تجھ پر بن کے قربان ہیں
ہے کیا کایا ہے پلٹی ہاتھ میں قرآن ہیں — دل اگر دیکھو ہمارے تو نرے شیطان ہیں
دل میں ہے عشقِ صنم لیکن ہیں پابندِ نماز — نام کے نام لیوا نام کے ایمان ہیں۔
پاؤں پھیلانا نہیں ہستی پہ اترانا نہیں — کیا خبر کتنوں دنوں کے واسطے مہمان ہیں
نوعِ شیں بندو نے ہو جاتی ہیں تو بھی بخشدے — ہم فرشتے تو نہیں ہیں آخر شِ النسان ہیں
وقت جو رو جفائے یار سے گھبرا نہیں — ولولے یہ نوجوانی کے فقط مہمان ہیں
ان حسینوں کو خدا سمجھے نہیں خوفِ خدا — پھول ہیں باغ جہاں کے لیک نافرمان ہیں
وہ سوال وصل پر تکتے ہیں حیرانی سے منہ — کوئی یوں جانے کہ بیچارے بہت انجان ہیں
مجھکو کیوں منظور نہ ہوتی گدائی آپ کی — بادشاہ دو جہاں کونین کے سلطان ہیں
بندکردے کسطرح قاتل میرا خونریزیاں — جان نثار و نکی ابھی آبادیاں گنجان ہیں

اسقدر عشق صنم میں محویت انور ہوئی
لوگ بھی سودائی مجھ کو دیکھکر حیران ہیں

(انور)

رازِ غم

گلچیں آیا۔ نازک پھولوں کو توڑا۔ دامن بھرا اور احاطۂ گلشن سے باہر ہوتے ہی جدا جانے کہاں گیا۔ مگر اُسے کیا خبر کہ میں کیا کام کر چلا ہوں۔ آہ! اُس نے دنیائے مسرت میں قیامت برپا کر دی۔ وہی صحنِ چمن جو ایک دم پہلے رشکِ ارم تھا۔ اب غمکدہ ہے۔ ہرے بھرے اشجار ہیں۔ مگر اُداسی چھائی ہوئی۔ خوبصورت بلبلیں ہیں مگر خاموشی کی مہر لبوں پر۔ بہتی ہوئی ندیاں ہیں مگر عالمِ بیکسی میں۔ رات کی شبنم کے قطرے ہیں مگر اشک ہائے فراق سے کسی صورت کم نہیں۔ سبحان اللہ محبت بھی کیا عجب چیز ہے۔ کہ چند ایک چھوٹے چھوٹے پھول اور چمن کا چمن انکی جدائی میں پریشان۔

ستمگر آیا چند سیاہ دانے اُسکی مٹھی میں تھے۔ روشن انگیٹھی میں انہیں پھینکا۔ اور دیکھا کیا۔ مگر آہ! کچھ نہ سمجھا کہ کیا ہو رہا ہے۔ انگیٹھی کے دل سے ایک سیاہ آہ اُٹھی اور فضا میں پھیل گئی۔ لو ہا اور آتشیں لو ہا سیخ و غم میں ایسا ڈوبا کہ ٹھنڈا پڑ گیا۔ سرگرم صحبت راکھ نے فوراً الم میں اپنی ہستی خاک سے بدتر کر لی۔ نورانی پیرہن کوئٹے تھوڑی دیر حسرت بھری نظر والے یہ منظر دیکھا کئے۔ اور آخر شہید والوں کے غم میں سیاہ پوش ہو گئے۔ مگر افسوس! ناداں اب بھی نہ سمجھا کہ جس نے انگیٹھی کے سلسلۂ حیات کو ختم کر دیا۔ یہ ہی تو رازِ غم تھا۔

ہوس کا بندہ آیا۔ اور کدو کی نرم و نازک بیل کے پاس کھڑا ہو گیا۔ کچھ دیر تک خاموش رہا یکایک جدا جانے دل میں کیا سمائی کہ دستِ ستم دراز کیا اور بیل کا نازک ثمر توڑ لیا۔ آہ! اگر کوئی باریک بیں ہوتا تو دیکھتا کہ چند الوداعی اشک بیل کی ڈنڈی سے اپنے پیارے ثمر کے غم میں گر پڑے اور ایسی طرح گرے کہ گرتے ہی خاک میں مل گئے۔ صید ہوس کی نظروں میں گو کہ یہ چند قطرے قطرہ ہائے آب سے کچھ زیادہ وقعت نہ رکھتے تھے۔ مگر نہیں ایسا نہیں۔ وہ کوتاہ نظر میں کیا جانیں۔ یہی تو وہ پاک گوہر تھے جو ہر محب اپنے محبوب کی معیت پر قربان کر دیتا ہے۔

اے اشرف المخلوقات! دیکھ کہ دنیائے فانی کی ہر چیز میں ہمدردی کا احساس ہے۔ اُٹھ اور تو بھی اسے پیدا کر۔ تاکہ رازِ غم کے علم سے تیرا سینہ معمور ہو۔

(صابر علی۔ صابر)

امید وصل

خدائے قادر و توانا اپنے قرآن مجید و فرقان حمید میں خود "لاتقنطوا من رحمۃ اللہ" فرماتا ہے اسلئے ہجر کی راتوں کا مارا فراق کے صدمے اٹھایا ہوا عاشق دلگیر۔ خستہ جگر ہجور امید وصل سے جی اٹھا ورنہ تاریک راتوں کا ہولناک سناٹا۔ گھر کی ویرانی۔ بے یار و مددگار اقامت گاہ۔ دل پر وحشتوں کا بوجھ و بار ڈالدیتے تھے۔ گوناگوں خیالات اپنے اثرات ہیبت ناک سے اجماع طبع میں متوحش ہیجان پیدا کردیتے۔ اور کبھی افکار سراپا انتشار مجھے پراگندہ حال رکھتے تھے۔ خلق ہستی میں ہوتا کوئی میری حالت زار پر رحم کھا کر استمزاج کرتا تو میں اس سے خوف کھاتا کہ شاید یہ کوئی میرا جاسوس اور دشمن باطن ہے۔ گھنٹوں تنہائی کی پر آشوب گھڑیاں ایسی کد و کاوش میں کٹ جاتیں۔ لیکن آج کی سی تسلی اور اس جیسا اطمینان جو امید نے دلایا ہے۔ کسی وقت اور کبھی بھی حاصل نہیں ہوا تھا۔ کل تک ایک ایک پل یاس و ناامیدی سے ہمکنار اور افکار و آلام سے ہم آغوش تھا۔ وہ کون سے جنگل و صحرا ہونگے جنکی ہم نے خاک نہ چھانی ہو۔ برسوں تلاش دوست و جستجوے محبوب میں بلع و راغ۔ دشت و ہامون چھان مارے۔ بر بحر کی جانب جب کبھی گذر ہوتا تو موج سراب و روانی دریا کی انقلاب انگیز حالتوں سے اختلاج پذیر دل کو ایک طرحکا تازیانہ ہو جاتا۔ بعض دفعہ ہرے بھرے میدان میں جہاں پہاڑی دامن جس کا لامتناہی کنارہ دور دراز تک پھیلا ہوا ہے میں تنہا وہاں پہونچکر ہر ایک گل و بوٹے کو جو اس پہاڑی کے آغوش میں اگا ہوتا دیکھکر جوش مسرت سے چلا اٹھتا۔ کبھی خوشنما پھول کے بیٹھے کسی کے عارض گلگوں کا تصور جماتا۔ میرے اطراف سبزہ ہی سبزہ ہوتا جنکی ننھی ننھی پتیوں پر ننھی ننھی شبنم کی بوندیاں اسطرح چمک چمک کر بہار دکھا رہی ہیں جیسے کسی مہ جبیں کے گلے میں موتیوں کا مالا اپنی پوری جوبن کا بہار دکھاتا ہے۔ ایکطرف نخل شاداب پر طائران خوش الحان و مرغان پسندیدہ بیان اپنی اپنی آوازوں پر آپ مست و بے خود ہوکے جاتے ہیں۔ افق مشرق سے آفتاب عالمتاب اپنا نورانی چہرہ نکالے۔ قدرتی نیرنگیوں کی دلفریبیوں کا مزہ لوٹ رہا ہے۔ ہوا کے جھونکے سہج سہج چلنے لگے۔ ادہر غنچوں نے کروٹ لی اور ادہر میرا دل بے قابو ہوا۔ میں یہ سارا عالم پر کیف دیکھکر اپنا کلیجہ تھامے گھٹنوں پر سر ٹیکے پہروں سناٹے میں بیٹھا رہتا۔ لیکن کسی پہلو بے قراری چین لینے نہ دیتی۔ جسکی محبت کا درد دل میں ہے۔ وہ

اپنے فرقت زدہ کی خستہ حالی اور اسکی درماندگی سے قریباً بے خبر ہے۔ جب اضطراب کا عالم اس درجہ بڑھ جاتا تو میری بے خودی اپنے نئے نئے تماشے اور قسم قسم کے جلوے دکھانے لگتی۔ غرض میں جنوں زدگی کی حالت میں کبھی سو بسو نکل جاتا اور گاہے عالم سکوت میں مہینوں ایک جگہ تصویر تحیر بنا کھڑا رہتا تھا۔ بارے آج امید وصل نے ساری کلفتوں اور جملہ خستہ حالیوں کو راحت و مسرت سے بدل دیا۔ اب دیکھئے وہ وصل کے لئے بھی کتنے سبز باغ دکھلاتا ہے۔ بظاہر توقع کم ہے۔ لیکن ناامیدی بھی کفر ہے۔ اسلئے میری کشتیٔ حیات گرداب امید و بیم میں پڑے ٹامک ٹوئیے مار رہی ہے۔ اگرچہ انتظار وصل کا ایک ایک لمحہ شب فراق کے ہزاروں کرب آلود ساعتوں کو محو کر دیتا ہے۔ مگر یہ انتظار امید افزا و بارکار ہو ورنہ حسرت نصیب فرقت زدہ کہیں گھٹ گھٹ کر اپنی جان عزیز کو ورطۂ ہلاکت میں نہ ڈالدے۔ یوں بھی سعادت سرمدی و حیات ابدی کا باعث ہوگا۔ جو وہ محبت میں گھل گھلکر اپنی جان محبوب دلنواز کے قدموں پہ نثار کر دے۔ اور کوئی زبان حال سے یہ شعر پڑھے گا ؎

یہ نہ تھی ہماری قسمت کہ وصال یار ہوتا　　　　اگر اور جیتے رہتے یہی انتظار ہوتا

خدا کرے اُن کا وعدہ نوشتۂ تقدیر کا ترجمان ہو اور وہ اپنے عہد و پیمان کا فراخ حوصلگی سے ایفا کریں۔ آہ! رہ رہ کر یاس اپنا چہرۂ ناپاک دکھلاتی ہے۔ جس سے سارا بنا یا کھیل بگڑتا نظر آتا ہے۔ انکی بندہ نوازیوں کا دل سے قائل معترف ہوں۔ امید ہے کہ وہ اپنے وعدے کی خلاف ورزی نہ کرینگے۔ انکی بے خبری۔ انکی تغافل شعاری۔ انکی ستم آرائی۔ انکی بے اعتنائی سے میں ضرور بخوبی واقف ہوں ؎

اُن سے ہم کو وفا کی ہے امید　　　　جو نہیں جانتے وفا کیا ہے؟

یہ عجیب امتحان و آزمائش کا سماں پیش نظر ہے۔ پھر بھی مجھے یاس میں آس اور ناامیدی میں ایک امید کی دلفریب صورت جھلکیاں مارتی نظر آتی ہے۔ اب وہ زمانہ قریب آچلا کہ میری تمام پریشانیوں کا یکلخت قلع قمع ہو جائے اور ساری مصائب و مشکلات کا بالکلیہ خاتمہ بالخیر ہو۔ والسلام　　　　(نامی)

سینٹ پیٹر کا پیتل کا بت

سینٹ پیٹر کے گرجا روم میں سینٹ پیٹر کا بت پیتل کا ہے۔ اس بت کے پاؤں کی انگلی صرف اسوجہ سے معدوم ہوگئی ہے کہ لاکھوں لوگوں نے ادب و عقیدتمندی سے اسکے بوسے لئے۔

زندگی

اے اسیرِ دامِ ہستی۔ مبتلائے زندگی بوالہوس! اے ریزہ چینِ غنچہائے زندگی
فکر فردا کر یہاں دورِ خزاں آنیکو ہے محوِ ذوقِ گلشن و رنگِ فضائے زندگی
ہے پیامِ مرگ تجھکو بھولنا۔ اس پر ترا گلشنِ عالم میں کچھ دن ہے ہوائے زندگی
وقت آیا۔ وہ مگر دوں۔ انقلابِ دہر سے خانۂ ویران ہو جائے سرائے زندگی
بسترِ غفلت سے اٹھ تعبیر لے تسکین سے اے پریشانِ پریشاں خوابہائے زندگی

تو ابھی بستر پہ ہے اور سر پہ آیا آفتاب
کب تلک آخر رہیگا۔ اسطرح سے محوِ خواب

تو یہی کہدے یہ خیالِ عیش و راحت کتنے دن اور یہ پابندئے ناز و نزاکت کتنے دن؟
آرزوئے دولت و فکرِ رقابت کتنے دن؟ خواہشِ مال و زر و امید و شوکت کتنے دن
حرصِ دنیا و منال و شان و ہیبت کتنے دن آرزوئے زن و خویش و رقابت کتنے دن
ابتلائے آرزوئے نام و شہرت کتنے دن؟ امکانِ زور و قوت۔ شورِ طاقت کتنے دن
یونہی اظہارِ لیاقت۔ بزمِ عشرت کتنے دن شغلِ چنگ و ساز و ہنگامِ مسرت کتنے دن

انقلابِ دہر سے سارا جہاں پھر جائیگا۔
تیرا ایوانِ مسرت۔ کل سے کل گر جائیگا۔

فیض گستر ہے زمانے میں سرشتِ بندگی باعثِ آرامِ عالم ہے بہشتِ بندگی
شانِ دیر بندگی ہے باعثِ رشکِ حرم افتخارِ دیر ہے۔ اوجِ کنشتِ بندگی
ہر حقیقت کو سمجھ سکتے نہیں نااہل کچھ۔ اہلِ دانش پر ہے واضح خوب دشتِ بندگی
قدرتِ حق ہے یہی ہے سنگِ بنیادِ جہاں مرکزِ شیرازۂ عالم ہے خشتِ بندگی
یہ نہیں پابندِ فصل و باد و باراں ہے مدام خوشہ چینوں کیلئے سرسبز کشتِ بندگی

زندگی میں گر کوئی بھی رازِ مضمر ہے! تو یہ
کوئی عاصف۔ مرضیِ خلاقِ اکبر ہے! تو یہ

(عاصف)

راز و نیاز

زلف شب کمر تک پہونچ چکی تھی آسمان پر کالے کالے بادل منڈلا رہے تھے میں اپنے مطالعہ سے فارغ ہوکر آرام کرسی پر ہو بیٹھا تھا مگر بجائے اسکے کہ مجھے وہاں آرام پہنچتا میں بیقرار ہو گیا۔ اضطراب بڑھ گیا بعد ازاں تپ دل آہوں کے ساتھ نکلنے شروع ہوئے۔ میرے آہ و بکا۔ شیون و شین۔ گریہ و زاری کی آواز نے کمرہ سر پر اٹھا لیا۔ میری ہچکی بندھ گئی۔ آنسوؤں کی جھڑی لگ گئی۔ ساون کا مینہ اپنا سا منہ لیکر رہ گیا۔ آخر کار میں نے دلکو سمجھایا۔ اور اس سے پوچھا کہ تو اتنا بے قرار کیوں ہے۔ بیتابی کی کیا وجہ ہے اتنا اضطراب کس لئے ہے۔ یہ فوراً چونک اٹھا اور کہنے لگا کہ تو تو ایک بت پرست۔ صنم آشنا اور حسن کی پوجا کرنیوالا ہے۔ وہ تو ایک سہ رو کی یاد تھی۔ جسکے لئے تو نے حزن رولایا۔ اب دوسری دفعہ اُسکی یاد نے مجھے ایسا خود رفتہ کر دیا۔ کہ میرا حال ناگفتہ بہ تھا۔ میں بے ہوش ہو گیا۔ اور پہروں تک اسی عالم سکرات میں پڑا رہا۔ آخر میں نے بڑی دیر کے بعد آنکھیں کھولیں۔ تو کیا دیکھتا ہوں کہ ایک حور وش پری شمائل مہ لقا آدھی ساڑھی اوڑھے آدھی باندھے بعد ناز و انداز قیامت خرامی سے اور ایک ایسے تبسم سے جو کہ خرمن صبر و قرار پر بجلی گراتا تھا۔ میری کرسی کے پاس کھڑی ہو کر پوچھنے لگی۔ "تو بتوں کی پوجا کیوں کرتا ہے"۔ میرے بدن میں سنسنی دوڑ گئی۔ خاموش ہو رہا اور کچھ نہ بول سکا۔ مگر چند منٹ کی خاموشی کے بعد میرے دل سے ایک صدا اُٹھی ؎

بت کو بت مان کے پوجوں تو میں کافر اے شیخ — بت میں بت ساز کا جلوہ ہے نظر آتا مجھے

اور ساتھ ہی عرض کی کہ اے جان من میں دنیا کے خوبرویوں اور پری رخوں کو اس لئے نہیں چاہتا کہ میں اُنسے محبت کرتا ہوں یا کسی شیطانی ارادے کو رفع کرنے کیلئے اس فعل کا مرتکب ہوں نہیں نہیں ہرگز نہیں مطلق نہیں۔ میں تو اُس حسن آفریں کی صناعیوں اور کاریگریوں کو ملاحظہ کرتا ہوں اور صانع کی بنائی ہوئی چیزوں کو دیکھتا ہوں مگر وائے حسرتا اُن لوگوں کی زندگیوں پر جو اپنی تمام عمر کو سرخ و سفید مٹی کی مورتوں کے پیچھے کھو دیتے ہیں۔ اور اُسی کو اپنے لئے مایۂ حیات سمجھتے ہیں۔ کاش کہ وہ ان خوبصورتیوں اور دلفریب شکلیں بنانیوالے پر عاشق ہوتے تاکہ دونوں جہان میں سرخروئی حاصل کرتے اور مولانا روم صاحب کے اس شعر کے مصداق نہ بنتے ؎

عاشق صنع خدا با فر بود — عاشق مصنوع او کافر بود

ہندو مسلم اتحاد

میرے والد مرحوم فرمایا کرتے تھے۔ کہ کسی جنگل میں ایک مینڈھا اور ایک بکرا آزادی سے چرا کرتے تھے۔ ایک دن اتفاقاً پانی پینے کی غرض سے دونوں چشمہ پر اکٹھے ہو گئے۔ مینڈھے نے اپنے بیحد مضبوط اور بڑے بڑے سینگوں کا عکس پانی میں دیکھا اور از راہ نخوت پکار اُٹھا کہ میں اپنی طاقت اور ان شاندار سینگوں کے بل پر ارنے بھینسے جیسے دیو صورت جانور کو مار بھگا سکتا ہوں۔ بھلا اس دُبلے پتلے بکرے کی کیا مجال ہے۔ جو مجھ سے پہلے اس چشمۂ آب رواں سے پانی پی سکے۔ ادھر بکرے نے بھی اپنی مضبوط ٹانگوں اور چُست چھریرے بدن اور لمبی ڈاڑھی کو پانی میں دیکھا اور معاً کہنے لگا۔ کہ یہ پوستین پوش مینڈھا بھلا میری موجودگی میں پانی پینے میں کس طرح پیشدستی کر سکتا ہے۔ دونوں نے ایک دوسرے کی لاف و گزاف سُنی جھٹ لڑائی پر اتر آئے۔ اور ایک عرصہ تک ان میں لڑائی بھڑائی جاری رہی۔ یہاں تک کہ دونوں دم توڑ۔ بے طاقت ہو کر تھوڑی دیر وقفہ جنگ کرنے پر باہم صلاح ہو علیحدہ علیحدہ بیٹھ گئے۔ اور دونوں نے اتفاقیہ آسمان کی طرف نگاہ کی۔ دیکھا تو ٹھیک ان کے سروں پر گدوں اور چیلوں کا ایک غول چکر باندھے ان دونوں کو حسرت کی نگاہ سے دیکھتا ہوا اُڑ رہا ہے۔ اور گدوں کا سردار تمام جھنڈ کو اطمینان دلاتے ہوئے کہتا جاتا ہے کہ گھبراؤ مت یہ بکرا اور مینڈھا جو نیچے چشمے کے کنارے پر باہمی جنگ وجدال میں مشغول ہیں تھوڑی دیر تک تمہاری خوراک بننے والے ہیں۔ یہ سنکر بکرے نے مغرور مینڈھے کو کہا کہ میاں لڑائی تو لڑائی سے رہی بھلا یہ گدیں اور چیلیں آپس میں کیا گفتگو کر رہی ہیں؟ مینڈھا افسردہ دل ہو کر بولا۔ کہ بھائی یہ تو محض ہمارے ہی چٹ کرنے کی غرض سے اُڑ رہی ہیں۔ اور سالار جھنڈ اُن کو بتا رہا ہے۔ کہ ابھی ہم دونوں اُن کی خوراک بننے والے ہیں۔ بکرے نے کہا کہ پھر کیا صلاح ہے؟ مینڈھا بولا۔ کہ ہماری آپس کی بے اتفاقی کے باعث ان چھوٹے چھوٹے پرندوں کو ہماری نسبت ایسا خیال کرنے کی جرأت اور دلیری ہوئی ہے۔ ورنہ ان مٹھی بھر پر رکھنے والے گندے اور گھناؤنے پرندوں کی کیا مجال جو ہمارے سایہ تک پہنچ سکیں۔ آؤ ہم دونوں یکجہتی کا عہد و پیمان کر کے ہاتھ ملائیں اور رشتۂ دوستی کو اور مضبوط کریں۔ چنانچہ مینڈا اور بکرا علیحدہ علیحدہ

اپنے کئے پر افسوس کرکے پانی پیتے مختلف جوانب کو چلدئے ۔ گدھ اور چیلیں مردار شکار کے ہاتھ سے نکل جانے پر افسوس اور تاسف کرتی ہوئیں مردار کی تلاش میں منتشر ہوگئیں۔

(۲) بھائی ہندوؤ! اور مسلمانو!! آجکل واقعی تم مینڈھے اور بکرے کی مثال بنے ہوئے عمل کررہے ہو۔ خودغرض لوگ اور تمہارا روپیہ ہضم کرنے والا گروہ سر پر منڈلا رہا ہے۔ تم جانتے ہو کہ نہ ہی ہندو ہندوستان سے نکالے جاسکتے ہیں۔ نہ مسلمان صدیوں کی سکونت چھوڑ عرب و ایران کی طرف دھکیلے جاسکتے ہیں۔ تم ہندو لوگ ناحق اپنے آپ کو ہندوستان کے مالک سمجھ بیٹھے ہو۔ اور تم مسلمان فتحمندانہ ہند میں آنے اور داخل ہونے کے سبب شمالی ہند اپنی ملکیت تصور کرتے ہو۔ حالانکہ تواریخی طور پر تم دونوں ہند کے اصلی باشندے نہیں ہو۔ فرق صرف اتنا ہے کہ تم ہندؤں نے کئی صدیاں پہلے ہند کے اصلی باشندوں کو مار بھگا ان کے ملک پر قبضہ کرلیا اور تم مسلمان بعد میں آنکلے۔ جنہوں نے ہندؤں کو اسی طرح جس طرح انہوں نے ہند کے اصلی باشندوں کو پہاڑوں اور جنوبی کوہستانوں میں پناہ گزین ہونے پر مجبور کیا تھا۔ مجبور کیا کہ تمہارے رہائش کیلئے پنجاب اور دہلی آگرہ کے زرخیز میدان چھوڑ دیئے جائیں۔ اب انصاف سے آپ دونوں بتائیں۔ کہ ہر دو اقوام کے حقوق میں ایک کو دوسرے پر کس طرح افضلیت ہے؟ اور ایک دوسرے کو ہند چھوڑنے پر کن حقوق و وجوہات کے باعث مجبور کیا جاتا ہے؟ تم تیرہ چودہ سو سال کا لمبا عرصہ بھائی بندی کے طور نہایت اچھے سلوک سے اکٹھے اسی ملک ہند میں گذار چکے ہو۔ تم اپنے مندروں۔ شوالوں اور دھرم سالوں میں سنکھ۔ ناقوس اور گھنٹے بجاکر پوجا پاٹ اور آرتھیاں کرتے رہے ہو۔ اور تم مسلمان مسجدوں عبادت خانوں۔ عیدگاہوں اور درگاہوں میں توحید کی بلند اذانیں دیکر خالق حقیقی کی عبادت کرتے رہے ہو۔ دونوں ایک دوسرے کے معبدوں اور عبادت خانوں کا احترام اور عزت کیا کرتے تھے۔ بلکہ ایکدوسرے کی شادی و مرگ کی مجلسوں میں جاتے تھے۔ خوشی و رنج میں اس طرح شریک ہوتے جیسا کہ ایک ہی کنبہ کے دو ممبر ہیں۔ حالانکہ لوگ کہتے ہیں۔ کہ اس وقت علمی ترقی اور عقل و دانش اس عروج پر نہیں تھے۔ جس طرح آجکل ہیں۔

(۳) پھر معلوم نہیں ہوتا کہ یہ جابجا فساد اور دنگہ بکھیڑا۔ اور قصبہ قصبہ میں عناد اور بغض کی کیوں آگ بھڑک اٹھی ہے؟ پہلے لوگ اپنے ہمسایہ کی عزت کیا کرتے تھے۔ اور اس کی مذہبی توقیر کو اپنے پر فرض خیال کرتے۔ لیکن افسوس اب ایک دوسرے کی مذہبی توہین کی جاتی ہے اور

ایک دوسرے کے مذہبی پیشواؤں پر دل آزار بہتان باندھے جاتے ہیں۔ میں پوچھتا ہوں۔ کہ بھلا ان لغویات کی ابتدا کس طرح شروع ہوئی۔ اور اس نااتفاقی کا کون ذمہ وار ہے؟ کیا ان امور کو ہر دو اقوام کی ترقی سے منسوب کیا جا سکتا ہے؟ ہرگز نہیں۔

(۴) اصل میں یہ سب خرابیاں اور قباحتیں ہر دو اقوام کے نہایت چھوٹے طبقوں کے افراد سے شروع ہوئیں۔ بعدش بتدریج تعلیم یافتہ گروہ بھی ان میں شامل ہوتا گیا۔ یہانتک کہ اب اچھے اچھے صاحب علم لوگ جو بیشتر ہندو مسلم نظروں میں لیڈر سمجھے جاتے اسی غلط کاری کی دھن میں منہمک نظر آتے ہیں۔ اس تحریک کے اجرا کی اصل وجہ یہ ہے کہ ملک کے سربرآوردہ لوگوں کی قومی مجلسوں۔ انجمنوں۔ لیگوں۔ کانگرسوں اور جماعتوں نے سرکاری نظام اور اسکے طریق تقرر و سرکاری ملازمین کی تعداد ان کی تنخواہوں کے حساب کتاب۔ یوروپین ملازمین کے حقوق اور حکومت سے ان کے تعلقات وغیرہ وغیرہ معاملات پر نظر ڈالکر دیگر ممالک عالم کے قوانین سے مقابلہ کرتے ہوئے حکومت سے وقتاً فوقتاً عرض معروض بغرض حصول حقوق کرتی رہیں۔ چنانچہ حکومت نے اپنی رعیت کی معروض پر غور فرما کر پنجاب و ہند کے دیگر صوبجات میں تقرر کونسلہائے منظور کر لیا۔ اور کمیٹیوں میں زیادہ اختیارات بخشے۔ اور اُن عہدوں کے سوا جو پہلے دیسیوں کو ملا کرتے تھے۔ حکومت نے اور بھی دیسیوں کو عہدے دینے منظور فرمائے۔ ان حقوق اور رعایات کی تقسیم کے دوران میں کثرت آبادی مردم شماری کی ضروریات محسوس ہوئیں۔ پس اُس وقت سے ہندو مسلم نااتفاقی کا بیج بویا گیا اور اسی غرض کی تکمیل میں شدھی کا آغاز ہوا۔ اور سنگھٹن بنائی گئی۔

(۵) ہر شخص کو حقیقی طور پر اپنے مذہب کی تبلیغ کرنے اور اپنی قومی جماعت کی حفاظت کا حق ہے لیکن ہر دو امور میں کسی خاص قوم یا مذہب کی رنجدہی یا آزار کی خاطر کوئی فعل نہ کیا جائے۔ اگر ۲۲ کروڑ آبادی رکھنے والے گروہ کو اپنی قومی حفاظت کی غرض سے سنگھٹن بنانے کی ضرورت محسوس ہو رہی ہے۔ تو آٹھ کروڑ آبادی والے فریق کیلئے لازمی اور ضروری ہے کہ اُن میں بھی سنگھٹن بنا کر باضابطہ ورزشیں کی جاویں۔ ڈنڈ پیلے جاویں۔ اکھاڑے بنائے جاویں اور کشتی لڑی جاوے۔ اسی طرح تبلیغ کا سلسلہ اسلامی کتاب قرآن مجید کے احکام کے مطابق اور اسلام کی خوبیاں پبلک پر بیان کر کے جاری رکھا جاوے۔ لیکن ان ہر دو امور کے اجرا میں نہایت دوستانہ تعلقات ہندو برادران سے رکھنے چاہئیں۔ کسی صورت میں دل آزاری مقصود نہیں ہے۔

یہ تمام امورات سچے دل سے نہایت دوستانہ ہونے چاہئیں۔

(۶) ہر دو اقوام کو لازم ہے کہ جہاں ہندوؤں کی آبادی زیادہ ہے۔ وہاں ہندو عنصر غالب رہے۔ اور جہاں مسلم آبادی زیادہ ہے وہاں مسلم اثر غالب تصور کیا جاوے۔ اسی طرح میونسپلٹیوں و کونسلوں کی نشستوں کا مردم شماری کے لحاظ سے دوستانہ طریق پر تصفیہ ہونا چاہئے۔ یہ ہرگز ممکن نہیں ہے کہ ایک فریق جس کی آبادی تو زیادہ ہے کونسلوں اور کمیٹیوں میں اس کی نشستیں زیادہ نہ ہوں! بلکہ اُس کی ضرور زیادہ ہونی چاہئیں۔ جسکی کم آبادی ہے اُس کی کم ہونی چاہئیں۔ پس عدل و انصاف اور مردم شماری کا لحاظ رکھتے ہوئے ہندو مسلم سربرآوردہ لوگوں کو دونوں اقوام میں دوستانہ تعلقات قائم کرا دینے چاہئیں کیونکہ ہر دو اقوام کی نااتفاقی ان کی ذلت اور بربادی کا باعث ہے۔

(۷) اگر مردم شماری کے طریق پر دو لتمندی کا بھی سوال کبھی پیش آنے والا ہو۔ تو مسلمانوں کو اپنے ہندو بھائیوں کیطرح جلدی ہی سے سوداگری اور تجارت میں خاص حصہ لینا چاہئے اب سے ہی مسلمانوں کو تجارت ہر قسم شروع کرنی چاہئے۔ اس سے دولت بھی بڑھ جاویگی۔ اور تمہاری اولاد آئندہ صاحب علم بھی ہو جاویگی۔ ہاں سنہ ۱۹۵۰ء کے قریب یہ دونوں امور یعنی دولتمندی اور تعلیم بھی مردم شماری کی طرح معیار تقرر حقوق نشست ہائے مجالس سرکاری شمار اور تصور کئے جانے چاہئیں۔ سردست آبادی ہی اچھا اور صحیح معیار تقرر نشست ہائے ہے۔ پھر تاکید ہے کہ دونوں فریق دوستانہ تعلقات سے زندگی بسر کریں تو بہتر ہے۔ اب یہ ہندوستان۔ ہندو مسلم دونوں کا ہی حقیقی مسکن ہے۔ اور یہ دونوں ایک ہی گھرانے سے متعلق ہیں۔ اور یہیں دونوں کی بسر ہوگی۔ پس جب یہ حالت ہے تو ہم دونوں کی صلح و دوستی ہی دونوں کے لئے مفید اور فائدہ مند ہے۔

(قاسم بیگ)

ہشیار ہو جاؤ

آجکل چاروں طرف سے ڈکیتی کی خبریں آرہی ہیں۔ اور ڈاکوؤں نے اودھم مچا رکھا ہے۔ اینجانب کا بھی الکمال ان کے جال میں پھنس گیا ؎

ہمارے ڈاکیہ کو یہ شہ ہے کمال
کہ الکمال ہضم کرنے میں کمال کیا۔

(ثاقب دہلوی)

تصویر کا دوسرا رخ

جب میرا دل خوگر جور و جفا ہو جائیگا
ظلم تو جتنا کریگا سب روا ہو جائیگا

آفتاب حسن اُن کا رونما ہو جائیگا
ذرہ ذرہ خاک کا اب آئینہ ہو جائیگا

سامنے بیٹھا ہے تو جیسے قضا روپوش ہے
تو اگر اٹھا قضا کا سامنا ہو جائیگا

سونیوالے جاگ اٹھینگے اپنی اپنی قبر سے
تو جو آیا فتنۂ محشر بپا ہو جائیگا

ہاتھ میں مہندی لگا کر قتل کر ظالم مجھے۔
دونا ہاتھوں میں ترے رنگ حنا ہو جائیگا

جان تو حاضر ہے پھر یہ اضطراب دل ہے کیوں
امتحان تو قتل ہوگا اور کیا ہو جائیگا

میرے مرنے کی کہانی وہ سنینگے شوق سے
جان میں دیدونگا اُن کا شغل سا ہو جائیگا

جان دیدی ہے طلب میں بادۂ گلرنگ کی
کاسۂ سر میرا کشکول گدا ہو جائیگا

دم کا آنا جسم میں ہے اُسکے جانیکی دلیل
عالم فانی میں جو آیا فنا ہو جائیگا

جان دیدیگا اگر رسوا کوچۂ الفت میں تو
کوچہ کوچہ عشق کا ماتم سرا ہو جائیگا

(رسوا)

گل بیخار

تیرے جلوے سے گھائل ہے یہاں کوئی وہاں کوئی
تڑپتا ہے اِدھر کوئی اُدھر ہے نیم جان کوئی

خدا کا گھر ہے میرا کعبۂ دل اسکا کیا کہنا
مکیں بھی اس میں ایسا ہے نہیں جسکا مکاں کوئی

کسی کو عالم امکان میں راحت سے نہیں دیکھا
نہ بیٹھا چین سے اکدن بھی زیر آسماں کوئی

یہ وعدے آجکل ملنے کے یونہی معذرت سے ہیں
میں جب جانوں کہ مجھکو کامگر دیدے دہاں کوئی

گھڑی بھر دل میں رہکر پھر چلے جانا نہیں اچھا
مزا ہو بیٹھکر اس میں اگر لے چٹکیاں کوئی

سناتے قصۂ فرقت کہ کچھ تو غم غلط ہوتا
ہم اپنا رازِ دل کہتے جو ملتا رازداں کوئی

دلِ ثاقب کے زخموں کا نہیں آسان کچھ سینا
کرے صرف اسمیں ڈورا عمر کا یا تارِ جان کوئی۔

(ثاقب دہلوی)

کیا وید تمام سچائی اور علوم کا خزانہ ہیں؟

جناب بھگت رام صاحب سیکریٹری جیو دیا سبھا چھاؤنی فیروزپور نے ذیل کا مضمون برائے اطلاع ارسال کیا ہے۔ جس میں آپ نے ویدوں کی اصلیت کے متعلق روشنی ڈال کر نکتہ رس اصحاب کی معلومات میں اضافہ کیا ہے۔ اور مسئلہ نیوگ کو اخلاق عامہ کے گراتے اور مجبور ولاچار طبقہ نسواں کے حقوق کو پایمال کرنے کا ذمہ وار صرف ویدوں کو ہی ٹھہرایا ہے۔ امید کہ متلاشیان حق اس کو پڑھکر ویدوں کے متعلق درست رائے قایم کرسکیں گے۔

مدیر

وید ہندوؤں کی متبرک پستکیں ہیں۔ لیکن دھرم سمبندھی کتب کے علاوہ اُن کو تمام صداقت اور تمام علوم وفنون کا خزانہ بھی بتلانا۔ یہ سراسر مبالغہ ہی معلوم ہوتا ہے۔ کیونکہ وید اگر دراصل ایسے ہی ہوتے تو دنیا بھر کے حق پسند انسان اس طرف ہی جھک جاتے۔ اور مختلف زمانوں میں جو لوگ لاکھوں کی تعداد میں ویدک دھرم کو ترک کرکے بدھ، عیسائی، دین اسلام، سکھ وغیرہ مذاہب کی طرف آگئے۔ وہ کبھی اپنے قدیم مذہب کو چھوڑنا قبول نہ کرتے۔ اور جن جگہوں کے اندر انسانی ضروریات کے سب سامان موجود ہوں۔ خواہ وہ کیسی ہی اجڑی ہوئی اور ویران کیوں نہ ہو۔ وہ اپنی خوبیوں کی بدولت سبزہ زار ہی بن جایا کرتی ہیں۔ اسی طرح اگر ویدوں کے اندر سب کے سدھار اور بہتری کی تعلیم ہوتی۔ تو ویدوں کی سنسکرت بھی کئی ملکوں کی زندہ زبان ہوتی یا بن جاتی۔

(۲) گروکل کانگڑی سے ہر سال ویدک ودّیا کے ماہر سناتک نکلتے ہیں۔ مگر کسی سناتک نے بھی آج تک ان ویدوں سے کوئی نیا علم یا ہنر نکال کر دنیا کے آگے پیش نہیں کیا۔ البتہ یورپ وامریکہ کے ملکوں کے اندر جب کسی نئی ایجاد کا پتہ لگتا ہے۔ تب اکثر اصحاب ویدوں کے کسی منتر کی کھینچ تان کرکے جھٹ یہ کہہ دیتے کہ "یہ ودّیا تو ہمارے ویدوں میں بھی ہے"۔

علاوہ ازیں جس ملک کے اندر ایسے علوم وفنون کا خزانہ وید موجود ہوں۔ پھر اُس ملک میں غریبی اور کنگالی کیسے ٹھہر سکتی ہے۔ اور پھر بڑا التعجب یہ کہ جب ہمارے ہندوستان میں ہی علوم وفنون کا خزانہ وید موجود ہیں۔ تو پھر نہ معلوم ہمارے بہت سے ہندو اور آریہ

پرشش یورپ و امریکہ کے دور دراز ملکوں میں اپنی تعلیم کو مکمل بنانے کیلئے کیوں جاتے ہیں۔ ان امور سے صاف معلوم پڑتا ہے۔ کہ **حقیقت میں وید علوم و فنون کا خزانہ نہیں ہیں** بلکہ وہ صرف ایک زمانہ کی دہرم پستکیں ہی ہیں۔

علوم و فنون کے بارہ میں اس مختصر بیان کے بعد اگر صداقت اور عدل و انصاف کے لحاظ سے بھی دیکھا جائے۔ تو یہ وید بھی پکشپات یعنی تعصب سے بری نہیں ہیں۔ مثلاً دیکھئے۔

(۳)— ویدوں کے اندر جہاں لڑکوں کیلئے تقسیم وراثت کا ذکر ہے۔ وہاں بیچاری لڑکیوں کے حقوق کو بالکل فراموش کیا گیا ہے۔ دیکھئے رشی انک آریہ ہندی ماہواری رسالہ لاہور بابت ماہ فروری ۱۹۲۲ء۔ اور دیگر آریہ شاستروں کے اندر بھی پرشوں کے ہر ایک حقوق کو بڑی مضبوطی کے ساتھ قایم کیا ہوا ہے۔ برعکس اس کے ابلا استری جاتی کے لئے ان ویدوں کے اندر بھی واجب النسانی حقوق نہیں پائے جاتے۔ اور واجب النسانی حقوق قایم کئے بغیر محض آر دھنگنی کہدینا کچھ اثر نہیں رکھتا۔

(۴)— اور ملاحظہ فرمایئے۔ اسلام اور عیسائی مذاہب کے اندر تو عورتیں خود مختاری کے ساتھ راج پاٹ کرنے کے بھی قابل سمجھی جاتی ہیں۔ جب کبھی اور جہاں کہیں اُن کو وراثت میں راج ملا ہے۔ اُنہوں نے بڑی خوبی کے ساتھ اپنے اعلیٰ فرایض کو پورا کیا۔ مگر افسوس کہ ویدک دہرم کی رو سے ہندو استریوں کو کبھی کسی طرف سے بھی راج پاٹ وراثت میں نہیں مل سکا۔ پھر ایسا ویدک دہرم کیونکر عالمگیر ہونے کے قابل ہو سکتا ہے۔

(۵)— عیسائی اور مسلمان اصحاب کی (محض آپت کال کی) رسم طلاق کے برخلاف تو آریہ سماج ہمیشہ اپنی لغط چینی کرتا ہے۔ اور اپنے ویدک مسئلہ الوٹ سمبندھ پر فخر کرتا رہتا ہے۔ مگر ایسے آریہ ویدو وِلاوں سے یہ ایک سوال ہے کہ عملی طور پر اُن کا یہ الوٹ سمبندھ کا مسئلہ ہندو مرد و عورت دونوں کیلئے ہے یا کہ یہ مسئلہ صرف کمزور استری جاتی کو دبانے اور ستانے کیلئے ہی مردوں کے ہاتھ میں ایک بڑا زبردست ہتھیار بنا ہوا ہے۔ کیسا غضب ہے کہ ہندو مرد تو جب چاہے اپنی نیک سے نیک استری کو بھی کسی نہ کسی بہانہ سے باہر نکال سکتا ہے۔ اور اپنی پہلی استری کے موجود ہوتے ہوئے بھی جتنی بار چاہے نئی سے نئی شادی بغیر کسی قانونی روک ٹوک کے کر سکتا ہے۔ مگر دوسری طرف ہندو عورت خواہ کسی ظالم خاوند سے ستائی جاتی ہو۔ اُس بیچاری کو اپنی مصیبتوں کا حل بیان کرنے کا کوئی

موقعہ تک بھی نہیں دیا جاتا۔ ہندو استریوں کے دُکھوں کا باہر کی دنیا کو پورا پورا پتہ لگے تو کیسے لگ سکے۔ جبکہ سوائے موت کے اُن کے دُکھوں کو سننے والا ہی کوئی نہیں۔ کیا کسی وید یا کسی شاستروں کے اندر ایسی دکھیا ہندو استریوں کے دکھوں کا کوئی علاج ہے؟

(۶)۔ آگے پھر وید دل کے بتلائے ہوئے مسئلہ نیوگ کی اصلیت کچھ بھی سمجھ میں نہیں آتی۔ بجائے انسانی اخلاق کو قائم رکھنے کے یہ مسئلہ حقیقت میں اخلاق عامہ کو گرانے والا ہی معلوم پڑتا ہے۔ اور جبکہ ہندو یا آریہ قوم کے اندر متبنّےٰ کر لینے کی اجازت موجود ہے۔ تو پھر کوئی حق پسند بتائے کہ مسئلہ نیوگ کے قائم کرنے کی ضرورت ہی کیا تھی؟ (بھگت رام)

غزل

اُس نے چھپ کر رازِ اُلفت آشکارا کر دیا
خود بھی رسوا ہو گیا مجھکو بھی رسوا کر دیا

حالِ غم اُن کو سنا کر ناشکیبا کر دیا
میں نے اک بیدرد دل میں درد پیدا کر دیا

زندہ دارِ شام فرقت ہوں یہ میرا شغل ہے
شام سے بیٹھا تصوّر میں سویرا کر دیا

دل کی حالت کو وہ سمجھے میری صورت دیکھکر
رنگِ مایوسی نے رازِ عشق افشا کر دیا

دل کے ویرانے میں ہے ہنگامۂ جوشِ بہار
کاروانِ شوق نے آ کر بسیرا کر دیا

مدعا سنکر وہ بگڑے اور پھر کہنے لگے
بوالہوس کیا سوچکر اُلفت کا دعویٰ کر دیا

اُس نے پھر فرصت نکالی بزمِ دشمن کیلئے
پھر عدیم الفرصتی کا عذر بے جا کر دیا

ہونٹ ہل جاتے تو بل جاتی حیاتِ جاوداں
جنبشِ چشمِ کرم نے مجھ کو زندہ کر دیا

بڑھتے بڑھتے ہو گیا دردِ محبت لاعلاج
چارہ گر کی بے نیازی نے مداوا کر دیا

دی نہ تکلیفِ ستم اے ظلم پرور شاد ہو
میں نے خود مٹ کر ترا ارمان پورا کر دیا

غیر کی محفل میں یوں ہوئی تجلّی یار کی
اپنی نظروں کو نقابِ روئے زیبا کر دیا

بتکدوں سے یوں ملا خالق کی وحدت کا ثبوت
ہر بتِ کافر نے یکتائی کا دعوےٰ کر دیا

زندگی کی سخت گھڑیاں سہل ہو کر رہ گئیں
موت نے الفت کے بیماروں کو اچھا کر دیا

خوب برسا منظرِ صبحِ قیامت سے لہو
"میں نے جب پیشِ خدا قاتل پہ دعویٰ کر دیا"

انتظارِ یار میں طالب جو مایوسی ہوئی
گریۂ پیہم نے اک طوفان برپا کر دیا

(عبدالمجید طالب)

مطائبات غالب

یاد ش بخیر۔ مرزا غالب عجیب ہی چیز تھے۔ آپ نے سب کچھ کہا ہے۔ اور میر کی طرح تصوف و اخلاق حسن و عشق وغیرہ کے وہ وہ پاکیزہ اور اچھوتے رموز و اسرار ظاہر فرمائے ہیں جنہیں سمجھکر وجد آ جاتا ہے۔ باکمال ممدوح دنیا دی پریشانیوں میں زیادہ مبتلا رہے۔ چنانچہ اکثر اشعار میں غم غلط کرنے کے طور پر اور بطور تفریح و تفنن آپ نے طبعی شوخی کا ثبوت دیا ہے۔ جس میں سے مشتے نمونہ از خروارے چند مطائبات ہدیہ ناظرین ہیں۔

رباعیات

اے آنکہ براہ کعبہ روئے داری — نازم کہ گذیدہ آرزوئے جاری
زین گونہ کہ تندمی خرامی دانم — درخانہ زن ستیزہ روئے داری

کسی کعبہ جانے والے سے آپ فرماتے ہیں:" یہ جو آپ کعبہ جا رہے ہیں تو مجھے آپ کی اس عمدہ آرزو پر ناز ہے۔ لیکن حضرت سلامت یہ جو آپ جانے میں ایسی تیزی دکھا رہے ہیں تو اس سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ ہو نہو آپ کے گھر میں کوئی لڑاک عورت ہے۔ جس نے لڑ جھگڑ کر آپ کو نکال دیا ہے اور آپ حج کے بہانہ بھاگے جا رہے ہیں۔

منصور فرقۂ زنکتہ چیناں چہ بود — در راست خطر زہمنشیناں چہ بود
چوں عاقبت یگانہ بنیاں دار است — دریاب کہ انجام دو بنیان چہ بود

فرماتے ہیں:۔ منصور انا الحق کہنے پر سولی چڑھا کر ذلت سے مارا گیا۔ لیکن اسے اس کی کیا پرواہ کیونکہ سچائی میں کسی بات کا اندیشہ نہیں۔ لائق توجہ تو یہ ہے کہ جب منصور جیسے یگانہ بیں کا یہ ناگوار حشر ہوا تو دو بینوں کا کیا انجام ہونیوالا ہے۔

ہر کس ز حقیقت خبرے داشتہ است — بر خاک رہ بجو سرے داشتہ است
زاہد ز خدا ارم بدعوے طلبد — شداد ہما نا پسرے داشتہ است

فرماتے ہیں:۔ جو شخص اپنی حقیقت سے خبردار ہو جاتا ہے۔ اسے انتہائی عاجزی کے سوا چارہ نہیں۔ زاہد جو اسقدر ڈھٹائی کے ساتھ خدا سے جنت مانگتا ہے۔ تو معلوم ہوا شداد نے بیٹا یہا وارث چھوڑا ہے جو ترکہ پدری لینے پر اڑا ہوا ہے۔

اے بادہ بہ بادِ عمر در لہو و فسوس — زنہار مشو ز رحمتِ حق مایوس
ہشدار اگر ز آتشِ جہنم حق را — تہذیب غرض بود نہ تعذیب نفوس

کہتے ہیں:- تم نے فضول کاموں میں عمر گذار دی تو خیر لیکن کہیں ایسا نہ ہو کہ رحمتِ حق سے مایوس ہو جاؤ۔ کیونکہ جہنم کی آگ سے غرض تہذیب ہے نہ کہ تعذیب۔

در عالمِ بے زری کہ تلخ است حیات — طاعت نتواں کرد بامیدِ نجات
اے کاش ز حق اشارتِ صوم و صلوٰۃ — بودے بوجودِ مال چوں حج و زکوٰۃ

روپیہ نہ ہونے سے جب جینا دوبھر ہو جاتا ہے تو نجات کی امید میں طاعت کیسے کر سکتے ہیں۔ اے کاش روزے نماز میں بھی حج و زکوٰۃ کی طرح زرداری شرط ہوتی۔

راہیست ز عبد تا حضورِ اللہ — خواہی تو دراز گیر و خواہی کوتاہ
ایں کوثر و طوبیٰ کہ نشاں ہا دارد — سرچشمہ و سایہ ایست در نیمۂ راہ

بندے سے اللہ تک ایک راستہ ہے چاہے اسے لمبا سمجھو چاہے کوتاہ۔ اور کوثر و طوبیٰ تو اس راستہ کا کچھ کچھ نشان ہیں۔ بالکل اسی طرح جیسے کسی سڑک پر کہیں چشمہ اور کہیں سایہ آجاتا ہے۔

محمد اسمٰعیل۔ ہاتف (بھوپالی)

غزل

ایک تیرے عشق میں زیبا ہے سب بننا مجھے — میں تو تجھ پر مر مٹا اب کچھ کہے دنیا مجھے
زندگانی بخش ہے بس اک ترا جلوا مجھے — اے مرے اچھے مسیحا کر بھی دے اچھا مجھے
زندگی میں سعی کے قابل تھا میرا حالِ زار — بعد مردن تو اگر رویا تو کیا رویا مجھے
کیا کہوں میں تجھ سے ہمدم شامِ غم کی وسعتیں — ایک آنسو بھی نظر آتا تھا اک دریا مجھے
پھر ذرا تم آ کے میری اشکباری دیکھ لو — پھر ذرا کہہ دو وہی بھاتا نہیں رونا مجھے
وہ تصور میں کیا کرتے ہیں آ آ کر گلے — شامِ غم اک آ گیا تھا نیند کا جھونکا مجھے

اف یہ کہہ کہہ کر ذکی نے شامِ فرقت جان دی
تو ہی جب اپنا نہیں لازم ہے مر جانا مجھے

(ذکی)

دردناک سین

اس طوفان کا واقعہ ۱۴۔ ۱۵۔ ۱۶ جولائی کو ہوا

دل ہلا دینے والی تھی وہ گھڑی۔ خوفناک تھا۔ وہ دن جس دن خدائے جبار و قہار کا عظیم کی صورت میں مدراس و میسور کے گوشہ گوشہ میں نازل ہونیوالا تھا۔ آسمان تاریکی چھائی ہوئی تھی۔ آفتاب عالمتاب سیاہ بادلوں میں منہ چھپائے اپنی بیکسی کا اظ تھا۔ بندگان خدا کی آنکھ اس عبرتناک سین کے دیکھنے کی منتظر تھی جو پردہ غیب سے تھا۔ بالآخر ہوا کے سخت طوفان کے ساتھ بارش کی آمد شروع ہوئی اور تب ہی ختم ہو سڑکوں پر دریا بہنے لگا۔ مکانات کے اندر پانی گھسکر ان کو صاف کر گیا۔ یہاں تک کہ آ نے کو اپنی رو میں بہا کر ہمیشہ کیلئے خاموش کر دیا۔ جدھر دیکھو ایک عجیب عبرت انگیز سماں تھا تباہ۔ بستیاں ویران۔ بڑے بڑے سربلند درخت ریت میں دبے ہوئے۔ دریاؤں میں قسم کی چیزیں بہتی چلی جا رہی ہیں۔ اگر ایکطرف کچھ سامان نظر آتا ہے تو دوسری طرف ایک نوجوان کی لاش ہے۔ وہ دیکھو یہ کسی جوان عورت کا مردہ بہتا جا رہا ہے۔ جس نے شب عروسی کا جوا ہے۔ ادہر کوئی بوڑھی روح جھاڑیوں میں اٹکی ہوئی ہے۔

اس حزنی نظارہ کے دیکھنے سے کونسا دل ہوگا جو چیخ نہ اٹھا ہو۔ کون شقی ہوگا جو نہ بہاتا ہو۔ جو لوگ مر چکے انکی موت تو تھی ہی۔ لیکن اس لاچاری بے کسی کی موت سے ہر دیکھنے کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے تھے۔ وہ حسینان جہاں وہ مدمغ ہستیاں جو زندگی میں عجب آن بسر کرتی تھیں اور جنکے روئے زیبا کو کوئی آنکھ دیکھنے کی جرأت نہ کر سکتی تھی۔ آج دریا انکو دریا کی خوراک بنانے کیلئے بے گور و کفن بدوضع بنائے دھکیلے لئے جا رہا ہے اور انکا کوئی عو میں انکی امداد نہیں کر سکتا۔ انکی بیوقت موت اچانک موت جسکا وہم و گمان تک بھی نہ تھا بے سروسامانی پر دل و اسے کو آٹھ آٹھ آنسو رولاتی ہے اور بے ثباتی کا عبرت انگیز مرقع پیش کرتی تو یہ ہی کہینگے کہ یہ طوفان ایک تازیانہ عبرت تھا یہ بربادی ہمارے لئے سبق تھا۔ یہ تباہی اعمال کا نتیجہ تھی یہ ہمارے ہی فعل تھے جنہوں نے قہر ربانی کو اس طوفان عظیم کی صورت میں

(عبدالجبار)

سوالات

نوٹ: (الف) ہر ماہ خریدار ان الکمال اپنا ایک سوال درج کرانے کا استحقاق رکھتے ہیں۔ زاید کیلئے دو آنہ فی سوال کے حساب سے ٹکٹ ارسال کریں۔

(ب) کوشش اس امر کی کیجاتی ہے کہ ہر ایک سوال کا صحیح جواب اور بہت جلد مہیا کیا جائے۔

(ج) ہمارے بعض معاونین ایسے مہمل اور ادق سوالات کرتے ہیں جنکا جواب مدیر تو کیا کوئی انسانی دماغ بھی دینے سے قاصر ہے۔ اسلئے گذارش ہے کہ ان امورات کا خیال رکھا جائے ورنہ غیر ضروری سوال مجبوراً درج نہ کیا جائیگا۔ (مدیر)

نمبر ۳۲۴ حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ کی تاریخ وفات کیا ہے معتبر کتب کے حوالہ سے تحریر کریں۔ خریدار نمبر ۱۰۹۰

نمبر ۳۲۵ مصفی خون نسخہ مع ترکیب استعمال و پرہیز وغیرہ مفصل سے اطلاع دیں۔ " نمبر ۱۶۸۲

نمبر ۳۲۶ ہر ماہ رسالہ الکمال میں ۸ صفحہ ناول کے درج ہوتے ہیں جو تھوڑے ہیں میرا خیال ہے ۱۶-۱۶ صفحہ ہر ماہ درج ہونے چاہئیں۔ تاکہ ناول جلد ختم ہو سکے۔ دیگر خریدار بھی اپنی رائے سے اطلاع بخشیں۔ مشتہر نمبر ۱۶۶۶

نمبر ۳۲۷ سید احمد صاحب بخاری جو محمود غزنوی کے ساتھ آئے تھے اور پشاور میں شہید ہو گئے اور جنکا مزار قصہ خوانی بازار میں ہے اور جو بت شکن یا شاہ ولی قتال کے نام سے معروف ہے۔ ان کا مفصل حال کسی تاریخ میں ہو تو تحریر کریں۔ خریدار نمبر ۱۶۵۰

نمبر ۳۲۸ آریہ اخبار لکھتے ہیں کہ ۱/۲ ۱ برس میں ایک لاکھ سے زاید مسلمان مرتد ہوئے تو ہندو کتنے ہوئے۔ نمبر ۱۶۲۷

نمبر ۳۲۹ بندہ کو ایک ایسے اخبار کا پتہ درکار ہے جسمیں اہل سنت والجماعت اور دیگر فرقوں کے بحث مباحثہ درج ہوں۔ خریدار نمبر ۱۵۴۸

نمبر ۳۳۰ میرے سوال نمبر ۲۵۴ کا جواب اب تک نہیں دیا گیا مہربانی کر کے بہت جلد دیویں نمبر ۷۹۶

نمبر ۳۳۱ ریاست حیدر آباد میں کوئی ٹیکنیکل کالج ہے یا نہیں۔ اگر ہے تو پتہ تحریر کریں نمبر ۷۹۶

نمبر ۳۳۲ تین سال سے ماہ جون جولائی میں مجھے کھرالیاں نکلتی رہتی ہیں۔ کوئی صاحب نسخہ تحریر کریں کہ یہ مرض دور ہو جائے۔ محمد عبدالغنی

نمبر ۳۳۳ رسالہ صوفی کہاں سے نکلتا ہے۔ خریدار نمبر ۱۶۲۴

نمبر ۳۳۴ طبی معلومات جو اپریل میں شایع ہوئی تھیں آئندہ کیوں درج نہیں ہوئیں خریدار نمبر ۱۶۲۴

نمبر ۳۳۵ جرمن مارکس کی کیا قیمت ہے اور بزم تجارت دہلی نے جو فروخت کئے تھے وہ اصلی ہیں یا نہیں

۲۳۶ سنیاسی آشرم سرگودھا کی کتاب حیات النسانی یا لطف جوانی درکار ہے کہاں سے ملیگی۔ نمبر ۱۷۰۰
۲۳۷ رسالہ تصویر وفا کو قیمت بھیجی گئی لیکن پرچہ نہیں آیا۔ خریدار نمبر ۱۶۸۱
۲۳۸ ختنہ کرنا مسلمانوں میں کب اور کیوں جاری ہوا۔ شرعی وجوہات کیساتھ جواب دیا جائے۔ نمبر ۱۵۲۴
۲۳۹ بدن نہایت کمزور ہوگیا ہے کوئی فائدہ مند اور طاقت دینے والا نسخہ مرتب کیجئے۔ خریدار نمبر ۱۲۹۹
۲۴۰ میرے نو سال کے بچے کو ضعف جگر کی بیماری ہے۔ مجرب اور آسان نسخہ جسکو بچہ خوشی سے کھا سکے مع
پرہیز وغیرہ درج کریں۔ خریدار نمبر ۱۲۵۷
۲۴۱ میرے ایک عزیز انٹرنس پاس ہیں۔ نو عمر ہیں۔ کوئی صاحب ملازمت دلادیں۔ باعث شکور ہوگا نمبر ۱۱۰۱
۲۴۲ ایک عورت کے ماں باپ اور بچہ پانی کیلئے مررہے ہیں اب عورت کسکو پلادے۔ اگر ماں کو پلاتی ہے
تو باپ اور بچہ مرجاتے ہیں اور اگر باپ کو دیتی ہے تو ماں اور بچہ مرجاتے ہیں اور اگر بچہ کو دیتی ہے تو ماں باپ
مرجاتے ہیں۔ ایسی حالت میں اسے کیا کرنا چاہئے۔ خریدار نمبر ۱۲۹۹

جوابات

قارئین کرام سے التماس ہے۔ کہ سوالات کے جواب دینے میں صحیح معلومات مہیا کرکے آپ بھی میرا ہاتھ بٹا
کر عند الناس مشکور ہوں۔ (مدیر)

۲۹۱ مقام شاہجہانپور محلہ بالوزئی درخانقاہ حضرت شاہ سید محمد مسعود عالم میاں صاحب سے خط و کتابت کریں۔
۲۰۸ خرمہرہ ۲ تولہ لیکر شب کو۔ الیمون کے پانی میں بھگو رکھیں۔ صبح کو بیضہ مرغ میں اتنے سوراخ کریں (قاضی ابرار احمد بجنوری)
کہ خرمہرہ سوزن بخوبی جاسکیں۔ اسمیں سے سفیدی و زردی نکالکر آملہ سار گندھک برنگ سرخ ۳ ماشہ ڈالکر سوراخ
مصطگی رومی سے بند کریں اوپر سے خرمہرہ کا لیپ دیکر روغن کنجد آدھ سیر میں اتنا پکائیں کہ سرخ ہوجائے۔
نیچے اتار کر اور سرد کرکے روغن نکالکر کام میں لاویں یہ روغن آملہ سار سرخ بناتا ہے اگر قسمت ہو تو۔ یہ
روغن میں نے بھی بنایا تھا۔ لیکن آملہ سار گجراتی زرد چھوٹی ڈلیوں والا کام میں لایا تھا اسلئے تانبے پر طرح
نہ دے سکا۔ استاد صاحب سے دریافت کیا گیا۔ انہوں نے کہا کہ آملہ سار سرخ گندھک ہونی چاہئے انشاءاللہ کام
دیگا۔ بعد تجربہ بذریعہ الکمال مطلع کریں۔ (نوٹ) آنچ دھیمی ہونی چاہئے زیادہ نہ ہو ورنہ روغن جل جائیگا۔
۳۱۶ گنجینہ عطاری حاجی محمد اصغر علی صاحب لدھیانہ سے طلب کریں قیمت ... (راسخ الہ بجالو صاحب از سدھیا / محمد ظہور الحسن)
۳۲۳ حضرت امام ابوحنیفہ نعمان بن ثابت کوفی کی پیدائش ۸۰ھ میں ہوئی اور وفات ۱۵۰ھ میں ہوئی
(از تذکرۃ اولیا) (مدیر)

ت ۲۲۸ یہ اخباری گپ ہے۔ انکے پاس کوئی سند نہیں (مدیر)

ت ۲۲۹ آپکے مذاق کے لئے ہفتہ وار اخبار الفقیہ امرتسر موزوں ہوگا۔ کیونکہ عام طور پر اس میں بحث مباحثہ ہی ہوتے ہیں۔ (مدیر)

ت ۲۳۰ مئی ۱۹۲۲ء کے پرچے میں جواب دیا جاچکا ہے ملاحظہ کریں۔ (مدیر)

ت ۲۳۲ جہانتک تجربہ ثابت کرتا ہے جونکیں لگوانی بڑی مفید ہیں کیونکہ غلیظ خون کو چوس لیتی ہیں (مدیر)

ت ۲۳۳ پنڈی بہاؤ الدین ضلع گجرات سے نکلتا ہے۔ (مدیر)

ت ۲۳۴ اول جگہ کی قلت دوسرے عام قارئین کرام اس پر کچھ توجہ دیتے نہیں اور نہ ہی اس میں کچھ دلچسپی حاصل کرتے ہیں۔ (مدیر)

ت ۲۳۵ جرمن مارکس جو نوٹ کی صورت میں ہیں انکی قیمت اسقدر گری ہوئی ہے کہ ندارد کے برابر ہے اور بظاہر صورت کوئی انکے بڑھنے کی نظر نہیں آتی۔ یہ ہی ایک جرمن کی چال تھی جس سے لارڈ کرزن چونک اٹھے تھے۔ اور ایسا جادو تھا جسکا کوئی علاج نہ تھا۔ (مدیر)

ت ۲۳۶ سنیاسی آشرم سرگودھا سے ہی طلب کریں کسی اور جگہ بکتی نہیں۔ (مدیر)

ت ۲۳۷ ممکن ہے کہ بند ہو گیا ہو۔ (مدیر)

ت ۲۳۸ ہمارے خیال میں کشتہ طلاء سے بہتر اور کوئی دوائی نہیں ہو سکتی۔ لیکن یاد رہے کہ کشتہ وہ اچھا ہے جو بوٹیوں سے کیا گیا ہو۔ ذیل میں ترکیب درج ہے۔ اگر بنا سکیں تو خود تیار کریں ورنہ کسی حاذق حکیم سے تیار کرا کر استعمال میں لاویں۔ ۳ ماشہ عمدہ طلاء لیکر برادہ کرالیں اور ذیل کی بوٹیوں کے دس دس تولہ پانی میں ترتیب وار کھرل کریں۔ کھرل گھسنے والا نہ ہو۔ اول آب بیخ گل عباسی۔ دوئم آب گل سرخ بہاری یا گلاب دو آتشہ سوئم آب پوست نیم چہارم آب برگ تلسی میں کھرل کریں آخر میں ایک غلولہ سیاہ فام نرم ہو جائیگا۔ ایک کورے مٹی کے چھوٹے پیالہ میں غلولہ رکھکر اسی کے برابر دوسرا دیکر گل حکمت کرلیں اور ایک گڑھا جس میں ۱۰ سیر کچے اُپلے آجاویں میں پانچ سیر اوپلے رکھکر ایک بڑی تھالی میں گل حکمت کیا ہوا پیالہ رکھکر اور اوپر باقی اُپلے دیکر آگ دیں۔ ٹھنڈا ہونے پر غلولہ بے چمک پھولا ہوا برنگ خشت قدرے سرخی مائل برآمد ہوگا۔ پارچہ میں چھان کر رکھ لیں۔ یہ ہی کشتہ طلاء ہے۔ خوراک خشخاش کے دانہ سے لیکر ایک چاول تک ہے۔ مکھن میں نہار کھائیں۔ مکھن میں نہ کھا سکیں تو ملائی دو تولہ میں ملا کر جسقدر دل چاہے دودھ پئیں۔ پرہیز ترشی۔ قند سیاہ۔ روغن سیاہ پیٹھی دال موٹھ و مسور۔ سالہا سال کی قوت معدہ زائل شدہ کا فوراً عود کرانے والا۔ اعصاب کو فائدہ بخش اور ضعف

مثانہ کا ضعف۔ ممسک اور ضعیفوں کا عصا اور حرارت عزیزی قائم کرنے والا اگر ہے تو یہ ہے لاثانی

مجربات

لاثانی نعوری نسخہ پلیگ نہایت ہی فائدہ مند ہے۔ بفضل تعالےٰ ۱۰ برس سے تجربہ میں آرہا ہے۔

پھول بینگن	پھول آلو	کافور خالص	جدوار خطائی	سفوف صدوبج حولی
۱۰ تولہ	۵ تولہ	۱½ تولہ	۱½ تولہ	۱½ تولہ

ان پانچوں چیزوں کو عرق بید مشک میں پیسکر بقدر نخود گولیاں تیار کریں۔ بوقت ضرورت ہر نصف گھنٹہ بعد ایک گولی ہمراہ عرق بید مشک وکیوڑہ و گلاب ہموزن دیں انشاءاللہ سب شکایت رفع ہوجائیگی

ڈاکٹر حکیم محمد عبدالمجید صاحب (ایٹہ)

گلٹی کے لئے جو لیپ ڈاکٹر صاحب نے تجویز کیا ہے وہ صاف لکھا ہوا نہیں تھا۔ اسلئے استدعا ہے کہ صاف لکھکر ارسال فرمادیں۔ تاکہ دوسری بار شایع کیا جاوے۔ نیز جریان کا نسخہ بھی ایسا ہی لکھا گیا تھا جس پر ڈاکخانہ کی مہریں لگ گئی ہیں اور پڑھا نہیں جاتا۔ یہ بھی دوسری بار تحریر فرما کر عند اللہ ماجور ہوں۔ (مدیر)

بال توڑ یارٹ گرٹ

دو تولہ اسبغول لیکر اور تھوڑا سا دودھ ملاکر پکائیں اور تھوڑا سا کالا مصبر پیس کر اسبغول پر ڈالکر اوپر باندھیں۔ صبح تک تمام مواد نکل جائیگا۔ اور بالکل صحت ہوجائیگی۔ نہایت مجرب ہے۔

ایم۔ اے۔ مقبول لاہور

دافع جریان

احتلام۔ سرعت انزال جو دس روز کے اندر اندر پرانے سے پرانے جریان کو دفع کردیتا ہے

گوند کتیرا	سندر سوکھ	تخم خرفہ	پکھان بید	صمغ عربی	کشتہ عقیق در صندل سرخ	کشتہ قلعی در
۶ ماشہ	تولہ	۶ ماشہ	تولہ	تولہ	۳ ماشہ	۳ ماشہ

بھنگ	کشتہ بیض ہفت بچہ	کشتہ فولاد در جامن	کشتہ سنکھ در بچھوا	کشتہ مرجان در مسکہ
۳ ماشہ	ماشہ	۳ ماشہ		۳ ماشہ

خوراک ۳ رتی سے ۵ رتی تک ہمراہ مسکہ صبح نہار منہ استعمال کریں۔

(ڈاکٹر حکیم محمد لطیف صاحب بی اے جھنگ

نجومیوں کی ہولناک پیشگوئی

دم دار ستارہ کرہ ارض سے ٹکرانیوالا ہے

اخبار اسٹیٹسمین رقمطراز ہے کہ دس سال میں کم از کم ایک بار دُمدار ستارہ آسمان پر نمودار ہوتا ہے۔ بہت جلد ایک نیا دمدار ستارہ ظاہر ہونے والا ہے اور محققین سائینس اس تلاش میں ہیں کہ یہ کب ظاہر ہوگا۔ وہ ایک خاص طرح کی دوربین استعمال کرتے ہیں۔ جسکی قوت کم ہوتی ہے لیکن اس سے بہت دور کی چیزیں نظر آتی ہیں۔ یہ تجسس و تلاش محض سائینٹفک دلچسپی کے لحاظ سے نہیں کی جارہی ہے بلکہ اسکی وجہ یہ ہے کہ نجومیوں نے اپنے حساب سے یہ بتلایا ہے کہ جلد یا بدیر ایک دمدار ستارے کا کرہ ارض سے ٹکرانا لازمی ہے۔ فسانہ نگار اپنی قلم کو الگ گردش دے رہے ہیں۔ اور وہ مناظر کھینچ رہے ہیں جو دمدار ستارہ کے کرہ ارض سے ٹکرانے کی صورت میں نمایاں ہوسکتے ہیں۔ سائینسدان طبقہ کا یہ خیال ہے کہ اگر ایسا تباہی خیز سانحہ پیش آیا تو تمام دنیا غارت ہوجائیگی۔ اور ایسی فضا دمدار ستارے سے کرہ ارض پر پھیل جائیگی جس سے تمام آبادی فنا ہوجائیگی۔

دم دار ستارے کی دم گیس کیطرح روشن اور ستارہ کیطرح چمکتی نظر آتی ہے۔ یہ دم ہزارہا میل لمبی اور چوڑی ہوتی ہے جمیں نہایت مہلک گیس ہوتا ہے جسقدر گیس ایک دمدار ستارہ میں ہوتی ہے وہ کرہ ارضی پر محیط ہوجانے کیلئے بہت کافی ہے۔ اگر یہ گیس ہوا میں ملجائے تو کوئی شخص سانس نہیں لے سکتا۔

ماہرین سائنس کا خیال ہے کہ اگر خدانخواستہ ایسا کوئی موقع آیا تو دمدار ستارہ کا یہ گیس تمام دنیا میں پھیل جائیگا۔ اور زیادہ سے زیادہ ۸ گھنٹے کے اندر لوگوں کا دم گھٹنا شروع ہوجائیگا۔ اور تمام انسانوں کی جانیں ضایع ہوجائینگی۔ کوئی انسان یا جانور روئے زمین پر زندہ نہ بچیگا اور سب دم گھٹ کر مرجائینگے۔

یہ خیال کہ دمدار ستارہ کوئی قرار واقعی مادی جسامت نہیں رکھتا ترک کردیا گیا۔ اسکی دم اسطرح کی ہے کہ اگر دنیا اسکے نیچے سے گذرے تو اسے کوئی نقصان نہیں پہونچ سکتا چنانچہ ۱۹۱۰ء میں زمین دمدار ستارہ کی دم کے نیچے سے گذری تھی لیکن کسی کو پتہ بھی نہ چلا۔ مگر اسکے سر کے حصے میں پتھر اور لوہے کی بہت ٹھوس چیزیں ہیں جو کئی سو ملین ٹن ہیں۔

اگر ہم اس خیال سے کہ دمدار ستارے میں کوئی زہریلا گیس ہے قطع نظر بھی کریں پھر بھی یہ فکر کیا کم ہے

ریویوز

رسالہ تقسیم میراث - مؤلفہ ابو محمد مولوی محمد عبداللہ صاحب مہتمم مدرسہ اسلامیہ اصلاح التعلیم مسجد مبارک امرت سر ریویو کیلئے موصول ہوا۔ واقعی یہ کتاب مسلمانوں کیلئے نہایت مفید ثابت ہو گی کیونکہ عام طور پر مسلمان میراث کے اصول سے بے بہرہ ہونے کی وجہ سے تکفیر کی حد تک پہونچ جاتے ہیں۔ اور عدالتوں میں علی الاعلان یہ کہدیتے ہیں کہ ہم شرع کے پابند نہیں بلکہ رواج پر فیصلہ کرنا چاہتے ہیں اس دقت کو رفع کرنے کیلئے مولوی صاحب موصوف نے اس چھوٹے سے رسالے میں تقسیم میراث کے آسان طریقے۔ نقشہ جات عام فہم اردو زبان میں کتب اسلامی سے اخذ کر کے عام مسلمانوں کو شرع شریف کے مطابق چلنے پر ترغیب دی ہے۔ ہر مسلمان کو اسکا مطالعہ کرنا لازمی ہے۔ قیمت بھی بہت ہی کم یعنی صرف ۱؎ مقرر کی ہے۔ تاکہ ہر غریب و امیر اس سے فائدہ اٹھا سکے۔ مذکورہ بالا پتہ سے طلب کریں۔

کشاف - اردو ادبیات میں اس سے اور اضافہ ہوا ہے۔ کیونکہ یہ علاوہ عشق و محبت کی داستانوں کے غزلیات۔ علم جعفر کیمیا۔ رمل اور علم ہندسہ پر روشنی ڈالتا ہے۔ یہ کہنا مبالغہ میں داخل نہ ہوگا۔ کہ یہ رسالہ اپنی طرز کا نیا رسالہ ہے۔ چھوٹی تقطیع۔ کاغذ اور لکھائی چھپائی بھی اچھی ہے۔ چندہ سالانہ عہ/ فی پرچہ ۳ر مینیجر رسالہ "کشاف" امرت سر سے طلب کریں۔

واعظ - یہ مذہبی رسالہ زیر ادارت جناب مولوی عبدالوہاب صاحب عندلیب حیدر آباد دکن سے حلقہ وار نکلتا ہے اور اہل سنت کے عقاید کی تبلیغ اسکا نصب العین ہے۔ قرآن اور کتب اسلامیہ کے نکات کو واضح کر کے مذہب کی خدمت کرتا اور عوام کو صراط مستقیم پر لانا اپنا فرض گردانتا ہے بحث مباحثہ کے جھگڑوں ٹنٹوں سے بالکل بری ہے۔ کاغذ لکھائی چھپائی دیدہ و زیب۔ چندہ سالانہ چار روپیہ۔ ملنے کا پتہ۔ مینجر رسالہ واعظ شاہ علی بندہ حیدر آباد دکن۔

وکیان - یہ روحانیت فلسفہ اور اخلاق کا ماہواری رسالہ زیر ادارت پنڈت نرمل چند صاحب لاہور سے شایع ہوتا ہے۔ کتابی سائز ۴۸ صفحہ ٹائیٹل پیج نہایت خوبصورت ہے۔ شائقین منگوا کر ملاحظہ کریں قیمت سالانہ تین روپیہ ششماہی ۲/۸ نمونہ ۴ر

مقام اشاعت

دفتر رسالہ وکیان محلہ حلوہ ٹیاں لاہور

فیورٹ دواخانہ کے نایاب تحفے

طلائے اکسیر

جوانی کی نا طاقت اندیشیوں کا ازالہ۔ بیرونی پٹھوں کے خراب پٹھوں کو صحیح و سالم بنانیوالا۔ جو اسباب کو دور کرنیکا ذریعہ صرف طلائے اکسیر ہی ثابت ہوا ہے۔ زیادہ تعریف ہمارے اصول اور تہذیب کے خلاف ہے۔ مشک آنست کہ خود ببوید نہ کہ عطار بگوید۔ قیمت فی شیشی صرف تین روپے علاوہ محصولڈاک

سفوف جریان

یہ بیماری آجکل کثرت سے پھیلی ہوئی ہے۔ اور اندر ہی اندر انسان کو گھلا گھلا کر زندہ درگور بنا دیتی ہے۔ ہر وقت اعضا شکنی۔ کمزوری۔ ضعف دماغ ضعف نظر وغیرہ۔ غرضیکہ یہ ایک بیماری تمام انسانی اعضا کو کمزور کر دیتی ہے۔ اسکے لئے یہ سفوف نہایت ہی مجرب پایا گیا ہے۔ تمام شکائیتیں دور ہو کر چہرے پر رونق آجاتی ہے۔ اور انسان از سر نو تندرست و توانا ہو جاتا ہے۔

قیمت فی بکس دو روپے۔ محصولڈاک بذمہ خریدار

فیورٹ یعنی خوبصورت بنو

کون ہے جو حسن اور خوبصورتی کا شائق نہیں۔ چند قطرے چہرے پر لگانے سے رنگت کو صاف اور چمکدار کرتی ہے چہرے کی چھائیاں اور کھردرا پن دور کرنے میں بمنزلہ اکسیر ہے۔ قیمت فی شیشی ایک روپیہ چھ آنے

فوری ڈاکٹر

اگر آپ کو آجتک اس کے تجربے کا اتفاق نہیں ہوا تو کم از کم ایکدفعہ چھوٹی شیشی نمونتاً منگوا کر آزماویں۔ جو احتلام۔ جریان۔ چوتھیہ بخار۔ بدہضمی۔ جی کا متلانا۔ سر درد۔ دانتوں کا درد۔ ہیضہ۔ سوزاک۔ دیگر ہر قسم کے درد کے لئے اکسیر کا حکم رکھتی ہے۔ بچے جوان اور بوڑھوں کے لئے یک مکمل کیمیاوی علاج ہے۔ ہر گھر میں اسکا ہونا لازمی ہے۔ معمولی بیماریوں میں یہ ایک پورے ڈاکٹر کی طرح مشورہ دے گی۔ قیمت فی شیشی کلاں ایک روپیہ آٹھ آنہ۔ خورد آٹھ آنہ۔ محصولڈاک بذمہ خریدار ہوگا۔

طلسماتی گولی

یہ گولیاں ہماری جدید ایجاد سخت جانفشانی اور عرقریزی کا نتیجہ ہیں۔ ہم دعوے سے کہہ سکتے ہیں کہ اس سے بڑھکر مقوی سریع التاثیر دوا آجتک ایجاد نہیں ہوئی۔ دو گھنٹہ کے اندر اندر بدن میں چستی اور طبیعت میں فرحت پیدا کرتی ہیں۔ بلکہ اعلیٰ درجہ کی مولد خون اور مقوی ہیں۔ کمزوری کے لئے بھی مفید ہیں۔ قیمت فی شیشی خورد چھ گولیاں چھ آنہ۔ ۲۴ گولیاں ایک روپیہ بارہ آنے

محصولڈاک بذمہ خریدار

تمام درخواستیں بنام مینیجر فیورٹ دواخانہ بازار حکیماں لاہور آنی چاہئیں

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

ایک روپیہ محصول ڈاک ساڑھے آنہ (۱۰؍)

مبارک

[illegible]

ڈاکٹر الیس کے [illegible]

فہرست مضامین رسالہ الکمال لاہور

جلد ۵ - بابت ماہ اکتوبر ۱۹۲۲ء مطابق ماہ ربیع الاول ۱۳۴۱ھ - نمبر ۲۴

الکمال

ایڈیٹر
ریاض شروانی

جائنٹ ایڈیٹر اعزازی
خواجہ سعید احمد صاحب
بی ۔ اے

حمد

وہ کون ہے جسے تیری جستجو نہیں۔
یارب تیرے سوا تو کوئی خوبرو نہیں

امیدِ رحم پر تیری جیتے ہیں ہم سبھی
تیرا کرم نہ ہو تو کہیں آبرو نہیں۔

ملتے ہیں ہمکو سینکڑوں یارب حسیں مگر
ان عارضی گلوں میں محبت کی بو نہیں

تو آرزوئے دل ہے تو امیدِ جان زار
تیرے سوا کسی کی مجھے آرزو نہیں

ہے ذرہ ذرہ تیری ضیاء سے بھرا ہوا
کوئی جگہ نہیں ہے کہ موجود تو نہیں

تو آ کہ میکدہ میں بہارِ سرور ہو۔
جب تو نہیں تو لذتِ جام و سبو نہیں

کیوں ناامید ہوں کرم کردگار سے
یہ کان کیا سنے ہوئے لا تقنطو نہیں۔

کس منہ سے آہ۔ جائیگا مولا کے سامنے
[illegible]وز ابھی مجھ میں تو نیکی کی خو نہیں۔

(طالب)

شذرات

عام طور پر دیکھا گیا ہے کہ مدیران رسائل و اخبار بر وقت ریویو انصاف کی عنان کو چھوڑ کر بعض تو اپنے تعلقات کی وجہ سے مبالغہ آمیز تعریف کرتے ہیں اور بعض اپنی جبلی فرعونیت سے مجبور ہو کر جائز طور پر مذمت کیلئے کمر کس لیتے ہیں۔ ہمیں افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ یہ متضاد بیماری نہ صرف چھوٹے پرچوں میں ہی پائی جاتی ہے۔ بلکہ بڑے بڑے مستند اخبار بھی اسی تعصب کے جال میں بُری طرح پھنسے ہوئے ہیں۔ ہم نے دیکھا کہ لاہور کے ایک موقر اخبار نے اپنا ایک پورا کالم صرف اسی زہر اگلنے کیلئے وقف کر رکھا ہے۔ اور ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ان نئے رسائل کے اجراء سے خاص زہریلا مادہ اس بڑے پرچے کی روح پر اثر کرنے والا تھا۔ جسکے جراثیم کو روکنے کی خاطر آپ نے اُنکی اہانت کیلئے چوٹی سے ایڑی تک کا زور لگا دیا۔ لیکن نہیں ہم اپنے معزز مدیران کی خدمت میں التجا کرتے ہیں۔ کہ تعصب کی عینک کو آنکھوں سے اُتار کر فراخ حوصلگی اور عالی دماغی سے کام لیجئے۔ صرف بھلے مانسوں کی پگڑیاں اُتارنا ہی اپنا نصب العین قرار نہ دیجئے۔ بلکہ لازم ہے کہ اگر کوئی رسالہ یا اخبار آپ کے پاس بغرض ریویو موصول ہوتا ہے۔ حسن و سقم دونوں پر غور کر کے مہذب الفاظ میں اظہار مدعا کیجئے۔ آپ نے زمانے کا سرد و گرم چکھا ہے۔ اور وہ ابھی بچے ہیں۔ اور آپ سے انہیں باوجود اپنی ناتجربہ کاری کے حوصلہ افزائی کی امید ہے۔ بشریت کا تقاضا غلطی کرنا ہے اور انسان نسیان و خطا کا مرکب ہے۔ آپ بھی اسمیں شامل ہیں۔ آپ میں بھی ہزاروں نقص ہیں۔ آپ بھی بہت سی فحش غلطیاں کیا کرتے ہیں۔ پھر چند ایک نئے علمی دوستوں کو میدان ادب میں آتے ہوئے دیکھ کر جلنا کسقدر معیوب ہے۔ آپ کی شان یہ تھی کہ اُنکی حوصلہ افزائی کرتے۔ نواقص پر بھی مہذب طریقہ سے قلم اُٹھاتے۔ اور خوبیوں پر بھی تنگ دلی کو دور کر کے روشنی ڈالتے۔

تمام اقوام کی زندگیوں پر نگاہ عمیق ڈالنے سے یہ پایا گیا ہے کہ مسلمان اس مرض میں خاص طور پر مبتلا ہیں۔ اگر دوسری قوم کا ایک فرد کوئی کام کرتا ہے۔ تو تمام قوم متفقہ طور پر اسکی امداد اور ہر طرح کی حوصلہ افزائی کرتی ہے۔ لیکن ایک ہم ہیں کہ جنکی سرشت اور عادت میں خاص طور پر اپنی قوم کے مخالف چلنا۔ قوم کے کسی فرد کو کوئی کام کرتے ہوئے دیکھ کر جلنا۔ اسکو ناکام رکھنے کی ہر ایک ذلیل سے ذلیل کوشش کرنی اپنا فرض منصبی سمجھ لیا ہے۔ مسلمانو! ایک دوسرے کی امداد کرو۔ ایک قوم بنکر دکھلاؤ۔ تم ذلیل ہو رہے ہو۔ تم غریب نظر آتے ہو تم تعصب سے بھرے پڑے ہو۔ تمہارے دل خدائی قانون سے منحرف ہو چکے ہیں۔ آپس کے جھگڑے چھوڑ دو ایک دوسرے کے بھائی بن جاؤ۔ بڑے ہو تو چھوٹوں کی مدد اور [illegible] چھوٹے ہو تو بڑوں کی عزت کرو۔ [illegible]

دعوۃ الی الکتب

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا قُوْۤا اَنْفُسَكُمْ وَ اَهْلِیْكُمْ نَارًا

اے مسلمانوں اپنے آپکو اور اپنے اہل و عیال کو دوزخ کی آگ سے بچاؤ۔

انسان ضعیف البنیان خوفناک درندوں۔ رفیع الشان پہاڑوں۔ ہیبتناک دریاؤں کی قوت بلندی اور روانی کو دیکھکر بھی اگر اپنی کمزوری کو محسوس نہ کرے تو اس کیلئے قابل افسوس ہے دنیا کے دوں کی شب و روز کی دل ہلا دینے والی وبائیں۔ آسمان سے نازل ہونیوالی بارش کے تباہ کن اثرات۔ دریاؤں کی بڑھتی ہوئی طغیانیاں۔ آتش فشاں پہاڑوں کی جلانے والی گرمیاں۔ ان میں سے کوئی چیز نہیں جو انسان کو اسکی خواب غفلت سے چونکا سکتی ہو۔ دنیا میں وبائیں آتی ہیں طوفان خلق خدا کا بیشمار نقصان کرتے ہیں۔ لیکن انسان ہے کہ خواب غفلت سے نہیں چونکتا۔ کیا وہ طاقت جو چشم زدن میں جاپان کے بیس لاکھ سے زیادہ نفوس کو ہلاک کر سکتی ہے کیا وہ ایک ناشکرگذار انسان کو۔ ایک نامہربان شوہر کو۔ ایک ناخلف بیٹے کو اور ایک پراگندہ خیال بیوی کو ایک دم صفحۂ ہستی سے حرف غلط کیطرح مٹا نہیں سکتی۔ اگر ایسا ہو سکتا ہے۔ اگر قدرت کی طاقتوں کے سامنے اسکا امکان ہے۔ تو پھر انسان جو کتنا بھی بڑا ہو جائے۔ قادر ذوالجلال کے سامنے ہیچ ہے کس بات پر پھولا ہے۔ کیا چیز ہے جو اسے اپنے فرائض یاد نہیں کرنے دیتی۔ کونسی طاقت ہے جو اسے لایزال طاقت کے سامنے سرنگوں ہونے سے باز رکھتی ہے۔ یٰۤاَیُّهَا الْاِنْسَانُ مَا غَرَّكَ بِرَبِّكَ الْكَرِیْمِ۔ اے انسان کس چیز نے تجھے تیرے رب کریم کے سامنے مغرور بنا رکھا ہے۔

دنیا کے مصائب اور وبائیں اللہ تعالیٰ کے عذاب ہی کی مختلف صورتیں ہیں۔ جس وقت کوئی قوم احکام الٰہی کی صریح خلاف ورزی کرتے کرتے حد سے گذر جاتی ہے تو قانون قدرت ہے کہ اسکو مصائب اور وباؤں میں مبتلا کر کے تباہ و ہلاک کیا جاتا ہے۔ عاد و ثمود کے قصے بھی آپ نے پڑھے ہونگے۔ تو اس قانون کی حقیقت بخوبی روشن ہو چکی ہوگی۔ مدین و بنی اسرائیل کے واقعات قرآن حمید میں اس قانون کی صداقت میں پیش کئے گئے ہیں۔ كَدَاْبِ اٰلِ فِرْعَوْنَ وَ الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ كَفَرُوْا بِاٰیٰتِ اللّٰهِ فَاَخَذَهُمُ اللّٰهُ بِذُنُوْبِهِمْ اِنَّ اللّٰهَ قَوِیٌّ شَدِیْدُ الْعِقَابِ

"فرعون والوں نے اور اُنکے پیشتر جن اقوام نے احکام الٰہی کے ماننے سے انکار کیا۔ احکام خداوندی کی پیروی سے انحراف کیا۔ انکو اللہ تعالیٰ نے عذاب میں گرفتار کیا بسبب انکے گناہوں کے۔ اسلئے کہ اللہ تعالیٰ بڑا سخت ہے عذاب دینے میں"۔ جب ایسی صاف صاف خبریں ہیں تو کیا سبب ہے کہ انسان ہٹ دھرمی سے اپنی بے راہ روی پر اڑا رہتا ہے۔ کیا سبب ہے کہ مسلمان جو زبان سے دعوے ایمان کرتے ہیں عموماً (اِلَّا مَا شَآءَ اللّٰہُ) احکام الٰہی سے غافل ہو رہتے ہیں۔

ہندوستان میں مسلمانوں کی جو حالت ہے وہ قرآن پاک کے احکام کی خلاف ورزی کا نتیجہ ہے آجسے تیرہ سو سال پیشتر دنیا میں اس کتاب کے ذریعہ اللہ تعالیٰ نے اعلان کر دیا تھا کہ وَعَدَ اللّٰہُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مِنْکُمْ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَیَسْتَخْلِفَنَّھُمْ فِی الْاَرْضِ الخ۔۔۔۔ جو قوم دنیا میں اللہ العٰلمین پر ایمان رکھے گی اور اسکے احکام پر چلکر نیکوکار رہے گی اسکو دنیا میں آزادی اور حکومت عطا فرمائیگا کہ یہی سب سے بڑی نعمت دنیا میں ہے۔ اور تاریخ عالم اس پر شاہد ہے۔ کہ اوائل اسلام میں جب مسلمانوں نے اس پر عمل کیا۔ تو دنیا کی ہر نعمت انکو بڑھکر آگے سے ملی اور اسکے ساتھ اس قانون کا اعلان عام بھی کر دیا گیا کہ وَلَوْ اَنَّ اَھْلَ الْقُرٰٓی اٰمَنُوْا وَاتَّقَوْا لَفَتَحْنَا عَلَیْھِمْ بَرَکٰتٍ مِّنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ۔ کہ اگر بستیوں کے رہنے والے اللہ تعالےٰ پر ایمان رکھتے اور تقوےٰ اختیار کرتے تو ہم ان پر آسمان اور زمین کی برکتیں کھول دیتے۔ لیکن افسوس کہ انسان اور وہ انسان جو زبان سے دعوے ایمان کرتا ہے آج اپنے آپ کو رسوا و ذلیل، مفلس و نادار پاکر سبب ڈھونڈتا ہے۔ کاش اسکی نظر اس صحیفۂ آسمانی پر جو اس کے آباؤ اجداد کے وقتوں میں ایک غلاف کے اندر بند کرکے الماری میں رکھ دیا گیا تھا پڑھتا اور دیکھتا کہ دنیا کی برکتیں اگر مل سکتی ہیں۔ تو اللہ تعالےٰ کو خوش کرنے سے اور اگر نہیں مل سکتیں تو اس لئے کہ اِنَّ الَّذِیْنَ کَذَّبُوْا بِاٰیٰتِنَا وَاسْتَکْبَرُوْا عَنْھَا لَا تُفَتَّحُ لَھُمْ اَبْوَابُ السَّمَآءِ وَلَا یَدْخُلُوْنَ الْجَنَّۃَ حَتّٰی یَلِجَ الْجَمَلُ فِیْ سَمِّ الْخِیَاطِ۔ جو لوگ احکام الٰہی کو ان پر عمل پیرا ہونے کی بجائے اسکے خلاف عمل کرنے سے جھٹلاتے ہیں۔ اور ان سے تکبر کرتے ہیں۔ ان کیلئے دنیا میں برکات سماوی کے دروازے نہیں کھولے جاتے۔ اور نہ مرنے کے بعد اُن کو جنت میں داخل کیا جاتا ہے۔ ان لوگوں کا جنت میں جانا یا یہاں نعمتیں حاصل کرنا ایسا ہی ہے جیسا اونٹ کا سوئی کے ناکے سے گذر جانا۔ وَکَذٰلِکَ نَجْزِی الْمُجْرِمِیْنَ مجرموں کی سزا یہی ہوا کرتی ہے۔ مجرم دنیا میں بھی قید کر دیئے جاتے ہیں اور آخرۃ میں بھی جہنم کے دائمی قید خانہ

میں بند کر دیئے جائینگے اور لَهُمْ مِّنْ جَهَنَّمَ مِهَادٌ وَّمِنْ فَوْقِهِمْ غَوَاشٍ :-
ان کے لئے جہنم ہی بچھونا اور اُس کا اوڑھنا ہیں - وَكَذٰلِكَ نَجْزِي الظّٰلِمِيْنَ :- اور
بے انصافوں کی یہی سزا ہے جو اپنے نفسوں پہ ظلم کرتے ہیں - اور اُن کو اسی طرح سزا دیجاتی ہے -
پیدا ہر ہے کہ اگر آج مسلمان ذلیل ہیں - اور اگر آج وہ دنیا میں رسوا اور خدا پاک کے
نزدیک معتوب ہیں - تو اسکا سبب یہی ہے کہ انہوں نے اللہ تعالےٰ کے احکام کو جو قرآن
پاک میں بالتصریح اور اقوال نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم میں بتفصیل بیان ہو چکے ہیں - انہیں پس
پشت ڈال رکھا ہے - اور یہ حقیقت بھی واضح ہو چکی ہے کہ اللہ تعالےٰ کے فضل و کرم رحم و
مغفرت کو اپنی طرف اگر رجوع کیا جا سکتا ہے - تو صرف انہی احکام پر عمل پیرا ہونے سے - تو پھر
کیا اسلام کا دعوےٰ کرنے والے وہ لوگ جو ان صفحات کو پڑھ رہے ہیں - آج سے اس بات پر
کمربستہ نہ ہونگے کہ احکام الٰہی سے واقفیت حاصل کریں - اور ان پر چلکر دنیا کے سامنے اوائل اسلام
کا قابل رشک نمونہ پیش کر دیں - لیکن اگر آج مسلمانوں کی حالت وہ ہو چکی کہ صُمٌّ بُكْمٌ عُمْيٌ فَهُمْ
لَا يَرْجِعُوْنَ :- بہرے ہیں - گونگے ہیں - اندھے ہیں - پس وہ نہیں سمجھ سکتے - یا وہ اپنے دیرینہ
اعمال بد کی وجہ سے اس درجہ پر پہونچ چکے ہیں کہ خَتَمَ اللّٰهُ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ وَعَلٰى سَمْعِهِمْ وَعَلٰٓى اَبْصَارِهِمْ
غِشَاوَةٌ ...... الخ ان کے دلوں اور کانوں پر مہر کر دی گئی ہے اللہ تعالےٰ کی طرف سے
اور ان کی آنکھوں پر پردے پڑے ہوئے ہیں - یا انکی یہ حالت ہے کہ وَلَهُمْ اَعْيُنٌ لَّا
يُبْصِرُوْنَ بِهَا وَلَهُمْ اٰذَانٌ لَّا يَسْمَعُوْنَ بِهَا اُولٰٓئِكَ كَالْاَنْعَامِ بَلْ هُمْ اَضَلُّ ۔ الخ
اور انکی آنکھیں ہیں لیکن ان سے دیکھنے کا کام نہیں لیتے - ان کے کان ہیں لیکن ان سے سنتے
نہیں - یہ لوگ انسان کیا ہیں گویا مویشی ہیں - بلکہ اُن سے بھی گئے گذرے ہیں - اور وہ کسی
طرح بھی اپنے آپکو دنیا کی محبت سے نکال کر عشق الٰہی میں مستغرق نہیں کر سکتے - تو خدا کیلئے
اتنا تو کریں کہ آنے والی نسلوں کو اس تباہی سے بچائیں - یاد رکھیئے کہ اگر آج آپ راہ راست
پر چلنا پسند نہیں کرینگے اور اپنے بچوں کے سامنے بدترین مثال پیش کرینگے تو قیامت کے روز
نہ صرف اپنے گناہوں کے آپ ذمہ وار ہونگے بلکہ آنے والی نسلوں کی بے راہ روی - اعراض
حق اور کفر بآیات اللہ بھی ٹھہرینگے -

(باقی آئندہ)

(عبدالوحید)

صبح وصال

(بزبانِ مسرت)

صُبْحُ الْهُدٰی مَلَأَ الْوُجُوْدَ سُرُوْرًا
لَمَّا بَدَا وَجْهُ الْحَبِیْبِ مُنِیْرًا

حبذا صبح سعادت مرحبا صبح وصال
باغ من گل سکند امروز بعد از چند سال

وہ صبح وصال نہیں جو شب وصل کے اختتام کے بعد آتی ہے۔ اور جہاں سے فراق کی حد شروع ہوتی ہے۔ بلکہ وہ صبح وصال جس سے وصل جاوید کا نورانی خورشید طلوع ہوا۔ اور فراق کی راتوں کا نام ہی مٹا دیا۔ وہ صبح وصال جو فراق کی بے شمار راتیں گذرنے کے بعد آئی۔ جس کیلئے فرش ہی نہیں عرش بھی چشم براہ تھے۔ جس کیلئے زمین پر بسنے والے انسان مضطرب تھے۔ تو جنت کے حور و غلماں بھی بے چین تھے۔ وہ صبح وصال جس کیلئے ایک طرف خلیلؑ و مسیحؑ گھڑیاں گن رہے تھے۔ اور دوسری جانب ملائکہ اربع خصوصاً جبرائیلؑ۔ وہ صبح وصال جس کے لئے تارے چشم منتظر بنے ہوئے تھے اور سورج وقف حاضری تھا۔ وہ صبح وصال جس کیلئے نسیم و صبا ہر صبح چمن اروی اور روشت نوردی کرتی تھیں۔ ہر صبح بلبل جس کا وظیفہ پڑھا کرتی تھی۔ اور پھول جسکی آمد کا پتہ لگانے کیلئے اپنی خوشبو کو ہر طرف پھیلا دیا کرتے تھے۔ وہ صبح وصال قریب آگئی ہے۔ بس ایک رات کی دیر ہے۔ اب کی صبح کے بعد فراق کی صبح و مسا کا وداع دوام ہے۔ کونین میں خوشیاں منائی جا رہی ہیں۔ مسرت کے ترانے گائے جا رہے ہیں۔ جنت کے باغ و چمن آراستہ کر دیئے گئے ہیں۔ منادی غیب پکار رہا ہے کہ اے عرش بر قع پوش انوار ہو جا۔ اے کرسی پیراہن افتخار پہن لے۔ اے سدرۃ المنتہیٰ معمور نور ہو جا۔ اے محلات جنت کی حور و آراستہ و پیراستہ ہو کر جنت کے دریچوں میں بیٹھ جاؤ۔ اے ملائکہ کمریں باندھ لو اور عرش کو گھیر لو۔ اے رضوان جنت کے دروازے کھول دے۔ اے مالک دوزخ کے دروازے بند کر دے۔ اے چرخ گرداں رقص مسرت کر۔ اے تارو دیدۂ شوق وا کر دو۔ اے ماہتاب کرۂ ارض کو اپنی نورانی چادر سے ملبوس کر دے۔

بلبلیں نغمہ زنی کرنے لگیں۔ پھول دفعتاً عنبر فشاں ہو گئے۔ تارے زمین پر جھکے پڑتے ہیں۔ نوریوں سے ارض بطحا معمور ہے۔ جبرئیل درود و سلام پڑھ رہے ہیں۔ اوہو! کیا صبح وصال طلوع ہو گئی؟ ہاں ہاں طلوع ہو گئی۔ بے شک طلوع ہو گئی۔ وہ دیکھو شب پرستوں کے تخت الٹ گئے۔ وہ کسریٰ کے کنگرے گر رہے ہیں۔ لو دریائے ساوہ بھی خشک ہو گیا۔ اوہو! ساوہ میں جو مدتوں سے خشک تھا۔ چشمے ابل رہے ہیں۔ وہ دیکھو ایک پُر جوش دریا بن گیا۔ بت بھی اوندھے ہو گئے۔ صفا و مروہ میں کھلبلی مچی ہوئی ہے۔ لو سنو کعبہ سے کیا آواز آ رہی ہے۔ اللہ اکبر اللہ اکبر رب محمد المصطفیٰ لان قد طہرنی من انجاس الاصنام و ارجاس المشرکین:۔ مژدہ صبح وصال ہوئی اللہم صل علی سیدنا محمد کہو کہو سب کہو اللھم صل علی سیدنا محمد و الہ و اصحابہ و سلم

طَلَعْتَ یَا شَھْرَ الرَّبِیْعِ مُشَرَّفًا

بَدْرًا یَفُوْقُ مَعَ الْجَمَالِ بُدُوْرًا

وَاَتیٰ النَّسِیْمُ مُعَطَّرًا وَّمُبَشِّرًا ۔۔۔ بِقُدُوْمِ اَحْمَدَ لِلْاَنَامِ نَذِیْرًا

امام الدین رامنگیری

غزل

یہ جور پیر فلک مجھ سے خستہ جاں کیلئے۔
خوشی و ناز و نعم رکھدیئے بتاں کیلئے۔

شب فراق اثر ہو کے پڑ گیا الٹا
دعا بلا تھی شب غم سکون جاں کیلئے

کہوں میں کیا یہ میرا دل ہے کسقدر مشتاق
تبر کے تیر کے خنجر کے اور سناں کیلئے

غضب میں آج ہے صیاد آستیں ہے چڑھی
الٰہی خیر! یہ ساماں ہیں کسکی جاں کیلئے

خدایا دل تو عطا کر دیا۔ مگر نہ کہا۔
ہے وقف بہر بتاں یا کہ آسماں کیلئے

جہاں نہ بجلی گرے اور نہ ہو ستم کا گذر۔
الٰہی دے وہی جا مجھ کو آشیاں کیلئے۔

(سوختہ)

باوفا رقیب

(۱)

فیصل کی محبت سچی۔ اسکا خیال درست اور ارادہ پختہ ہے۔ لیکن ساتھ ہی پرلے درجہ کا حاسد اور شکی طبیعت واقع ہوا ہے۔ گو اسکو نعیمہ سے از حد اُنس ہے۔ لیکن طرح طرح کے وسوسے اسکی طبیعت کو ایک لمحہ کیلئے سکون نہیں لینے دیتے۔

نعیمہ واقعی حسین ہے۔ اسکے سیاہ گھونگروالے بال۔ کشادہ پیشانی۔ غلافی شربتی آنکھیں ستوان ناک۔ یاقوتی لب بلور سڈول بدن ہر رنگیں مزاج تو در کنار۔ زاہد مرتاض کو بھی مبہوت بنا دینے والے ہیں۔ اور اگر فیصل نے اس سے محبت کی ہے تو ہم تو یہی کہینگے کہ اسکا انتخاب لاجواب ہے۔ اسکی خوش قسمتی سمجھئے یا حسن اتفاق کہ آج نعیمہ جیسی خوددار قاصہ خود فیصل کے مکان پر آکر اس سے ایک چیز کیلئے خوشامد کر رہی ہے۔ "فیصل تم بھی حکیم ہو اور اچھی اچھی دوائیاں بنانا جانتے ہو۔ کیا کوئی سرمہ بھی تیار کیا ہے"

فیصل۔ "پیاری نعیمہ آج تمہیں سرمہ کی کیا ضرورت پڑی"

نعیمہ۔ "کیا کہوں میرے ایک عزیز کی آنکھیں دُکھنی آئی ہیں۔ اسکے لئے چاہئے"

فیصل۔ "پیاری نعیمہ میرے دل کی مالک نعیمہ میرے پاس جو بہتر سے بہتر نسخہ سرمہ کا ہوگا تیرے حکم کی تعمیل کو تیار کرونگا۔ کاش مجھے اتنا معلوم ہو جائے کہ تو بھی مجھ سے محبت کرتی ہے"

نعیمہ۔ "میرے بھولے فیصل اگر مجھ کو تجھ سے ہمدردی نہ ہوتی تو کیا میں تیرے پاس اپنی غرض لیکر آتی؟"

فیصل۔ "میری خوبصورت دلربا آخر یہ تو معلوم ہو کہ وہ کون خوش نصیب ہستی ہے جس کیلئے تو اور جنت کی حور سرمہ لینے آئی۔"

نعیمہ۔ "یہ میں بتا نہیں سکتی"

فیصل۔ "بہت اچھا میں آج ہی تیار کرکے لے آؤنگا"

نعیمہ گاڑی میں بیٹھکر اپنے مکان کو جاتی ہے۔ فیصل اسکے جاتے ہی اپنی جبلی عادت کے مطابق سوچ میں پڑ گیا اور آخر چلا اُٹھا۔ "ہاں ہاں میں جانتا ہوں کہ کس کیلئے سرمہ بنانے بیٹھ گیا

یہ میرے روسیاہ رقیب مرعش کیلئے ہے۔ جسکی کئی روز سے آنکھیں دُکھنی آئی ہیں۔ اور جسکو آج زرقا نے اپنی سالگرہ کے موقعہ پر مدعو کیا ہے۔ فیصل قدرت تجھے موقعہ دے رہی ہے۔ ایسی چال چل کہ سانپ بھی مر جائے اور لاٹھی بھی نہ ٹوٹے۔ ایسا سرمہ بنا جسکو ڈالتے ہی مرعش اندھا ہو جائے پھر کیا ہو گا مرعش نعیمہ کو اپنا دشمن خیال کر کے نفرت کریگا۔ اور نعیمہ بھی ایک اندھے سے شادی کرنے کو اپنے لئے باعث ننگ و عار سمجھ کر مجھ سے ہی محبت کرنے پر مجبور ہو گی“

—— (۲) ——

”تم ہو میری زندگی۔ میری زندگی کی خوشی۔ میری خوشی کی روح تم ہو۔ زرقا صاحبہ زرقا میں تمہیں چاہتا ہوں۔ تمہیں پیار کرتا ہوں۔ بولو۔ خدا کیلئے بولو۔ کیا تم بھی مجھے چاہتی ہو“ یہ سوال دمشق کا ایک رئیس زادہ۔ شہرہ آفاق رقاصہ اور شام کی اُس خوبصورت عورت سے کر رہا تھا جسکے حسن جہاں سوز نے ہزاروں خاندان تباہ و برباد کر دیئے تھے۔

زرقا:۔ ہاں میں تمہاری احسانمند ہوں اور دل سے شکرگذار ہوں تمہیں یاد ہو گا کہ جب ایک بدمعاش نے مجھ پر حملہ کرنا چاہا تھا تو تم نے کس بہادری سے اُسے زک دی“۔ یہ باتیں ہو رہی تھیں کہ نعیمہ آ پہونچی۔

زرقا:۔ آہا۔ بہن آپ آگئیں واللہ بڑی راہ دکھائی“

نعیمہ (مرعش سے):۔ ”خدا خیر کرے۔ آپکی آنکھوں کی حالت تو آگے سے بھی خراب ہو گئی ہے“

مرعش:۔ ”کیا کیا جائے۔ بہتیرے علاج کرائے۔ کچھ فائدہ نہیں ہوتا“

نعیمہ (بڑی ہمدردی سے):۔ ”تو لیجئے یہ خالص میرے کا سرمہ ہے۔ ایک ایک سلائی لگائیے اور قدرت حق کا ملاحظہ فرمائیے“ مرعش دونوں طرف دو سلائیاں لگاتا ہے۔ بینائی آناً فاناً میں جواب دیجاتی ہے۔ اور درد سے بلبلا اٹھتا ہے ”اری او خوبصورت ڈائن۔ خونی ریچھنی یہ کیا کیا۔ نعیمہ ظالم نعیمہ تو نے مجھے دغا دی۔ مجھے بالکل نظر نہیں آتا۔ ارے میں کہاں ہوں مجھے کیا ہو گیا“

نعیمہ کا لوٹو تو بدن میں لہو نہیں۔ دیکھنے والا یہ ہی کہہ سکتا ہے کہ مومی تصویر ہے۔ ٹپ ٹپ آنسو گر رہے ہیں۔ اور زبان سے کچھ نہیں بولتی۔ سوچتی اور بہت سوچتی ہے کہ یہ کیا ہو گیا۔ زرقا بھی پریشان ہے۔ کبھی غصہ سے نعیمہ کی طرف دیکھتی ہے۔ اور کبھی مرعش کی حالت کو دیکھکر افسوس کرتی ہے اور نعیمہ سے پوچھتی ہے ”بہن یہ کیا کیا۔ کیا ظلم ڈھایا“ نعیمہ تصویر حیرت بنی کھڑی تو تھی ہی۔ دھڑام سے گر کر بے ہوش ہو گئی۔ ادھر مرعش بھی درد سے بیتاب ہو کر بے حس

وحرکت لیٹ گیا۔ یہ حالت دیکھکر زرقا گھبرائی اور فوراً دونوں کو گاڑیوں میں اُنکے گھروں کو بھیجدیا۔

(۳)

مرعش ہمیشہ کیلئے اندھا ہوگیا ہے۔ اور علاج معالجہ میں اپنی تمام جائیداد خرچ کرچکا ہے۔ صرف ایک معمولی سا مکان ہے۔ جس میں بدنصیب نابینا اپنی مصیبت کے دن کاٹ رہا ہے۔ لیکن اس حالت میں بھی زرقا کی یاد اسکے دل سے دور نہیں ہوتی۔ گھر میں چاروں طرف زرقا کی تصویریں لگی ہوئی ہیں۔ ٹٹولتے ہوئے اُن کے پاس پہونچکر اس طرح مخاطب ہوتا ہے "زرقا پیاری زرقا میں ایک غریب ہوں۔ بیکس ہوں۔ لاچار ہوں۔ لیکن پھر بھی تیرا خدمتگذار ہوں۔ تیری یاد میرے دل میں۔ تیرا خیال میری روح میں۔ تیرا تصور میرے دماغ میں ہے۔ میں تیرا غلام ہوں۔ تو آ آ۔ اس دوزخی حور نعیمہ سے میرا بدلہ لے۔ جس نے تیری رقابت کی وجہ سے میرے نور چھین لیئے۔ میری بینائی غضب کرلی۔ مجھے دنیا میں ذلیل کردیا۔ دیکھ ماہ جبیں زرقا اس حسین کافرہ سے ضرور بدلہ لے آہ میری آنکھیں۔ میری آنکھیں" رونے لگتا ہے کہ دروازہ کھلتا ہے "کون ہے اندر کون آرہا ہے۔ کیا میری پیاری۔ میرے دل کی مالکہ۔ میری خوبصورت شاہزادی آئی"

نعیمہ "پیارے میں آئی۔ میں تیری ہوں۔ مجھے تیری حالت پر رحم آیا۔ میں تیری ہوں اور اپنی دولت عزت شہرت سب پر لات مارکر تیرے ساتھ رہونگی۔ تیری خدمت کرونگی تیری غلامی کرونگی۔ تیری لونڈی بنکر رہونگی"

مرعش "زرقا زرقا اگرچہ میری ظاہری آنکھیں بند ہیں لیکن دل کی آنکھیں کھلی ہیں میں تجھے دیکھ رہا ہوں۔ تیرا خوبصورت چہرہ۔ تیرا شاہانہ لباس۔ تیری دلربا شکل۔ تیرے دلبرانہ انداز میرے سامنے ہیں۔ گھٹنوں کے بل ہوکر میں تجھ پر قربان ہوں۔ تجھ پر فدا ہوں۔ میری ناچیز جان تیرے لیئے ہے۔ میری روح تجھ پر نثار ہورہی ہے۔ کیا تو واقعی میرے پاس آگئی۔ کیا تو ایک اندھے سے شادی کرنے کیلئے رضامند ہوسکتی ہے"

نعیمہ "مرعش۔ پیارے مرعش۔ اب مجھکو تجھ سے کوئی طاقت جدا نہیں کرسکتی۔ میرا فرض تیری خدمتگذاری۔ میری خوشی تیری نگہداشت۔ میرا چین تیرا دیدار۔ میرا سکھ تیری خوشی ہوگی"

مرعش "ہا ہا ہا۔ کیا پیاری زرقا ایک مفلس کو پسند کریگی۔ کیا نازنین زرقا ایک اندھے کے ساتھ رہے گی۔ میں نے تجھے آنکھیں کھوکر پایا ہے۔ ایسی اگر میری ہزار آنکھیں ہوتیں۔ تو میں +

تجھ پر قربان کر دیتا!"

دونوں نہایت تپاک سے ملتے ہیں اور آپس میں سچی محبت کا اظہار کرتے ہیں۔

(باقی باقی) ریاض شروانی

بقیہ جوابات (متعلق صفحہ نمبر ۵۹۰)

نمبر ۲۷ کھٹمل دس۔ بیس۔ پچاس یا جسقدر ضرورت ہو پکڑ لیں اور ایک توا آہنی آگ پر رکھ کر گرم کریں۔ جب گرم ہو جائے تو وہ کھٹمل اس پر ڈالکر فوراً ہی ہلا کر نیچے اتار لیں۔ یعنی پورے طور پر جلنے یا بریان ہونے بھی نہ پاویں۔ پھر انکو پیس کر رکھ لیں۔ صرف ایک رتی مکھن یا بالائی یا گڑ میں لپیٹ کر کھلا دیں۔ یہ ہی دوا دافع ہر اقسام تپ ہے۔ (مدیر) **دیگر برائے بخار ہر قسم**۔ برگ نیم۔ شگوفہ ارنڈ۔ برگ تلسی برگ سداب ہموزن لیکر اور کوٹ چھان کر نخود کے برابر گولیاں بنا دیں۔ نوبتی بخار میں دورہ سے بیشتر ایک ایک گھنٹہ بعد ایک گولی۔ اسطرح تین گولیاں مناسب بدرقہ سے دیں۔ بخار کی حالت میں نصف نصف گولی دن میں تین وقت دیں۔ انشاء اللہ چوبیس ۲۴ گھنٹوں میں اپنا اثر دکھائیگی۔ یہی گولیاں اگر جوشاندہ سعد کوفی سے دیں تو مدر حیض ہیں۔ آب برنجاسف میں گھسکر پیشانی پر لیپ کرنے سے درد سر ہر قسم کو دفع کرتی ہے۔ حکیم الٰہی بخش

نمبر ۱۷۳ اخبار الاسلام بند ہو چکا ہے۔ عالمگیر کی بابت اگر شکایت کرنی ہو تو انہی کو لکھیں۔ کیونکہ ہم بحیثیت معاصر ہونیکے شکایت کرنیکے حقدار نہیں۔ سایئل کو آج نہیں سچ کا ہمیشہ اعتماد ہوگا۔ اور جھوٹے پر کبھی بھروسہ نہیں ہو سکتا اگر کوئی کرے تو اسکی غلط فہمی ہے۔ مدیر

نمبر ۱۷۳ آپ صاحب کی کتاب حصہ دوئم و سوئم مروجہ مدارس مصنفہ لالہ دیو بداس صاحب انسپکٹر آف سکولز منگوالیں۔ مدیر

نکات

۱۔ لغزش ہونا کمال انسانی میں سے ہے۔ اسکی اصلاح قدرت نفوس قدسیہ کو کسی نہ کسی ذریعہ سے آزادی ہے

۲۔ اثر طرز تکلم خواہ تقریری ہو یا تحریری وہ باڑدار ہتھیار ہے کہ جسکے ذریعہ سے اُن دلوں پر فتحیاب ہو سکتے ہیں جو بندوق و تلوار سے بھی مفتوح نہیں ہو سکتے۔

۳۔ آدمی کو شرف تقوے سے ہے۔

۴۔ زیادہ تر لوگ حیوانات کی مانند صرف پینے کھانے۔ سونے۔ اولاد پیدا کرنے۔ پیدا ہونے مر جانے اور اپنے لذت سے زیادہ عقلی اور روحی حقوق و فرائض سے ناواقف اتنے ہی پر قناعت کرتے ہیں

۵- روح وہ لطیف چیز ہے جو مادّے پر حکمران ہے۔ ۶- مسرت محبت سے پیدا ہوتی ہے۔ ۷- محبت ایک الٰہی جذبہ ہے اور الٰہی عقل و تصوّر کی طلب رکھتی ہے۔ ۸- دنیا میں عشق ہی خدا کا ظہور یا جلوہ ہے۔ ۹- روح کو محبت سے راحت ملتی ہے۔ ۱۰- پختہ ایمان و ایقان ہی وہ چیز ہے کہ جس سے عرفان حاصل ہوتا ہے۔ یہ ایمان وہ چیز ہے کہ جس کو ہر جگہ ایک غیر فانی ہستی نظر آتی ہے اسلیئے وہ فانی انسان کے دلکو آلودگیوں سے پاک کرکے وسیع النظر کر دیتا ہے۔ ۱۱- ایمان وہ طاقت ہے کہ جو روح کا تعلق اس دُنیائے فانی و دنی سے ہٹا کر اسکی آنکھیں کھولدیتا ہے اور اُسکو ایک اور ہی عالم کے سیر کیلیئے پر پرواز دیدیتا ہے۔ ۱۲- انسانی ملکات اور طبعیتیں واقعات و عادات کی تابع ہیں۔ جہاں وحشت گئی اخلاق و خصائل بدل گئے۔ ۱۳- اگر چشم اعتبار سے دیکھیئے تو دنیا کی ہر چیز کو فنا ہے۔ کوئی بات ہی دنیا کی ایسی نظر نہیں آتی۔ جسکو بقاء و ثبات ہو۔ ۱۴- عز و شرف بھی آدمی کا عارضی ہے اسلیئے وہ بھی فساد کے دستبرد سے نہیں بچ سکتا۔ دنیا میں کوئی آدمی ایسا نہ نکلے گا کہ ابتدائے دنیا سے لیکر اب تک اُسکے آباؤ اجداد علے الاتصال حسب شرافت کے صدر نشین رہے ہوں۔

محمد شریف الزمان شریف

باغ سخن کے تازہ پھول

ہاتھ سے جب ساقی کے ساغر بنے اور ٹوٹ جائے
پھر مقدر کا میری چکر بنے اور ٹوٹ جائے

آہ اشکونکا میرے گوہر بنے اور ٹوٹ جائے
کیا خدا کی شان ہے زیور بنے اور ٹوٹ جائے

بدگمانی نے میری آپنونکو بیگانہ کیا۔
رشتۂ الفت اُدہر اکثر بنے اور ٹوٹ جائے

کیا غضب توڑا نگاہِ خانماں برباد نے
خانۂ دلمیں خدا کا گھر بنے اور ٹوٹ جائے

کس فسونگر کی نظر اکسیر جادو کر گئی۔
جب کبھی اُس شیخ کا جھومر بنے اور ٹوٹ جائے

ان بتونکی آشنائی اس طرح ہے دیکھیئے
جسطرح دریا میں ہے چکر بنے اور ٹوٹ جائے

دیکھتا ہوں چاک ہی ہوتے اسے شام و سحر
ہار پھولونکا اُدہر اکثر بنے اور ٹوٹ جائے

خاک ہوکر بھی نہ اُس لبکا ہوا بوسہ نصیب
ہائے میری خاک کا ساغر بنے اور ٹوٹ جائے

رنج و غم کا سامنے اُس گل کے نہ ٹھہرا ہجوم
جب چڑہائی دلپہ کی لشکر بنے اور ٹوٹ جائے

اُسکے در تک پہونچنا ثاقبؔ بہت دشوار ہے
کشتیٔ مقصود کا لنگر بنے اور ٹوٹ جائے۔

(ثاقب دہلوی)

خلیفہ مامون رشید کی فیاضی

خلیفہ مامون رشید ایک دن اپنے محل کے بالاخانے پر بیٹھا ہوا بغداد کی سیر کر رہا تھا اور اپنی رعایا کی خوشحالی پر بے حد مسرور تھا۔ یکایک اُسکی نگاہ ایک ایسے شخص پر گذری جسکی صورت سے حسرت و یاس ٹپک رہی تھی۔ کپڑے بھی نہایت کثیف و پھٹے پہنے تھا۔ اور محل کی دیوار پر کوئلہ سے کچھ لکھ بھی رہا تھا۔ خلیفہ نے فوراً ایک خادم کو حکم دیا "جاؤ دیکھو یہ کون شخص ہے جو شاہی محل کی دیوار پر لکھ رہا ہے۔ اس کو ہمارے سامنے پیش کرو" خادم اُس آدمی کے پاس پہونچا اور اُس سے کہا "تم نہیں جانتے کہ یہ دیوار محل شاہی کی ہے"

آدمی:- "ہاں ہاں میں جانتا ہوں"

خادم:- "تو پھر تم نے یہاں لکھنے کی جرأت کیسے کی؟ اور تم نے یہ کیا لکھا ہے"؟

آدمی:- "میں نے جو کچھ لکھا ہے وہ تمہارے سامنے ہے۔ تم خود اسکو کیوں نہیں پڑھ لیتے؟"

خادم نے دیوار پر تحریر کردہ عبارت پڑھی اور نہایت برہم ہو کر کہا "چلو تم کو امیرالمومنین یاد فرماتے ہیں" آدمی نے جب یہ سنا تو وہ سخت پریشان ہوا اور اسکے منہ پر ہوائیاں اُڑنے لگیں۔ اُس نے اپنے دل میں خیال کیا کہ اب جان کی خیر نہیں۔ امیرالمومنین جب میری تحریر کو سنیں گے تو یقیناً گردن اُڑا دینے کا حکم دیدینگے۔ اُس نے خادم سے بمنت کہا "مجھ سے غلطی ہوئی للّٰہ مجھے معاف کردو۔ اور خلیفہ کے پاس نہ لے چلو۔

خادم:- "اتنا بڑا قصور اور اسقدر ارزاں عفو کی امید" یہ کہا اور ہاتھ پکڑ کے خلیفہ کے حضور میں پیش کر دیا۔

امیرالمومنین:- "دیکھو سچ سچ بیان کرنا۔ تم نے محل کی دیوار پر کیا لکھا ہے۔ اگر ذرا بھی جھوٹ بولے تو گردن اُڑا دی جائیگی"

آدمی:- "جہاں پناہ۔ میں نے دیوار پر صرف یہ لکھا ہے کہ جو لوگ اس محل میں رہتے ہیں وہ نہایت بے رحم اور نالائق ہیں۔ معلوم نہیں کہ اُلو کس دن اس محل پر آشیانہ بنائے گا۔ جب ایسا ہوگا تو میری خوشی کی انتہا نہ رہے گی"

امیرالمومنین نے ان الفاظ کو بڑی متانت سے سنا۔ اُنہیں مطلق غصہ نہ آیا اور کہا "تم نے ایسا کیوں لکھا

ہمارا ذرا بھی خوف نہ آیا"

آدمی نے سوچا کہ اب زندگی کا اعتبار ہی کیا۔ یہ ممکن ہی نہیں کہ خلیفہ مجھے اب چھوڑ دیں۔ پھر آخری وقت میں جھوٹ کیوں بولوں۔ اصل واقعہ بیان کر دینا ہی مناسب ہے۔ اور اُس نے آزادی کے ساتھ کہنا شروع کیا "حضور والا۔ اس محل کے اندر مال و دولت۔ زر و جواہر۔ عجیب و غریب فرش و فروش۔ بہترین ظروف۔ مہ جبیں و نازنین کنیزیں ہیں۔ اور وہ عجائبات اور نعمتیں ہیں جنہیں نہ میری آنکھوں نے دیکھا اور نہ کانوں نے سنا۔ آج ادھر سے جو میرا گذر ہوا تو مجھے حسرت آئی کہ میں تو فاقہ سے مرتا ہوں اور ایک شخص کی جاہ و حشمت کی یہ کیفیت ہے۔ جس وقت میں نے اپنی اور آپکی حالت کا مقابلہ کیا تو حسد سے میرا خون میرے جسم میں جلنے لگا۔ کاش یہ محل ویرانہ ہوتا تو میں قیمتی پتھروں کی اینٹیں یہاں سے اٹھا کر لیجاتا اور بازار میں اچھی قیمت پر فروخت کر دیتا۔ اور بسر اوقات کرتا۔ آپنے یہ مقولہ ضرور سنا ہوگا کہ جب کوئی مفلس کسی کی دولت سے کچھ فائدہ نہیں اٹھا سکتا یا اُس سے محروم رکھا جاتا ہے تو وہ اُسکی تباہی کی دعا کرتا ہے۔ اُسکی یہ آرزو عداوت سے نہیں ہوتی بلکہ وہ خیال کرتا ہے کہ اگر یہ دولت کسی دوسرے کے پاس پہونچ گئی تو شاید مجھے بھی کچھ فائدہ پہونچ سکے۔ اسی وجہ سے میں نے دیوار پر لکھدیا"

اسلام کا زر پرست خلیفہ اسکی تقریر سنکر اُس سے نہایت خوش ہوا اور کہا "جاؤ۔ آج سے جبتک یہ محل آباد اور اسکے رہنے والے شاد و بامراد رہینگے۔ اُس وقت تک تمہیں برابر ماہوار وظیفہ ملتا رہیگا۔ اور خلیفہ نے ایک خادم کو حکم دیا۔ کہ ہزار درہم لیکر اسکو دیدو"

وہ پریشان حال شخص جو اپنی زندگی سے مایوس محل میں داخل ہوا تھا۔ کامیاب و بامراد ہزاروں دعائیں خلیفہ کو دیتا ہوا باہر آیا۔

(ہشام)

علمی نذرانہ

عام طور پر بہت سے اصحاب تحریر فرماتے ہیں کہ اُنکے فائیل نامکمل ہیں۔ اسلئے کارپردازان الکمال نے بعد غور و خوض اس امر کا فیصلہ کر لیا ہے کہ جن اصحاب نے آئندہ سال یعنی ۱۹۲۵ء کا چندہ ادا کر دیا ہے اُن کو یہ رعایت دیجائے کہ اگر انکا فائیل نامکمل ہے تو دفتر سے ۱۹۲۳ء تک کے پرچے سوائے نومبر ۱۹۲۲ء اور جولائی و اگست ۱۹۲۳ء کے منگوا کر فائیل مکمل کرسکتے ہیں۔ بشرطیکہ خرچ ڈاک کیلئے ٹکٹ ادا کئے جاویں۔

(مینجر)

دردِ دل دردِ جگر دونوں میرے غمخوار ہیں

جان سے دشمن ہم اپنی جان سے بیزار ہیں
پھر بھی تیرے ناز اٹھانے کیلئے تیار ہیں

ہم تیرے بیمارِ غم اے نرگسِ بیمار ہیں
چارہ سازی ہے ہماری چارہ گر لاچار ہیں

جان لینے جان دینے پر ہم تیار ہیں
سر جھکائے ہم ہیں وہ کھینچے ہوئے تلوار ہیں

یہ نہ ہوتے ہجر میں تو لطف جینے کا نہ تھا
دردِ دل دردِ جگر دونو میرے غمخوار ہیں

مجھکو دم بھر کی بھی مہلت خوابِ غفلت نے نہ دی
قافلے والے مگر بانده ہوئے تیار ہیں

دامن و جیب گریباں سے تعلق گھٹ گیا
جب سے تو نے ساتھ چھوڑا اے جنوں بیکار ہیں

ہم کہ صدمے دلِ مضطر سے جلتے ہیں
دم نکل جانے سے اب جان سے بیزار ہیں

تم کسی دن مسکرا کر اپنے منہ سے تو کہو
دل تو دل ہم جان دینے کیلئے تیار ہیں

سو چکا سارا زمانہ رات آخر ہو چلی
درد جنکے دل میں ہے میری طرح بیدار ہیں

کہتے ہیں ہم تو مٹا کر اسکو آخر تھک گئے
دیکھکر میرا نشانِ قبر وہ بیزار ہیں

شل ارماں کے مٹ جائیں الٰہی یہ عدو
داغ میرے دلکے ہیں یا انکے گلے کے ہار ہیں

بے خبر ہیں سب سے ساقی اے مگر تیری خبر
پی چکے ہیں مے جو تیرے ہاتھ سے ہشیار ہیں

کچھ نہیں معلوم کسکو دیکھنے کا شوق ہے
کچھ نہیں معلوم کسکے طالبِ دیدار ہیں

ہو گئے بدنام آخر ایک یوسف کے لئے
ہم وہ رسوا ہیں کہ اب رسوا سرِ بازار ہیں

(رسوا)

بقیہ جوابات (متعلق صفحہ نمبر ۵۹۰)

نمبر ۲۷۳ خواہ کسی قسم کی ہچکی ہو۔ اس دوا کے استعمال سے دور ہو جاتی ہے۔ اور کسی قسم کا فساد نہیں ہوتا۔ کئی دفعہ آزمایا ہے۔ بیلگری ۶ ماشہ۔ موچرس ۹ ماشہ۔ گل دھاوا ایک ماشہ۔ اندر جو شیریں ۶ ماشہ۔ اسارون ۶ ماشہ۔ برگ بھنگ ۲ ماشہ۔ خستہ انبہ ۶ ماشہ۔ خستہ جامن ۶ ماشہ۔ ناگرموتھ ۶ ماشہ۔ گل انار ۶ ماشہ۔ افیون ۳ ماشہ۔ تمام کو کوٹ چھانکر گولیاں بقدر نخود بنا دیں۔ خوراک دو گولی ہمراہ شیر یا آب تازہ۔ حکیم محمد حسن صاحب

نمبر ۲۷۴ یاقوت [illegible] طباشیر دانہ الائچی خورد ہر ایک ایک تولہ۔ سنگ یشب ۹ ماشہ۔ زہر مہرہ ۹ ماشہ۔ کافور ۵ ماشہ۔ ہر سنگھار کو جو کوب کر کے ۵ تولہ گلِ سرخ کے لغدہ میں ملا کر اوپر نیم سیر پارچہ لپیٹ کر آگ دیں جب سرخ ہو جائے تو روح کیوڑہ۔ بید مشک تولہ تولہ میں کھرل کر کے ادویہ [illegible] ملا کر نگاہ رکھیں۔ خوراک دو ماشہ ہمراہ شربت صندل یا شیرہ بذر تازہ سے صبح و شام استعمال کریں۔ (جناب محمد حیات صاحب ثابت)

شادی کے بعد بیوی کے نام پہلا خط

میری ماہ لقا دلہن! اپنے اصغر کا سلام لو۔

آج سے چند روز پہلے میں تم سے ناواقف اور تم مجھ سے ناآشنا تھیں۔ شادی ہوئی۔ میں دو دن کے واسطے تمہارے گھر پر آ گزرا۔ جہاں مجھ کو اور تم کو دنیا اور مذہب کے ظاہری قوانین کے مطابق عمر بھر کیلئے وابستہ کر دیا گیا۔ یعنی میں دولہا بنا اور تم دلہن۔ اس کے بعد تم عروسی کپڑے پہن۔ زیور اور پھول سے آراستہ ہو کر میرے غریب خانہ میں تشریف لائیں۔ اور میرے امید و دل بھرے دل اور انتظار کشیدہ آنکھوں کو اپنی من موہنی باتوں اور چاند سی صورت سے مسرور و شادماں کیا۔ اور تین دن یہاں قیام کیا۔ وہ تین دن وہ تھے جنکی تمنا اور آرزو ہر ایک جوان مرد اور ہر ایک جوان عورت کے دل میں اندر ہی اندر چٹکیاں لیتی رہتی ہے۔ اور جن تین دن سے دو محض اجنبی ہستیاں وہ رابطہ اور اتحاد پیدا کر لیتی ہیں۔ کہ ان کو ایک دوسرے کا فراق شاق ہو جاتا ہے۔ اس کے بعد ایک دوسرے کے دل میں گھر کر کے۔ ہم پھر ایک لمبی مدت کے لئے جدا ہو گئے۔ اس وقت سے آجتک میرے دل سے تمہاری یاد ایک دم کیلئے علیحدہ نہ ہوئی۔ راتوں کو اکثر نیند عنقا رہی۔ اور پہروں تمہاری شیریں باتوں کو یاد کر کے لطف اندوز ہوتا رہا۔ اگرچہ تم مجھ سے سینکڑوں میل دور ہو گئیں۔ مگر تمہاری من موہنی صورت ہر وقت میری تصور کی آنکھوں کے سامنے رہی۔ تمہارے گلابی لبوں پر شرم میں ملی ہوئی وہ ہلکی ہلکی مسکراہٹ۔ میرے دل کو ایسے چرکے نہیں دیگی۔ جنکے زخم زمانہ اور دوری کے مرہم جلد مندمل کر دیتے۔ خدا جانے اُن تمہاری سیاہ سرمگیں آنکھوں میں۔ جو مجھ کو دیکھنا بھی چاہتی تھیں مگر آنکھیں چار ہوتے ہی شرم کے مارے جھک جھک جاتی تھیں۔ اُن پیاری آنکھوں میں کونسا جادو تھا۔ اُن کے اندر کونسی کشش تھی کہ میرا دل بے اختیار تمہاری طرف کھچا آتا تھا۔

جب سے تم گئی ہو۔ تمہاری کشش اور تم سے ملنے کا شوق۔ لمحہ بلمحہ اور روز بروز ترقی کرتا جاتا ہے۔ نہیں معلوم کہ ابھی کتنے دن تمہاری یاد سے ہی دل بہلاؤنگا۔ اور کتنی راتیں۔ تمہاری تصویر سے ہی باتیں کر کے صبح کرتا ہونگا۔ ایک مدت سے دل میں خیال تھا کہ تم کو خط لکھوں مگر سمجھ نہیں آتا تھا کہ کیا لکھوں اور کیونکر لکھوں۔ پھر اس بات کا بھی خدشہ تھا۔ کہ ابھی کچا سوت ہے

تم کو ناگوار نہ گذرے۔ اور سچی بات یہ ہے کہ کچھ اپنے دل بھی شرم معلوم ہوتی تھی۔ کہ ابھی پورا ایک مہینہ بھی شادی کو نہیں گذرا۔ اتنی جلدی خط لکھوں۔ یا ابھی چندے صبر کروں۔ دوست یار کیا کہینگے اور تمہاری سہیلیاں اور بہنیں مذاق اڑائینگی کہ ع

کے آمدی و کے پیر شدی

پھر سوچا۔ میاں بیوی راضی تو کیا کریگا قاضی۔ دنیا جانتی ہے اور جان چکی ہے۔ کہ سلیمہ اصغر کی دلہن اور اصغر سلیمہ کا شوہر۔ پھر حجاب کیسا۔ اور شرم کس بات کی۔ کیا اب یہ بات سچ ہونے میں کچھ شک ہے کہ تم میری اور میں تمہارا ہو چکا ہوں۔ اور اگر خدا کو منظور ہوا۔ تو اب عمر بھر ایسا ہی رہیگا۔

میری اچھی دلہن! یقیناً یقیناً یہ صحیح اور سچ ہے کہ لوگوں کی نگاہ میں۔ اپنے اور بیگانے کے خیال میں۔ دوستوں اور عزیزوں کی نظر میں ہم دونوں ایک دوسرے کے ہو چکے ۔

ہم تمہارے تم ہمارے ہو چکے
عہد و پیمان کر چکے اقرار دل سے ہو چکے

دنیا نے ہم کو۔ ہم دونوں کو ملا کر ایک گاڑی میں جوت دیا۔ ہماری جوڑی بن چکی اور ہم دونوں کو اکٹھا کرکے۔ دین اور دنیا نے ہمارے سروں پر ایک بھاری ذمہ واری کا بوجھ رکھدیا۔ جس کا نباہنا اور پورا کرنا۔ مجھ سے زیادہ تمہارا اور تم سے زیادہ میرا فرض ہے۔ میری من موہنی بیوی۔ یاد رکھنا اور خوب یاد رکھنا۔ کہ دنیا والے۔ عزیز و اقارب۔ دوست و آشنا تو ہماری شادی کرکے ہم کو ایک دوسرے سے ملا کر۔ مجھ کو دولہا اور تم کو دلہن بنا کر۔ اپنی خوشیاں منا کر اور اپنے زعم میں ایک پھول اور بلبل کو رنگ رلیاں مناتے چھوڑ کر۔ اپنے گھروں میں جا لیٹے۔ مگر اس خوشی کو اس شادمانی کو اب ہمیشہ کی شادمانی اور ابدی خوشی بنالینا۔ اس طرح کہ ہر آنیوالا روز۔ روز عید۔ اور ہر گذرنے والی شب۔ شب برات ہو۔ یہ اب ہمارے اپنے ہاتھوں کا کھیل۔ ہماری اپنی کوشش کا نتیجہ۔ ہماری اپنی عقلمندی اور سمجھ کا پھل ہے۔ والدین اپنے فرض سے۔ اور عزیز اپنے کام سے فارغ ہو چکے۔ اب میری اور تمہاری باری ہے۔ چاہے محبت و اخلاص اور چاہت و الفت کے خوبصورت پھولوں سے اسی دنیا میں اپنے لئے جنت بنا لیویں یا نااتفاقی و سرد مہری کے جھلس دینے والے شراروں کو بھڑکا کر اسی زندگی کے اندر دوزخ کے دروازوں میں داخل ہو جاویں۔

میری پیاری بیگم آہ! خدا وہ دن نہ لائے کہ میں تم سے اور تم مجھ سے کسی بات پر بھی ناراض ہوں۔ اور خدا کی قسم۔ میرے دل کی گہرائیوں میں اگر کوئی بڑی سے بڑی آرزو اور پیاری سے پیاری تمنا ہے۔ تو یہی۔ کہ پیاری سلیمہ کا دل۔ میری من موہنی دلہن۔ میری چاند سی بی بی کا نازک دل میری وجہ سے میری طرف سے کبھی کبیدہ خاطر نہ ہو۔ اور کہ ہم دونوں۔ دنیا کے بوقلموں۔ مگر ہر آن تغیر آمیز اور تفرقہ خیز چمن میں۔ تمام قسم کی زہریلی ہواؤں اور خزاں آفریں جھونکوں سے محفوظ رہ کر۔ اسی طرح ایک دوسرے کے ساتھ شیر و شکر ہو کر رہیں۔ جس طرح صحن خانہ چمن میں موسم بہار کے اندر گل و بلبل اور سرو قمری۔ اور ایک منٹ کیلئے بھی ہماری محبت کی بہار پر خزاں کا اثر نہ آئے۔

من تو شدم تو من شدی من تن شدم تو جاں شدی

تاکس نہ گوید بعد ازاں من دیگرم تو دیگری

اور ع۔ دل را بدل ہیست

کے مشہور مقولہ کا صحیح تصور کرتے ہوئے مجھے یقین ہے کہ تمہارے دل کے اندر بھی یہی آرزو اور یہی تمنا ہو گی۔

مگر میری باہوش و نازنین بیوی۔ ایک بات کے حصول کیلئے۔ ایک مقصد کے پا لینے کے واسطے۔ دنیا میں چند اصولوں۔ چند قوانین۔ چند طریقوں کی پیروی اور پابندی لازمی اور لابدی ہوا کرتی ہے۔

مجھے اور تم کو صرف دو باتیں یاد رکھنی ہیں۔ ایک یہ کہ میں تمہارا لباس ہوں۔ اور تم میرا لباس ہو۔ ابھی سلیمہ لباس تم کیوں پہنتی ہو؟ ایک تو اس لئے کہ جو پردے کی جگہیں ہیں جنکو تم عام و خاص پر ظاہر کرنا پسند نہیں کرتیں وہ پوشیدہ رہیں۔ دوسرے اس غرض سے کہ تمہارا پھول سا بدن گرمی و سردی کی اذیتوں سے آرام میں رہے اور تیسرے اس واسطے تا وہ تمہارے چاند سے مکھڑے کو اور چار چاند لگا دیوے۔

سلیمہ کے رازوں اور اُن چیزوں کا۔ جنکا دوسروں پر اظہار۔ سلیمہ کے دل کو ناگوار ہو ہمیشہ اپنے صندوق دل میں محفوظ رکھنا اور ہر آن اُس آرام جان کے آرام کا دل و جان سے خیال رکھنا۔ اور ساتھ ہی دنیا کی نگاہ میں اسکی عزت و عظمت کے ازدیاد کی کوشش کرنا اصغر کیلئے اس گھڑی سے فرض ہو چکا۔ جب سلیمہ نے اپنی پیاری اور گول باہیں اُس کے گلے میں ڈال کر شیریں آواز میں کہہ دیا "اصغر میں تمہاری ہوں۔ اور ہمیشہ تمہاری رہونگی"!

دوسری بات - یہ کہ جب کبھی خانگی معاملات کے اندر آپس میں (خداوہ دن نہ لاوے) کوئی اختلاف ہوجاوے - تو خدا کی پرستار سلیمہ - خدا کے فرمودہ الرجال قوامون علی النساء کے آگے دلی خوشی کے ساتھ سرِ تسلیم خم کرنے میں متامل نہ ہو -

اس میں کیا شک ہے کہ جس چیز سے میں بنا - اُسی سے تم پیدا ہوئیں - پھر میرا کوئی حق نہیں کہ تم سے اپنے آپ کو بڑا سمجھوں - میری بھونڈی شکل اور سیدھی سادھی وضع کے مقابل خدا نے تم کو ۔۔ صورت زیبا اور شکل نورانی عطا فرمائی ہے کہ اگر خدا نے بت پرستی سے منع نہ کیا ہوتا - تو خدا کی قسم تمہاری نشر مستی آنکھوں اور متبسم یاقوتی لبوں کی پرستش کرتا - مگر بات صرف یہ ہے کہ کوئی کام اور کوئی انتظام خیر و خوبی سے چل نہیں سکتا جب تک دو کام کرنے والوں میں سے ایک بڑا اور ایک چھوٹا نہ بنے - اور اُس عقلمند ہستی نے جس کا نام خدا ہے - مرد کو انتظامی معاملات کے اندر عورت سے کچھ بہتر سمجھا ہے ؂

تمہارا اور صرف تمہارا اصغر (محمد یوسف)

قندِ پارسی

بخواب آمد و او ناگہاں شتاب شتاب — نگفت ہیچ و برفتہ دواں شتاب شتاب
الا اے محرمِ رازِ دلم کجائی تو — بیا و پرس کہ حالت چہ سان شتاب شتاب
دمید و لالہ و گل وقتِ نو بہار آمد — کہ بے تو بیت حزن گلستان شتاب شتاب
رسید مژدہ عید و نہ آمدہ دلدار - — بیا کہ دیدہ من خونفشاں شتاب شتاب
بدیدہ داغ دلم لالہ میشود دلخوں - — شریک شیون من بلبلاں شتاب شتاب
زبہر گل نکند نالہ بلبل اندر باغ - — زبے رخِ تو ہست ایں فغاں شتاب شتاب
رقیب با من مسکیں نمی دہد فرصت — کہ گوئمیت بتو حالم اے جاں شتاب شتاب
بہ غمزہ و عشوہ مرا قید کردہ جاناں - — بحسنِ خویش مرا وارہاں شتاب شتاب
برفت قافلہ - بیں واپسی و رحمت کن — کہ رفتہ اند ہمہ ہمرہاں شتاب شتاب
بیا دمن چو بیاید رفیق سنگیں دل - — شوند اشک زِ دیدہ رواں شتاب شتاب

طفیل خواجۂ کون و مکان اے مسعود -
برفت روح تو سوئے جناں شتاب شتاب

مسعود

رہبر بیوی

(گذشتہ سے پیوستہ)

خاتمہ

رشیدہ (اعجاز سے) "آپ ایک دن ذکر کر رہے تھے کہ آپ کے دوست امتیاز علی کے چھوٹے بھائی ممتاز علی کی شادی ہنوز نہیں ہوئی۔ اگر نسیم کا بیاہ اس سے کر دیا جائے تو میرے خیال میں نہایت موزوں اور بہتر ہے"۔ اعجاز "بظاہر اور تو اسمیں کوئی امر مانع نہیں۔ سوائے اسکے کہ ممتاز آجکل بی۔ اے کے امتحان کی تیاری میں مصروف ہے۔ اور امتیاز چاہتا ہے کہ تعلیم سے بالکل سبکدوش ہو کر اسکی شادی کا قصہ چھیڑا جائے"۔ رشیدہ "بی۔ اے کے امتحان میں بمشکل دو ماہ اور ہونگے اتنی قلیل میعاد میں جہانتک شعبۂ تعلیم میں میرا تجربہ ہے۔ بیوی ایک ذہین۔ فہمیدہ اور ہوشمند طالب علم کیلئے روک ثابت نہیں ہو سکتی"۔ اعجاز "میں کچھ نہیں کہہ سکتا۔ کیونکہ جبدن سے امتیاز کے باپ نے ہمیشہ کیلئے اپنی آنکھیں بند کر لی ہیں۔ اور امتیاز نے انتظام خانہ داری اپنے ہاتھ میں لیا ہے۔ ہر کام میں ایسی احتیاط۔ تدبر اور دور اندیشی برتتا ہے کہ والد مرحوم اسکا پاسنگ بھی نہیں تھا۔ علاوہ ازیں اصول کا خادم۔ ارادہ کا پکا۔ مذہب کا پابند اور مستقل مزاج شخص ہے۔ بنا بریں بہت کم توقع ہے کہ وہ پہلے تو شاید اس رشتہ سے ہی راضی نہ ہو۔ اگر ہو بھی جائے تو فوراً شادی کرنے میں ضرور لیت و لعل کریگا"۔ رشیدہ "خیر آپ اسکو بلوائیں۔ منوا میں لونگی"۔ اعجاز "بہتر......" ملازمہ گئی۔ اور آن کی آن میں امتیاز کو اپنے ہمراہ لے آئی۔ نسیم اور رشیدہ نے درمیان میں پردہ لٹکا لیا اور امتیاز اعجاز کے پاس بیٹھ گیا۔ اعجاز آغاز سے لیکر انجام تک جملہ حالات مجمل طور پر بیان کرکے زیر بحث معاملہ پر رک کر کہنے لگا۔ کہ اس سے آگے رشیدہ آپ سے کچھ کہنا چاہتی ہے"۔ رشیدہ "بھائی امتیاز آپ کے دوست نے واقعات تقریباً وضاحت و صراحت سے کہدئے ہیں۔ اب آپ نفس مضمون پر اپنے خیالات کا اظہار کیجئے"۔ امتیاز "بہن رشیدہ۔ بحیثیت اسکے کہ آپ میرے عزیز دوست کی اہلیہ محترمہ ہیں۔ نیز اپنے اندر پاکیزہ حسیات و جذبات رکھتی ہیں۔ لہٰذا آپ کے ہر قول و مشورہ کو میں احترام اور استحسان کی نظر سے دیکھتا ہوں۔ یہ سنکر میری مسرت کی کوئی حد نہیں رہی کہ آپنے

اعجاز اور نسیم کی زندگی کے مدو جزر میں نمایاں تبدیلی کر دی ہے۔ اور انکے ضمائر کی آلودگیوں اور آلائشوں کو بیشک زیر وزبر کر دیا ہے۔ مگر نسیم آخر ایک عرصہ طوائف رہ چکی ہے۔ کیا ایک شریف کے یہ شایان شان ہے کہ وہ اس قماش کی عورت کو اپنے گھر کی چار دیواری میں جگہ دے۔" رشیدہ: بیشک آپ کی رائے کسیقدر صحیح اور قابل تسلیم ہے۔ مگر میں اسکی تائید کرنے میں متامل تھی کیونکہ نیکی یا بدی کسی کی جدی وراثت نہیں۔ لغو حہ اگرچہ راندۂ درگاہ الہی تھا مگر توبہ کے توسل وتوسط سے جنتی ہو کر مرا۔ شیخ صنعان نے ایک بھنگن کے عشق میں گرفتار ہو کر اپنے دین و ایمان کو خطرے میں ڈالدیا۔ حضرت نوح کا لڑکا پیغمبر زادہ ہونیکے باوجود نجات سے محروم رہا۔ بلال حبشی حالانکہ آغاز میں مشرکین کی جماعت سے تھا۔ مگر نور ایمان کی ضیا پاشیوں سے منور ہو کر نبی صلعم کا منظور نظر ہوا۔ محولہ بالا واقعات اس امر کی بین دلیل اور قوی حجت ہیں کہ نیکی کا بدی میں اور بدی کا نیکی میں منتقل ہونا ایک ازلی اور ابتدائی قانون ہے۔" امتیاز: مگر کیا نسیم نیک بننے کا عہد کرتی ہے؟" رشیدہ: بیشک" امتیاز: اسکی سند" رشیدہ" دنیا کا ہر کاروبار ہمیں ہر لمحہ اور ہر لحظہ سبق دیتا ہے۔ کہ ہم ایک دوسرے پر باہم اعتبار کریں۔ اگر ایسا نہ کیا جائے تو دنیوی سلسلوں کا چلنا ناممکنات سے ہے۔ مثلاً ہم خیاط کو سلائی کے لئے پارچات دے دیتے ہیں۔ اور کوئی رسید نہیں لیتے۔ ملازمت میں مہینہ بھر کام کرنے کے بعد تنخواہ لیتے ہیں۔ سقہ محض ہمارے اعتبار پر سالم ماہ پانی بہم پہونچا تا رہتا ہے۔ اب مقام غور ہے کہ اگر وسوسوں میں ہی رہیں تو ہمارے ہر کام میں کسقدر دقت واقع ہو۔" امتیاز: شادی میں اتنی جلدی کیوں ہے؟" رشیدہ" سوال صرف ایک زندگی کے ایمان کو محفوظ کرنیکا اور ایک دریچہ نشیں عورت کو پردہ نشیں بیوی بنانیکا ہے۔ چونکہ مذہبی پہلو سے یہ ایک نہایت نیک کام ہے۔ اسلئے سے

در کار خیر حاجت ہیچ استخارہ نیست

ہمیں گنا ہگار سے نہیں بلکہ صرف گناہ سے نفرت کرنی چاہئے اور یہ جدوجہد ہونی چاہئے۔ کہ مجرموں کی اخلاقی طور پر اصلاح کر کے انکو مہذب صف میں کھڑا ہونے کا موقعہ دیا جائے۔" امتیاز: اس اصول کو مد نظر رکھتے ہوئے کہ عادت خصلت ہو جاتی ہے تسلی و اطمینان نہیں ہوتا۔ کہ نسیم کا باطن پاک ہو گیا ہے۔" رشیدہ" آپ بحث کو اندازے سے زیادہ بڑھا رہے ہیں۔ میں یہ پہلے عرض کر چکی ہوں کہ ہمیں اکثر باتوں میں اعتبار سے کام لینا چاہئے۔ زمانہ سلف میں جب مشرک عورتیں بیعجبر خدا پر ایمان لے آتی تھیں تو مسلمان ان سے فوراً نکاح کر لیا کرتے تھے۔ اور انکو اپنے گھروں

میں ہو یاں بنا کر رکھتے تھے۔" یہاں آکر امتیاز نے ہتھیار ڈال دئیے۔ اور بالآخر نسیم کا نکاح اسی شام امتیاز کے برادر خورد ممتاز کے ساتھ کیا گیا۔ ناظرین دعائے خیر! اعجاز اور نسیم جتنا عرصہ زندہ رہے ایک لمحہ بھی خدا کی یاد سے غافل نہ ہوئے۔ اور نسیم رشیدہ کو بمنزلہ اپنے والدین کے سمجھتی رہی۔

تنقید

ناظرین کرام آپ نے دیکھ لیا کہ ایک لائق اور مذہبی تعلیم یافتہ عورت دنیا میں کیا کچھ کر سکتی ہے زمانے نے کئی رنگ بدلے۔ صدیوں نے پلٹا کھایا۔ کئی سلطنتیں ابھریں اور قائم ہوئیں۔ مگر آہ مسلمان ابھی تک تعلیم نسواں کے جواز یا عدم جواز کی نسبت شش و پنج میں پڑے ہوئے ہیں۔ اور ایک فرقہ جو اسکے حق میں بھی ہے۔ وہ ہنوز اپنی قطعی رائے اسکے متعلق قائم نہیں کر سکا۔ کہ اگر یہ رائج بھی ہو۔ تو کس رنگ ڈھنگ میں ہو۔ ہندوستانی طبعاً دوسروں کی تقلید کرنے میں بڑے تیز ہیں۔ چنانچہ لباس ہی کو لو۔ تو شلوار افغانوں کی۔ ٹوپی ترکوں کی اور ٹائی و کالر انگریزوں کا۔ کوا تو صرف ہنس کی چال سیکھنے لگا تھا۔ مگر ہندوستانیوں نے کیا کہنے۔ ڈاروں کی طرز پرواز اڑانا چاہتے ہیں۔ یہی خرابی تعلیم نسوان میں بھی واقع ہوئی۔ یعنی جہاں مغرب کی نمائشی زرق برق نے ہماری معاشری زندگی کی قبر کھودی۔ وہاں اسکی تعلیم نے ہماری مذہبی تعلیم کا مرثیہ پڑھا جسکا نتیجہ یہ ہوا کہ اگر کوئی بہن تعلیم سے بہرہ اندوز ہوئی۔ تو اس نے گھر کے کام کاج اور تمام مشرقی روایات کو خیر باد کہکر اخبار بینی۔ سیر سپاٹا۔ اور ہر وقت بنتے سنورتے رہنا اپنا شعار زندگی بنا لیا۔ کاش ہندوستان کی عورتیں رشیدہ کی زندگی سے سبق حاصل کریں اور آئندہ نسلوں کو بہتر اور مفید بنانیکی سعی کریں۔ آمین ؎

کوئی مانے کہ نہ مانے تو کہے جا دولت۔
نیک کہنے میں تامل نہیں عاقل کرتے۔

دولت علی۔ دولت

جن اصحاب کی خدمت میں الکمال بطور نمونہ حاضر ہو۔ اگر اُن کو رسالہ ہذا کی خریداری منظور نہ ہو تو بواپسی اطلاع دیں۔ بصورت خاموشی دوسرا پرچہ وی پی ارسال ہوگا۔ اور اسکا وصول کرنا آپکا اخلاقی فرض ہے

(منیجر)

گداگری

اس میں کچھ شک نہیں کہ دنیا کے قریباً تمام ممالک میں کم و بیش گداگری کا رواج ہے۔ لیکن اس ملک ہند میں جس بیباکی و بےحیائی سے اچھے بھلے ہٹے کٹے نوجوان تندرست کام کاج کے لایق گداگری کرتے دیکھے جاتے ہیں۔ دوسرے ممالک عالم میں انکی مثال ہرگز نہیں ملتی۔ مہذب ممالک میں تو انسداد گداگری کی خاطر حکومتوں نے قانون بناکر گداگری کے پیشہ کو قریباً معدوم و مسدود کردیا ہے۔ اور جہاں کہیں کوئی تندرست۔ محنت مزدوری کے لایق گدائی کرتا ہوا ان ممالک کی حدود میں پایا جاتا ہے۔ تو پولیس مقامی فوراً اس کاہل و محنت سے جی چرانے والے بدبخت کو ماخوذ کرکے بحضور صاحب مجسٹریٹ علاقہ پیش کردیتی ہے۔ عدالت شہادت ضابطہ لینے کے بعد اسکو حکماً کسی کارخانہ میں کام کاج کی غرض سے قید کرکے بھیج دیتی ہے۔ اور اگر کوئی کمسن لڑکا ان حرکات کا مرتکب پایا جاتا ہے۔ تو اسکو بجائے ترتیب ریفارمیٹری سکول میں بالجبر داخل کیا جاتا ہے جہاں اسکو مختلف صنعت و حرفت کے کام۔ یعنی جسکی طرف اسکی طبعیت کا میلان زیادہ پایا جاتا ہے سکھلایا جاتا ہے۔ تاکہ وہ بعدہٗ اسکے ذریعہ اپنی اوقات بسری بلا مدد غیرے کرسکے۔ ایسے ممالک میں عام لوگ خود ہی اس پیشہ کو بنظر حقارت دیکھتے ہیں۔ اور ہر صورت میں اپنے پیٹ کی خاطر کام کاج کرنے سے گریز نہیں کرتے۔ چنانچہ انگلستان میں ایسے بہت سے مزدور کام کاج کرتے لوگ دیکھے ہیں۔ کہ جن بیچاروں کے ہاتھ پاؤں تک تو بیکار ہیں۔ مگر پیٹ کی خاطر کام میں منہمک ہیں۔ حال ہی میں ملکہ الکزنڈرا۔ والدہ معظمہ شہنشاہ سلامت کی خدمت میں ایک خوبصورت تصویر معہ ایک درخواست مسمی رچرڈ ہیکس سکنہ ایش برٹن ڈیون کیطرف سے پہونچی۔ رچرڈ ہیکس ایک نامی لنجا مصور ہے۔ جس کے ہاتھ اور پاؤں بوجہ مرض فالج بیکار ہوگئے ہوئے ہیں۔ مگر یہ اولوالعزم شخص پیٹ کی خاطر برش کو اپنے منہ میں پکڑ کر نقاشی کا کام کیا کرتا ہے۔ چنانچہ ملکہ معظمہ نے لنجے مصور کی حوصلہ افزائی کی خاطر مبلغ پانچ پونڈ کا چک معہ پروانہ خوشنودی مزاج اس کو روانہ کیا۔

برخلاف اسکے ایک ہمارا ملک ہے۔ کہ جہاں گداگری ایک مستقل پیشہ بنا ہوا ہے۔ اچھے تندرست نوجوان تمغہ جات گدائی پہنے ہوئے دربدر پھرتے شرم نہیں کھاتے۔ بعض گداگر

صاحب ثروت وصاحب دولت زمیندار لوگ ہیں۔ مگر وہ گداگری کو اپنا آبائی حق بنائے گھر گھر مانگتے پھرتے ہیں۔ بہت سے لوگ خانقاہوں۔ درگاہوں اور تکیوں پر بیٹھے ملکیت اوقاف عامہ کو بیچ بیچکر چلتے کر رہے ہیں۔ گداگری کو جب تک قانون کے آہنی پنجہ سے بند نہ کیا جاویگا۔ روز بروز گداگروں کی تعداد زیادہ ہوتی جاویگی اور کام کاج کرنے سے ایک گروہ عظیم مستثنیٰ ہو کر غریب محنتی لوگوں کی کمائی میں زبردستی حصہ دار بنکر ان کو تنگ کریگا۔

لیجس لیٹو کونسل کے وہ تمام ممبر جو اسی ملک کے رہنے والے ہر حالت سے واقف اور گداگروں کی اصلی حالت سے آگاہ ہیں۔ اور بخوبی ان پر روشن ہے۔ کہ گداگروں کی بیکاری کا اثر کام کاج کرنے والے طبقہ کو ناحق زیر بار کر رہا ہے۔ جو حقیقت میں ملک کے افلاس کا سب سے بڑا سبب ہے ممبران کونسل اُس ابتدائی قول کو یاد کرکے جبکہ آپ پرچی پرچی کی خاطر بھٹک رہے تھے کونسل میں اس امر کی تحریک کریں۔ کہ نوجوان تندرست کام کاج کے لایق لوگوں کو گدائی سے باز رکھنے کا قانون بنایا جاوے۔ اور اس میں قرار دیا جاوے کہ جو تندرست کام کاج کے لایق گداگری کرتا ہوا پایا گیا وہ خواہ مرد ہو یا عورت قابل مواخذہ ہوگا۔ اسی طرح ان بچوں کے والدین بھی ذمہ وار گردانے جاویں۔ جو کمسنی کی حالت میں گداگری کر رہے ہیں اور ایسے بچوں کو ریفارمیٹری سکولوں میں بالجبر داخل کرایا جاوے اور انکے اخراجات ان کے غافل والدین سے جنہوں نے انکی نگہداشت عمداً ترک کر رکھی ہے۔ بذریعہ ڈگری۔ لئے جاویں۔ اگر ممبران لیجس لیٹو کونسل کی تحریک سے اس قسم کے قانون کی بنیاد پڑگئی تو آپ سمجھ لیں کہ آپ نے بنی نوع انسان کی بہتری کا ایک بڑا کام سرانجام دیا ہے۔

(قاسم بیگ)

نہایت ضروری گذارش

جن اصحاب کا چندہ دسمبر ۱۹۲۴ء میں ختم ہوتا ہے۔ اور انہوں نے ابھی تک اپنا بقایا چندہ ادا نہیں کیا۔ اُنکی خدمت میں نومبر ۱۹۲۴ء کا پرچہ بذریعہ وی۔ پی ۳/ سے ارسال ہوگا۔ امید ہے کہ وصول کرکے شکرگذار فرمائیں گے۔ کیونکہ دسمبر ۱۹۲۴ء تک ۱۲/ ان کے ذمہ بقایا ہیں۔

(مینجر)

سلطنت دہلی ابتدائی قرون وسطیٰ میں

نئی بادشاہت

قرون وسطیٰ کے آغاز میں ہماری حکومت ایک مکمل عمارت تھی جو اپنے عناصر مختلف ممالک سے مستعار لیئے ہوئے تھی۔ بادشاہ اور اُس کے اراکین سلطنت ایرانی اصنام پرستی کے ہواخواہ تھے۔ انکی طاقت ایک ایسی فوجکی مدد پر تھی جسکی تنظیم و ترتیب منگولیوں اور ترکوں کی زیر بار احسان تھی۔ اور نادیدہ طور پر۔ ترمیم کن ہدایت بخش اور گاہ بگاہ ظاہر پرست کارکناں کے کاموں کو چلانے والا مقامی حکومت کا ہندو طریقہ پردۂ اخفاء سے دیدہ بازی کیا کرتا تھا۔ اور اگرچہ ہم اسکو بر عکس تصور کرتے ہیں۔ یہ آریوں کی ہندوستان کی سکونت اور نو آبادی سے شروع ہوا تھا۔

ہمارے ملک کی تواریخ میں ہمارے قرون وسطیٰ کے بادشاہوں کی طاقت اور اقتدار ایک جدید خلاف فطرت واقعہ تھا۔ شریعت اسلام اپنی تقدیس میں ناآشنائے سلاطین تھی۔ یہ صرف جمہوری خلیفہ سے تعلق رکھتی تھی جو عمر بھر کیلیئے منتخب کیا جاتا تھا۔ خدائے ذوالجلال کا حکم اپنے رسول کیلیئے یہ تھا کہ اپنے معاملات میں جمہور اسلام سے مشورہ لیلو اور خلیفہ بجز اپنی رعایا کی رضامندی کے کوئی قانونی اختیار نہ رکھتا تھا۔ ہندوؤں کے سیاسی اصولوں میں بھی بادشاہ کی خود مختاری اور خود پسندی غیر معروف تھی۔ رعایا کے قدیم رسوم اور حقوق کی رو سے راجہ کی طاقت محدود تھی۔ علاوہ ازیں قبیلہ کے سردار اسکی ریشہ دوانیوں کو روک سکتے تھے۔

لیکن شاہنشاہ یعنی سلاطین دہلی اپنے اختیارات میں قانونی حد بندی سے بالاتر تھے۔ عملی پابندیاں ضرور تھیں۔ خانگی سازشیں۔ مساوات۔ عملوں کی شورشیں۔ اور سب سے زیادہ مسلح شدہ پشت ور لوگ تھے۔ جو ہمیشہ فتنہ و فساد اور مشتعل آگ سے مقصد براری کیلیئے آمادۂ کار رہتے تھے۔ اور کبھی خود ساختہ تعمیر کے انہدام میں زیادہ رضامند نہ ہوتے تھے۔ مگر سلاطین دہلی اپنی طاقت میں شدید قانونی قیود سے آزاد تھے۔ وہ شریعت کے حلقوم پر کند چھری پھیر دیتے تھے۔ اور بالجبر و اکراہ قاضیوں اور مفتیوں کو قرآن پاک کے سادہ احکام کے خلاف فتوے دینے پڑتے تھے۔ وہ اوقاف کو ضبط کر لیتے تھے اور ایسی ضبطیاں جائز سمجھی جاتی تھیں۔ انتظامی اور تعزیری قانون کے دائرہ اختیار میں شاہنشاہی فرامین

اسلامی احکام کو پس پشت ڈالدیتے تھے۔ بادشاہ کی زبان ملکی قانون تھا۔ اور وہ تمام قوانین پر ما بہ الفوق تھا۔

شریعت اور ملکی قانون کے تباین کی مثال اس مکالمہ میں بخوبی ملتی ہے۔ جو علاؤالدین خلجی اور بیانہ کے قاضی مغیث الدین کے فیمابین ہوا تھا۔ قاضی کا بیان ہے کہ چونکہ شاہنشاہ نے اصول شریعت کی بابت استفسار فرمایا تھا۔ اسلئے لابد تھا کہ مضمون فقہ کی کتابوں کے مطابق جواب دیا جاتا۔ لیکن مجھے اگر اقتضائے سیاست کے نقطۂ خیال سے استصواب کیا جاوے تو کہونگا کہ جو کچھ سلطان کرتا ہے جائز و مناسب ہے۔ اور سیاست کے قواعد و روایات کے عین مطابق ہے۔ علاؤالدین نے چند قوانین شمار کرائے جو اس نے رفاہ عام کیلئے موضع کئے تھے۔ وہ سپاہی جو حاضری کے وقت موجود نہیں ہوتا۔ تین سال کا روزینہ کھو دیتا ہے۔ باغیوں اور امن عامہ کے خلل اندازوں کو میں تیغ بیدریغ سے قتل کر دیتا ہوں۔ انکا مال و متاع خواہ وہ کہیں ہو داخل خزانہ کرا دیتا ہوں۔ میں ان کے خاندان کا قلع و قمع کر دیتا ہوں۔ یہ اور دیگر عقوبتیں جو میں ام الخبائث کے متوالوں زناکاروں اور سارقوں پر جائز رکھتا ہوں۔ کیا تم کہہ سکتے ہو۔ کہ یہ شریعت کے منافی ہیں؟ قاضی نے جبیں نیاز خم کر کے عرض کیا کہ یہ سب شریعت کے خلاف ہیں۔ اور گھر کو چلا گیا۔ دوسرے روز عزنائب سلطان نے قاضی کو مخاطب کر کے فرمایا کہ گو میں علم سے بے بہرہ ہوں اور فرض و نفل پر میں نے کوئی کتاب مطالعہ نہیں کی۔ تاہم میں مسلمان اور مسلم نژاد ہوں۔ میں جانتا ہوں کہ جو تم کہتے ہو سچ ہے لیکن دنیا کے حالات اور علی الخصوص ہندوستان کے۔ شریعت محض سے منظم اور رفیع الشان نہیں ہو سکتے۔ جب تک کہ میں شدید تر سزائیں نہ دونگا۔ ملک میں امن وامان قایم نہیں رہ سکتا۔ مذہبی لیکچر آجکل لوگوں کو نیک رفتاری پر مائل نہیں کر سکتے۔ چونکہ نفس پرست اوباش طبیعت لوگ زناکاری میں مستغرق تھے۔ اور زجر و توبیخ۔ قید و بند کی تعزیر سے بھی اپنی حرکات شنیع اور حرکات قبیحہ سے اجتناب نہ کرتے تھے۔ میں نے ان میں سے متعدد لوگوں کو عبرت کے طور پر آختہ کئے جانے کا فرمان جاری کیا ہے۔ حالانکہ شریعت میں ان سزاؤں کا جواز نہیں اور چونکہ اس سے میرا دلی مدعا اور قلبی مقصد عامۃ الناس کی سلامتی اور عافیت ہے۔ ایزد متعال میری معصیتوں اور لغزشوں کو عفو فرمادیگا۔ اور بابِ استغفار بھی مجھ پر وا ہے۔ یہ اسلامی سوال مصالح ملکی اور زمانہ کے خلاف ہے اور مصلحت مقدم تھی۔ بظاہر یہ سمجھا جاتا تھا کہ قوانین شریعت عامۃ الناس کی امن و سلامتی خیر و فلاح سے بے تعلق ہیں۔

قرون وسطیٰ کی غیر مسلم اور غیر ہندو سلطنت کے اصول کے متعلق دو سوالات پیدا ہوتے ہیں۔ اولاً یہ کہ اسکی ابتدا کس طریق پر ہوئی؟ بلا خوف تردید اور بلا شک و شبہ کہا جا سکتا ہے کہ یہ غیر ملکی درآمد تھی اور یہ امر تو حقیقت سے زیادہ ہے کہ یہ غیر اسلامی تھی۔ تاہم یہ اسلامی فتوحات کے ساتھ آئی اور ازمنہ وسطیٰ میں اس نے ہندوستان کی مسلمانی سیاسی فضا کو رنگین کر دیا۔ ثانیاً یہ کہ اسکی سیاسی حقیقت کیا تھی؟ قرون وسطیٰ کے مسلح لوگوں مثلاً ہمارے اجداد و اسلاف نے جو چھڑیوں کیطرح تلواریں لئے پھرتے تھے۔ کیوں مسلح حکومت کو برداشت کر لیا۔ بلکہ اسکی اعانت کی۔ خصوصاً جبکہ یہ نہ تو دیرینہ رواج کو زلف گرہ گیر میں پھنسا سکتی اور نہ ان کے مذاہب کے طریقوں پر حکمرانی کر سکتی اور کمند ڈال سکتی تھی؟

سوال اولیٰ کا جواب سوال آخری سے سہل تر ہے۔ جبکہ بنو امیہ خلیفوں نے دار الخلافت کو مدینہ سے دمشق کو منتقل کر دیا تھا تو یقیناً رومی عنصریت اور رومی قانون سے متاثر ہو گئے تھے۔ اور جب عباسیوں نے دار الخلافت بغداد کو منتقل کر دی تو ایرانی اثر نے رومی اثر کا استیصال کر دیا۔ بعد ازاں جب ایران میں دیسی سلطنتیں قائم ہو گئیں تو اسلامی فتوحات ایرانی تہذیب سے تکمیل پا گئیں۔ پرانی جمشیدی شراب نئی بوتلوں میں بھر دی گئی۔ مہذب ایرانی اور اسکے اعلیٰ شائستہ طریقے کے سامنے عرب اپنی جمہوری خصائل اور غیر مکلف معاشرت کے باوصف حقیر سمجھا گیا۔ مسلمانوں نے سادہ اسلامی سلطنت کو ڈھا دیا۔ انکی اولاد اعلیٰ اور لازوال روایات کے سحر افسون سے مسحور و مفتون ہو گئی۔ بیتہ پوری گاڑی ہو گیا — ایران از سر نو بت پرست بن گیا۔ یہ کیفیت زیادہ تر ایک شخص کے آتشی قیاس اور غیر فانی بلاغت کی مرہون احسان تھی۔ فردوسی کے شاہنامے نے شرک و بت پرستی کے احیاء کیلئے اس سے زیادہ کام کیا ہے۔ جتنا کہ محمود غزنوی کے بت شکن جوش نے اسکو فرو کرنے کیلئے کئی سال فرسودہ بت ڈھا دیئے گئے۔ لیکن بت پرستی کا خاتمہ نہ ہوا ہندو بت بت تراشوں کی نمایاں و دلفریب مورتوں کی جگہ ایرانی قومیت کے جلیل القدر ہنرمند شاعر کے زیادہ ذکی الحس اصنام نے لیلی۔ وہ مسلمان جنہوں نے سومنات کو تباہ کیا تھا خلیفہ ثانی کی مثال اور اسلامی نصائح سے اسقدر متاثر نہیں ہوئے جتنا کہ ایران قدیم کے مشہور بہادروں کے پُر افسانہ کارناموں اور مہموں سے۔ قبل اسکے کہ فردوسی نے انکو کسیقدر بے قاعدہ نظم میں منسلک کر کے حیات جاوید بخشدی تھی۔ یہ گاؤں گاؤں اور شہر بشہر مشہور عام ہو گئے تھے۔

جہاں کہیں ہم نظر ڈالتے ہیں وہی نادر الوقوع بات باعث لزاز ہوتی ہے۔ ہمارے قرون وسطیٰ کے مورخین اور واقعہ نویس اپنی تصانیف کو الوہیانہ حمد و مناجات سے شروع کرتے ہیں۔ اسکے بعد رسول اکرم صلعم کی نعت پاک اور آل و اصحاب کی منقبت ہوتی ہے۔ بعد ازاں خدا ترس روشن ضمیر بادشاہوں کی مدح ستائش بطریق احسن کیجاتی ہے۔ لیکن شاذ و نادر ہی ہمارے مورخین اور واقعہ نگار معاملات زندگی کو القاء کے بطور پیغمبر علیہ السلام اور اصحاب کبار کی جانب رجوع کرتے ہیں۔ کیا کوئی سیاسی معمہ حل طلب ہوتا ہے؟ بلا تصدیق وہ بتلا دینگے کہ ہمجنس حالات میں فریدون کیکاؤس اور کیخسرو نے کیا کیا۔ کیا فیروز تغلق معزز و شریف خواتین کو حجاب کرنیکے لئے قانون نافذ کرتا ہے؟ مورخ کبھی جمشید کی اس مثل کو کہ عورت کیلئے بہترین مقام مکان ہے یا گور ثابت کرنے میں کوتاہی نہ کریگا۔

اس بات پر زیادہ زور نہیں دیا جا سکتا کہ محمود غزنوی، شہاب الدین غوری اور شمس الدین التمش اسلامی خیالات سے اثر پذیر نہ تھے۔ اسلام نہ تو ان کے ذاتی اعمال کا ذمہ دار ہے اور نہ ہی انکے افعال کا جواب دہ۔ انہیں یقین تھا کہ وہ اپنے مذہب کے اصولوں کی خالص طور پر تقلید کر رہے ہیں اور اپنے اپنے خیال کے موافق انہوں نے اسکی خدمت بھی کی۔ وہ اپنی زندگی میں مخالفتوں اور اعتراضوں سے بے خبر تھے۔ تاہم مورخین اس امر سے اغماض نہیں کر سکتے کہ ان کا زمانہ رجعت قہقری اور عیش پسندی کا زمانہ تھا۔ اور جو اگرچہ بہت سے دلیرانہ کاموں سے معمور تھا لیکن مستحکم اور واقعی کامیابی میں قاصر رہا۔

قدیم ایرانی بادشاہت کا سب سے بڑا خاصہ عالی نسبی تھا۔ خلیفۂ اسلام کو راسخ العقیدہ مومن منتخب کرتے ہیں۔ اسکی طاقت آدمیوں سے شروع ہوتی ہے۔ لیکن ایران کے ساسانی سلاطین حکومت کے موروثی حقدار تھے۔ ان کا خاندان متبرک تھا۔ اور صرف یہی سلطنت کا جداگانہ حق رکھتے تھے۔ لوگ دیوتاؤں کی طرح ان کا احترام کرتے اور وہ آدمیوں میں دیوتاؤں کی حیثیت سے رہتے تھے۔ فی الحقیقت سلطنت ہمیشہ سے ایک چیستاں رہی ہے۔

عوام الناس کیوں فرد واحد کے مطیع و منقاد ہو جاتے ہیں۔ جو ان سے زیادہ عاقل اور طاقتور نہیں ہوتا۔ قدیم ایرانی اسکا استحالہ یوں کرتے تھے کہ بادشاہ دراصل دیوتا ہوتا ہے جیسا کہ ہم بخوبی سمجھ سکتے ہیں یہ معمہ حل نہیں ہوتا تھا۔ البتہ عام لوگوں کی تسکین کیلئے یہ جواب کافی تھا۔ اور عامۃ الناس کے اطمینان ہی سے مدبرین کا تعلق ہے۔ ساسانی سلاطین کی معبودیت

ایرانیوں کے اتحاد کی مترادف تھی۔ اور اس سے وہ اقوام مفتوحہ پر قابو پائے ہوئے تھے۔ ایرانی تہذیب کے احیائے بادشاہوں کی ربوبیت کے قیاس کو عام بیداری میں داخل کر دیا اسلام ہرگز مشرکانہ قیاس کے دعوے کی اجازت نہیں دیتا۔ اس پر نقاب ڈالنا پڑا۔ اسلامی بادشاہ ربانی وجود نہیں رکھتا تھا۔ وہ صرف امتیازاً دنیا میں خدا کا سایہ (ظل اللہ) سمجھا جاتا ہے وہ بھی خطا وار اور فانی ہے۔ خوبی اور رفعت صرف عہدہ سے منسوب ہے۔ فرد خاص سے نہیں۔

پس ہمارے زمانہ متوسط کی بادشاہت فی نفس الامر ایک دنیاوی منصب تھی۔ شاہی طاقت ایرانی رسم و رواج پر مبنی تھی۔ اسلامی قانون پر نہیں۔ شہنشاہ اسلام حسب دستور فرائض عامہ اور خانگی مزخرفات میں از بس حزم و احتیاط سے فرق رکھتے تھے۔ جہاں عام قانون کا تعلق تھا۔ وہ شرعی قانون کے نفاذ سے انکار کر دیتے تھے اور بہ حیثیت بادشاہ وہ صرف مسلمانوں ہی کے ساتھ نہیں۔ بلکہ اپنی تمام رعایا کے ساتھ بلا تفریق مذاہب یکساں سلوک کرتے تھے۔ یہ امر نہایت غور طلب ہے۔ یہ زمانہ متوسط کے ابتدائی حصہ کے ندرت افزا قومی تخیل کی وضاحت کرتا ہے۔ ایک طرف تو یہ سیاسی مدنیت اور دوسری طرف سلطنت دہلی کی تمام رعایا کے ساتھ بے تعصبی ظاہر کرتا ہے۔ (باقی آئندہ) مترجمہ۔ ایم۔ اے۔ رؤف۔ (از ہندوستان ریویو)

صنعتِ توشیع و مصرعی

آتے ہیں شوق سے مقتل میں جو مرنیوالے
غم ذرا کھاتے نہیں جاں سے گذرنیوالے

یاد میں ہمکو بھی لاؤ تو ذرا بعد فنا۔
لے عزیزو نکلی مزاروں پہ گذرنیوالے

رحم کچھ بھی نہ تجھے قتل پہ آیا میرے
مجھکو تڑپا کے نہ ترتیغ نکرنے والے

مئے الفت سے مجھے مست بنا دے ساقی
حسن رخ کو میری الفت سے سنورنیوالے

حشر میں رحمت حق دیتی ہے یہ مژدہ بصد
باغ جنت کو چلیں آپ پہ مرنے والے

میکشو سنتے ہیں میخانہ میں وہ آئے ہیں
یاد مٹے سے تھے جو دنیا میں گزرنیوالے

صادق خستہ بتائیگا تجھے اے قاتل
جان سے کسطرح گذرتے ہیں گذرنیوالے

صادق

دنیا اور کشمکش حیات

زندگی نام ہے۔ اک کشمکش نامعلوم کا۔ اور یہ عزمرلی کشاکش نامعلوم انسان کو کن کن مصائب والام سے دوچار رکھتی ہے۔ اگر کبھی فکر معاش اس "ذرہ صحرا بئیر" یعنی انسان ضعیف کی تمام تر توجہات کو اپنی کارفرما قوتوں کے ساتھ جذب کرکے سوہان روح کا باعث ہوتی ہے۔ تو کبھی اندیشۂ زیست جو غالباً کائنات کی جملہ وابستگیوں سے زیادہ اسکو عزیز ہے۔ انسانی التفات کو اپنی طرف اسطرح مبذول کرلیتا ہے کہ ایک سانس بھی رخش ہستی کیلئے تازیانہ ہلاکت بار سے کم نہیں ہوتی مگر با ایں ہمہ یہ ناتواں مجبور ہستی ہے۔ کہ دیوانہ وار منازل حیات سے گذرتی چلی جاتی ہے۔ اور کوئی بڑی سے بڑی خلش بھی اسکی بادیہ پیمائی میں رکاوٹ پیدا نہیں کرسکتی۔ اسکا دماغ ماؤف ہوتا ہے۔ اسکے جگر میں زخم لگتا ہے۔ اسکا قلب ناوک ہائے مژگاں کی آویزش پیہم سے محروم ہوتا ہے۔ مگر بعض ہستی ہے کہ اپنی طپش متواتر سے باز نہیں رہتی۔ اور اسوقت تک اپنی مخصوص ومسلسل تڑپ جاری رکھتی ہے۔ جب تک موت کا زبردست اور ہوشربا تلاطم اسکے نظم ونسق کو پرِکاہ کی طرح ادھر سے اُدھر اٹھا کر نہیں پھینکدیتا۔ یہ نظام قدرت ہے جو کسی طرح بدل نہیں سکتا۔ انساں کسی عارضی مصیبت میں پھنسکر خواہ کتنی ہی کوشش کیوں نہ کرے۔ مگر کیا ہوتا ہے۔ موت تو ایک خاص وقت کیلئے مقرر ہے جو ایک سانٹ کیلئے بھی آگے پیچھے نہیں ہوسکتا۔ یہی باعث ہے کہ بزم موجودات باوجودیکہ بہت سی عزیز ترین ہستیاں اسکی آغوش سے چھین لی جاتی ہیں۔ مگر پھر بھی کشش وجاذبیت کی حیرت زائیاں اسمیں اسقدر کثرت سے پائی جاتی ہیں۔ کہ اسکی ہر چیز بجائے خود مقناطیس وکہربا ہے۔ اور کیا مجال ہے کسی ذی ہوش کی کہ اسکی فرقت کے ایک مختصر سے مختصر لمحہ کو بھی خوشی سے قبول کرسکے چہ جائیکہ ہمیشہ کیلئے اس سے جدا ہو۔ بس یہی ایک کوہ شکن طاقت ہے کہ عناصر زندگی کی روک تھام کرتی رہتی ہے۔ ورنہ انسانی زندگی کے ہزارہا واقعات حسن وعشق ہیں۔ جنکی موت انگیز برودت روزانہ ایسے حوادث پیش کرسکتی ہے کہ صرف دو دن میں یہ ساری مجلس کی مجلس تباہ و ویران ہوجائے۔

(سید علی کوثر)

"قیامت"

ہوش سنبھالا تو بڑے بوڑھوں کی زبانی لفظ قیامت سن پایا۔ لیکن معلوم نہیں تھا کہ اسکی اصلیت کیا ہے۔ جب ذرا اور بڑے ہوئے تو معلوم ہوا کہ قیامت صرف واعیات و واہمات ہے یا انجام دنیا و آغاز آخرت ہے لیکن اس تیسرے درجے یعنی عہد شباب میں پہونچکر واضح ہوا کہ قیامت کچھ اور ہی چیز ہے۔ اور اسے بھولی نازنین وہ تیری ہر ادا کی مرہون منت ہے۔

(۱) تیرا اندوہگین نظروں سے آنکھیں چرا کر گذر جانا قیامت۔

(۲) تیرا نوزدیدہ نگاہوں سے دیکھکر منہ پھیر لینا قیامت۔

(۳) تیرا چہرے پر نقاب ڈالکر ہزاروں آرزوؤں کو دفن کر دینا۔ قیامت۔

(۴) تیرا بے حجاب مسکراتے ہوئے دل پر بجلیاں گرانا۔ قیامت۔

تو قیامت تیری خودی قیامت تیرا قد قیامت تیری قامت قیامت

تو سراسر قیامت ہے یا قیامت کا راز سراسر تجھ سے وابستہ ہے۔ (عبدالغنی راحت)

سرخ مچھلی بن کے تیرے گی چھری جلاد کی

کیا کہوں اے ہمنشیں اس دل ناشاد کی
جو رسہکر رہی عادت نہیں فریاد کی۔

عمر تو ساری کٹی رنج و الم اندوہ میں
کوئی حسرت بھی نہ نکلی اس دل ناشاد کی

باغباں کیا ہو شگفتہ دل مرا اس باغ میں
تاک ہر دم بلبل روح پر ہے اس صیاد کی

شکوۂ بیداد پر کہتا ہے وہ بیداد گر
قتل کر دونگا اگر تم نے ذرا فریاد کی

خون کی نہریں بہینگی کوچۂ قاتل میں آج
سرخ مچھلی بنکے تیرے گی چھری جلاد کی

کھینچ لی ہیں نے تصور میں ہی تصویر صنم
دیکھکر ہے محو صورت مانی و بہزاد کی

تھا یہ سمجھا چین پاؤنگا میں دست گور سے
تو نے ظالم خاک مرقد بھی مری برباد کی

جان شیریں بھی گئی لیکن نہ شیریں ملی
زندگانی تلخ کامی میں کٹی فرہاد کی۔

قول داناؤں کا یہ یوسف نہ ہرگز بھولنا
فیض پاؤ گے اگر خدمت کرو اُستاد کی

یوسف

خفیہ قاتل

(گذشتہ سے پیوستہ)

اتنا کہکر مصافحہ کیلئے ہاتھ بڑھایا۔ آرتھر نے بغیر ہاتھ ملائے اُس کے چہرے کی طرف دیکھنا شروع کیا۔ اور آخر کار کہا۔

"مجھے یہ نہیں سمجھ آئی کہ تم کہہ کیا رہے ہو۔ اگر یہ مذاق ہے۔ تو میں تمہیں بتلانا چاہتا ہوں کہ ایسے مذاق کیلئے یہ ہرگز مناسب نہیں۔

نوارد "مجھے افسوس ہے کہ آپ نے میرا خیر مقدم کرنے میں بہت سرد مہری کا اظہار کیا ہے۔ حالانکہ میرا خیال تھا کہ آپ بھی مجھے ملکر بہت خوش ہونگے"

آرتھر "تم یہ تو بتلاؤ کہ ہو کون"

نوارد (تعجب سے) میں کون ہوں۔ اپنی مرحومہ بیوی کے بھائی سے یہ سوال بہت ہی عجیب ہے"

آرتھر "ہیلن کا بھائی۔ غلط ہے۔ اُسکا کوئی بھائی نہیں تھا"

نوارد "مجھے پہلے ہی امید تھی۔ کہ اُس نے آپ کو میری نسبت کچھ نہیں بتلایا ہوگا۔ کیونکہ وہ مجھ سے اکثر ناراض رہا کرتی تھی۔ مگر خیر میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ پیرز ڈی کلیمپ کا بیٹا ہوں اور اسطرح آپ رشتہ میں میرے بہنوئی ہیں"

آرتھر نے پھر اُس کے چہرے پر نظر دوڑائی۔ وہ اُسکے اندرونی خیالات تاڑنے چاہتا تھا مگر اُسکو ناکامیابی ہوئی اور وہ بولا "تم کہتے تھے کہ تم پیرز ڈی کلیمپ کے بیٹے ہو"

نوارد "میرے والد نے تو مجھے یہی کہا تھا۔ اور میرا خیال تھا کہ مجھے اُس پر شک وشبہ کی کوئی گنجائش نہیں"

آرتھر "تو پھر ہیلن نے تمہارا کیوں نہیں ذکر کیا" یہ کہتے ہی آرتھر کو خیال آیا۔ کہ شاید ہیلن کی وقتاً فوقتاً کی رنجیدگی کا یہی باعث ہو۔

نوارد نے یہ سنکر کہا "یہ بہت لمبی کہانی ہے"

آرتھر "خیر کچھ بھی ہو۔ میں سننا چاہتا ہوں"

راؤل۔ (نوارد نے اپنا نام یہی بتایا تھا) "کم ازکم آپ مجھے بیٹھنے کی اجازت تو دیں"

آرتھر۔ "کرسیاں پڑی ہیں۔ ایک پر بیٹھ جاؤ۔"

راول بیٹھ گیا اور بولا "یہ ایک خشک کہانی ہے۔"

آرتھر۔ "گلاس اور بوتل تمہارے سامنے ہے۔ گلاس میں تھوڑی سی شمپین ڈالکر پیئے ہی کہانی کی ساری خشکی بدل جائیگی۔

راول "یہ مہربانی ہے آپ کی اور ہاں کیا آپ کے پاس کوئی سگرٹ نہیں۔"

آرتھر اُس کی بے تکلفی کو دیکھکر دل ہی دل میں حیران ہو رہا تھا۔ طوعاً وکرہاً اُس نے سگرٹ دیا اور کہا "یہ نہ سمجھنا کہ چونکہ میں تم سے کھانے پینے میں بے تکلفی برت رہا ہوں۔ اور تمہاری خواہش پوری کر رہا ہوں۔ اسلئے تم مجھے دہوکا دے سکتے ہو۔ یہ صرف اسلئے ہے۔ کہ تمہاری کہانی سننا چاہتا ہوں۔ اور یہ بھی میں کہے دیتا ہوں۔ کہ یہ ممکن ہے۔ کہ میں تمہارے ایک لفظ پر بھی اعتبار نہ کروں۔"

راول "میں یہ جانتا ہوں۔ کہ خواہ آپ دل سے میری کہانی کے سچا ہونے کے معترف ہوں۔ آپ غالباً زبانی اس امر کا اقرار نہیں کرینگے۔

آرتھر "خیر دیکھا جائیگا۔ ہاں تو کہو۔"

راول "میں نے جیسا کہ پہلے بھی ذکر کیا ہے۔ میں پیرزڈی کلیجمپ کا بیٹا ہوں۔ میرا باپ جیسا کہ آپ کو علم ہے۔ لینز میں سوداگر ریشم تھا۔ میری ابتدائی زندگی جیسی بھی گذرنی چاہئے تھی گذری۔ جب میں سولہ سال کا ہوا۔ تو میں نے بھی اپنے باپ کے کارخانے میں جانا شروع کیا۔ اور کام کے متعلق میرے اور والد کے درمیان ہمیشہ اختلاف رہا ہے۔ جس کا نتیجہ یہ ہوتا تھا۔ کہ صبح سے لیکر شام تک ہمارے لڑائی جھگڑوں کی وجہ سے طوفان بدتمیزی بپا رہتا تھا۔ اور غالباً اسی وجہ سے اُسے میرے ساتھ بہت ہی کم محبت تھی۔ اُسکی تمام وکمال محبت ہیلین کیلئے وقف تھی۔ میں اب حیران ہوتا ہوں کہ ہم باپ بیٹوں کا اتنا عرصہ بھی کسطرح گذارہ ہوا۔ کیونکہ میں اُن ولنوں میں خواہ مخواہ جھگڑے مول لیا کرتا تھا۔ اور روپیہ پیسہ کے معاملے میں اُس کی خست مجھے ہمیشہ اُس سے متنفر رکھا کرتی تھی۔ اور اسنے بھی میری حیثیت کے مطابق مجھے کبھی نہیں رکھا۔"

آرتھر۔ (حقارت سے) تمہارے اپنے اظہار کے مطابق تم نے بھی کبھی اپنے آپ کو اپنے باپ کی مہربانیوں کا اہل نہیں بنایا۔"

راول ـ (مسکراتے ہوئے) "غالباً نہیں ـ جیرآمز کار میرے والد کو پتہ لگا کہ چند جعلی بلوں کے ذریعے سے اُسے کافی لوٹا گیا ہے ـ اور لوٹنے والا اُسکا بیٹا ہی ہے ـ مگر میں یہ کہونگا کہ اُس نے چور کے سمجھنے میں بہت غلطی کی ـ کیونکہ یہ میری شرارت ہرگز نہ تھی ـ اگر میں نے ایسا کام کرنا ہوتا ـ تو سیدھی طرح کر سکتا تھا ـ اور اگر میں روپیہ لیکر کہیں چمپت ہو جاتا ـ تو مجھے اچھی طرح علم تھا ـ کہ اپنی عزت کی وجہ سے اُس نے عدالت اور پولیس کا دروازہ نہیں کھٹکھٹانا تھا ـ

آرتھر جو اس طویل بے معنی داستان سے پریشان ہو گیا تھا ـ بولا "اچھا تو پھر کیا ہوا"

راول "وہی جو مجھے پہلے خیال تھا ـ یعنی میں نے اُسے بتلایا ـ کہ اُسکا خیال غلط ہے ـ اور گو میں نے اُسے بہت نرم الفاظ میں کہا تھا ـ وہ بہت ہی تیز ہو گیا ـ اور غصے میں اپنے آپے سے باہر ہو گیا ـ اور پھر مجھے بھی مجبوراً غصہ آ گیا ـ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ اُس نے مجھے گھر سے نکل جانے کو کہا ـ اور ظاہر کیا کہ وہ میری شکل دیکھنے کا روادار نہیں ـ اور میں نے بھی وعدہ کیا کہ میں اپنی منحوس شکل کبھی اُسے نہ دکھاؤنگا ـ چنانچہ میں نے اپنا وعدہ پورا کیا ـ اور جب میں فرانس میں واپس گیا ہوں تو وہ مر چکا تھا"

آرتھر "تو کیا تم فرانس سے چلے گئے تھے ـ کہاں گئے تھے"

راول "مڈغاسکر ـ اور میرا خیال ہے کہ اس سے بہتر جگہ کوئی نہیں ہو سکتی تھی ـ میرے پاس اُس وقت تھوڑا سا روپیہ تھا ـ اور کچھ مجھے ہیلن نے دیا ـ میں نے وہ سب روپیہ لیکر مڈغاسکر کا راستہ لیا ـ وہاں مجھے چند دوست مل گئے ـ جن کے ساتھ میرا وقت اچھا گذر گیا ـ اور ہم نے کافی روپیہ کمایا"

آرتھر "کیوں نہیں ـ مگر ہاں تم وہاں ہی کیوں نہ ٹھہرے رہے"

راول "میں وہاں کیوں نہیں ٹھہرا ـ اُسکی وجہ ..... یہ تھی ..... کہ وہاں کے چند بڑے بڑے آدمیوں نے یہ فیصلہ کر لیا تھا ـ کہ میں جزیرہ سے باہر چلا جاؤں ـ اور تجویز کیا کہ میرا والد شاید مجھے مرنے سے پہلے ملنا چاہے ـ مگر یہ سب بہانے تھے ـ میں اُنہیں اچھی طرح جانتا تھا وہ چاہتے تھے کہ میں اُن کے راستے سے نکل جاؤں ـ بہرحال میں نے بھی یہی مناسب سمجھا کہ میں وہاں سے آ جاؤں ـ چنانچہ میں فرانس آیا ـ جہاں مجھے پتہ لگا کہ میرا والد مر چکا ہے ـ اور تمام و کمال جائداد کی مالک ہیلن بن گئی ـ اور تمہارے ساتھ شادی کر لی ـ اور اب وہ بھی مر چکی ہے ـ

آرتھر۔ (غمگین آواز سے) "ہاں ہاں یہ درست ہے"

راول "اور اسی لئے میں یہاں آیا ہوں"

آرتھر "تو پھر اب تم کیا چاہتے ہو"

راول "میں چاہتا تھا کہ اپنے بہنوئی سے ملوں"

آرتھر "تو تم مل چکے اب اور کیا چاہتے ہو"

راول (حقارت سے) "ایں۔ میں کیا چاہتا ہوں۔ عجیب سوال ہے۔ میری بہن کا قتل ہو جائے اور قتل بھی اُس خنجر سے ہو۔ جو تمہارے سب سے بڑے دوست کے قبضے میں تھا۔ اور اُس کے ہاتھ سے قتل ہو جو شام تک تمہارے ساتھ تھا۔ اور اس قتل سے پہلے تمہارا اور ہیلین کا قابل ہوت دوست تھا۔ اور پھر یہ بھی دنیا جانتی ہے۔ کہ اُسکو ہیلین کی موت سے کچھ فائدہ نہیں تھا۔ اگر ہیلین کی موت سے کچھ فائدہ ہوسکتا تھا۔ تو تمہیں۔۔۔ جس کو اُس کی جائیداد ملنی تھی۔۔۔۔۔"

آرتھر۔ (طیش میں آکر) حرامزادے۔۔۔۔"

اتنا کہکر آرتھر راول پر جھپٹا۔ مگر آپکے ہاتھ میں پستول (جو راول نے اپنی جیب سے فوراً نکال لیا تھا) دیکھکر جھجکا۔

راول نے نرمی سے کہا۔ بھائی صاحب۔ اتنی تیزی نہ دکھاؤ۔ اتنے قریبی رشتہ داروں میں ایسے معرکے نہیں ہونے چاہئیں۔ ہم دونوں شریف آدمی ہیں۔ ہم اطمینان سے گفتگو کرنی چاہئے"

آرتھر "پاجی۔ تم مجھ پر میری بیوی کے قتل کا الزام لگاتے ہو"

راول "مجھے معاف کرنا۔ میں نے الزام نہیں لگایا۔ میں تو صرف یہ بتلا رہا تھا۔ کہ پولیس کیا سمجھتی ہے (دیکھو کہ وہ راسٹن کو ہیلین کا قاتل سمجھتی ہے)۔

آرتھر "یہ تم صرف اسواسطے کہہ رہے ہو۔ کہ تمہیں اصل حالات کا پتہ نہیں"

راول "معاف کرنا۔ اگر میں یہ کہوں کہ مجھے سب واقعات کا اچھی طرح علم ہے۔ اور میں یہاں اس لئے نہیں آیا کہ کسی قسم کا دخل در معقولات دوں"

آرتھر "تو پھر تم یہاں کیا کرنے آئے ہو۔۔۔ اور صاف پوچھو تو مجھے اس امر کا بھی شک ہے۔ کہ تم ہیلین کے بھائی ہو"

راول نے ہلکی سی مسکراہٹ سے اپنی جیب میں سے ایک چھوٹا سا خوبصورت لاکٹ نکالا۔ اور آرتھر کے ہاتھ میں دیدیا۔ آرتھر نے اُس پر ڈی کلنچمپ کے خاندان کا موروثی نشان

دیکھا۔ اور اُسے کھولا تو ہیلن کا پیارا چہرہ اُسکی نظر پڑا۔ جسے دیکھکر وہ بے خود ہو کر کرسی پر گر پڑا اور تھوڑی دیر کیلئے کمرے میں خاموشی چھا گئی۔

باب ۱۲

راول کو اپنی حرکت کے نتیجہ پر بہت تعجب ہوا۔ اور اُس نے کہا "مسٹر الوڈ میں تمہیں یقین دلاتا ہوں کہ میرا مقصد تمہیں صدمہ پہونچانا نہیں تھا۔ مگر ہاں مجھے یہ دیکھکر رنج ہوا تھا کہ تم نے میرے الفاظ پر شک کیا۔ اور تم جانتے ہو کہ ہر ایک آدمی کو اپنی عزت کا پاس ہوتا ہے"۔

الوڈ: "ہاں واقعی میں نے تمہاری گفتگو کے اندازہ میں بہت عجلت سے کام لیا جسکا مجھے نہایت افسوس ہے۔ اور میں معافی مانگتا ہوں"۔

راول: "خیر کوئی بات نہیں۔ گذشتہ را صلواۃ۔ آئندہ را احتیاط۔ ہاں اب تو تمہیں میرے یہاں آنے کی علت معلوم ہو گئی ہوگی"۔

الوڈ: "مگر میں حیران ہوں کہ غریب ہیلن نے کیوں کبھی تمہارا ذکر نہیں کیا"۔

راول: "اسلئے کہ میری ہستی اُس کیلئے قابل فخر نہ تھی۔ اور میری رائے بھی یہ ہے کہ وہ سچی تھی"۔ آرتھر الوڈ نے اُس کے مُنہ کیطرف دیکھا۔ راول کے الفاظ میں اپنی بہن کے ذکر پر بے توجہی کا شبہ ہوتا تھا۔ اور صاف معلوم ہوتا تھا کہ ہیلن کی موت کا کوئی بھی اثر اُسکے دل پر نہیں ہوا۔ راول نے سب کچھ دیکھا اور بے پرواہی سے کہا "اگر تم نے اس تصویر کو دیکھ لیا ہے تو امید ہے مجھے واپس کر دو گے"۔ یہ کہکر اُس نے اپنا ہاتھ بڑھایا۔

الوڈ: "کیا تم اسے میرے پاس ہی نہ رہنے دو گے۔ کیونکہ میرے پاس ہیلن کی کوئی تصویر نہیں"۔

راول: "یہ بہت مشکل ہے۔ کیونکہ میرے پاس سوائے اسکے ہیلن کی اور کوئی بھی تصویر نہیں۔ اور تمہارے پاس تو کئی ایک ہونگی"۔

الوڈ: "اچھا تمہاری مرضی" اتنا کہکر آرتھر نے ایک آہ بھری اور تصویر واپس کر دی۔ اور راول نے مسکراتے ہوئے اُسے جیب میں ڈال لیا۔ "میرا خیال ہے کہ تم لنڈن میں کچھ عرصہ کیلئے ٹھہرو گے"۔

راول: "کیوں نہیں مجھے یہاں کچھ کام ہے"۔

الوڈ: "مجھے افسوس ہے کہ تمہاری دلچسپی کیلئے کوئی سامان مہیا نہیں کر سکتا۔ کیونکہ تم دیکھتے ہو کہ ابھی تک میں غم کی وجہ سے اپنی اصلی حالت پر نہیں آیا۔ مگر بہرحال میں امید کرتا ہوں کہ کل شام کو تم

یہیں کھانا کھاؤ گے۔ کیونکہ میں چاہتا ہوں کہ ہیلن کے ٹوئلٹی آنے سے پیشتر کے حالات تمہاری زبانی سنوں"

راول:"مہربانی۔ میں گنوار آدمی ہوں۔ اور میرا خیال ہے کہ میں ایسے امیرانہ گھر میں کھانا کھانے کے قابل نہیں۔ کیونکہ غالباً میرے عادات و اطوار تمہارے لئے پسندیدہ نہ ہونگے۔ ہاں البتہ گفتگو کی خاطر حاضر ہو سکتا ہوں۔ اور جس شام کو کہو آجاؤں۔ میں خود چاہتا ہوں کہ تمہارے ساتھ چند ایک اہم معاملات کے متعلق گفت و شنید کروں۔"

الوڈ:"جیسی تمہاری مرضی۔ میں کھانے کے بعد عموماً گھر پر ہی ہوتا ہوں۔ اسلئے شام کو جبدن بھی آؤ گے میں تمہیں گھر پر ہی ملونگا۔"

راول:"عنایت۔ مگر ہاں مجھے یاد آیا۔ غالباً ہیلن سب کچھ تمہارے ہی سپرد کر گئی ہوگی۔ اور اُس نے اپنے غریب بھائی کو یاد تک بھی نہ کیا ہوگا۔"

الوڈ:"کبھی تمہارا ذکر نہیں ہوا۔ میں نے تمہیں پہلے بھی بتلایا تھا۔ کہ آج شام سے پہلے مجھے یہ علم بھی نہیں تھا کہ ہیلن کا کوئی بھائی بھی ہے۔"

راول:"غالباً اپنے باپ کی تمام جائیداد اُس نے ہی سنبھالی ہوگی۔" الوڈ نے اسکا کوئی جواب نہ دیا۔ دزدیدہ نگاہوں سے اُسکی طرف دیکھا۔ تو اُسے معلوم ہوا کہ اُسکے چہرے سے نفرت و حقارت کے جذبات کا اظہار ہو رہا ہے۔ "اُس نے میرا کبھی بھی ذکر تک نہیں کیا۔ حالانکہ وہ جانتی تھی کہ خاندان کا اصلی وارث میں ہوں۔ بڑا ہی تعجب ہے۔ مگر کیا اُس نے اپنی جائیداد کا کوئی حصہ کسی دوسرے کے سپرد کرنیکا کبھی ارادہ بھی ظاہر کیا تھا؟"

الوڈ:"کبھی نہیں۔"

راول:"کیا تمہیں یقین ہے۔ مگر نہیں۔ تم اچھی طرح یاد کرو۔ مجھے اس بات کا جواب لینے کی اتنی جلدی نہیں۔ میں پھر کسی دن آکر اس امر کے متعلق دریافت کرونگا۔ میرے لئے یہ امر بہت کچھ باعث تسکین ہوگا۔ کہ میں بالکل فراموش نہیں کر دیا گیا۔ اور میرا یہ بھی خیال ہے۔ کہ تم اپنی متوفیہ بیوی کی ہر ایک خواہش چاہے وہ کتنے ہی مبہم الفاظ میں ظاہر کی گئی ہو۔ پوری کر لی اپنا فرض سمجھتے ہوگے"

اتنا کہکر راول چلنے کیلئے تیار ہو گیا۔ اور اُس کے ساتھ ہی آرتھر الوڈ بھی اُٹھ کھڑا ہوا۔ اور کہا:"بہت خوب۔" آرتھر اُس کو چھوڑنے کیلئے دروازہ تک گیا۔ اور ہاتھ ملایا۔ تو اُس نے دیکھا کہ بجائے اُس سختی کے جو عام طور پر دستکاری کرنیوالے آدمیوں کے ہاتھ میں پیدا ہو جاتی ہے اُس کے ہاتھ نرم اور انگلیاں نازک نازک ہیں اور جلد اتنی ملائم ہے کہ عورت کی جلد کا دھوکہ ہوتا ہے۔ آرتھر اُسے چھوڑ کر واپس آیا۔

تو اُس کے دل میں ہزاروں طرح کے شکوک تھے۔

اس عرصہ میں اُسکا ملاقاتی مشرقی پارک سکوئر کی طرف مڑا اور ابھی تھوڑا ہی راستہ طے کیا تھا کہ اُسے ایک اور ساتھی ملا۔ جو پہلے ہی سڑک کے کنارے کے درختوں کی آڑ میں کھڑا تھا۔ تھوڑے عرصہ کیلئے وہ اپنی گفتگو میں اسقدر منہمک ہوگئے کہ اُنہیں ایک اندھے فقیر کے عصا کی کھٹ کھٹ کی صدا نہ آئی اور شاید اگر سنی بھی تو اُنہوں نے ایک معمولی فقیر اور اُسکے کتے کو قابل توجہ نہ سمجھا۔

کچھ عرصہ سے رائے کمبرلینڈ ٹیرس کے گرد و نواح ہی میں منڈلاتا رہتا تھا۔ تاکہ یہ دیکھ لے کہ آرتھر الوڈ کے پاس کون کونسے ملاقاتی آتے ہیں۔ کیونکہ اُسکا خیال تھا کہ شاید اس ذریعے سے اُسے ہیلن کے قاتل کا کچھ سراغ مل جائے۔ مگر آجتک اُس نے اپنا وقت ضائع ہی کیا تھا۔

اس موقعہ پر یہ بتلانا ضروری ہے کہ رائے نے اپنے سامان میں ایک ہینڈ بیگ کا اضافہ کرلیا ہوا تھا تاکہ ضرورت کے وقت وہ تمام چیزوں کو اُسمیں ڈال سکے اور آنکھ کا کپڑا اُٹھاکر معمولی مزدور معلوم ہو جو اپنے کتے کو ہمراہ لیکر سیر کیلئے آیا ہو۔ ابھی تک اُس نے اس امر کا تجربہ نہیں کیا تھا۔ کیونکہ وہ جانتا تھا کہ بجائے اس بھیس کے جو اس نے اختیار کیا ہوا تھا۔ دوسرے بھیس میں اُس کے پہچانے جانے کا بہت زیادہ احتمال تھا۔

آج بھی حسب معمول کمبرلینڈ ٹیرس کے قریب سڑک کے دوسرے کنارے آیند و روند کی نظروں سے پنہاں کھڑا تھا۔ جسوقت راول ڈی چیمپ اندر سے نکلا۔ رائے نے اُسی طرح سڑک کے اُس طرف آکر اُسکا تعاقب کیا۔ حتیٰ کہ وہ اپنی لاٹھی کو ٹیکتا ٹیکتا ان دونوں کے قریب آگیا۔ مگر وہ جونہی نزدیک آیا۔ اُن کی آوازیں مدہم ہوگئیں۔ اور وہ کچھ نہ سن سکا۔ اُنہوں نے رائے کو اپنے نزدیک دیکھکر آپس میں کچھ اشارہ کیا۔ اور وہاں سے سرک گئے۔ جس سے رائے سمجھ گیا۔ کہ وہ چاہتے ہیں کہ اُنکو کوئی شخص آپس میں گفتگو کرتے نہ دیکھے۔ رائے اور راول مڑتے ہوئے بالکل ایکدوسرے کے سامنے ہوگئے۔ آنکھیں چار ہوئیں۔ مگر یہ دیکھکر کہ اُنہوں نے اُسکو نہیں پہچانا۔ رائے کے لبوں پر خفیف سی مسکراہٹ پیدا ہوئی۔ اور اُس نے مُنہ پھیر لیا اور اطمینان کا سانس لیا۔

یہ دیکھکر کہ اُسکے قریب کوئی آدمی نہیں وہ تھوڑی دور اطمینان کیلئے لاٹھی ٹیکتا ہوا چلا۔ اور اُن دونوں کی شکل کا تصوّر باندھنا شروع کیا۔ تاکہ کبھی بھول نہ سکے۔ اس اثناء میں اُس نے دیکھا کہ وہ دونوں البنی سٹریٹ کیطرف مڑے۔ اُس نے اس موقعے کو غنیمت جانا۔ اور ہینڈ بیگ سے ایک اچھی سی ٹوپی نکالی اور اپنے بھروپ کی دوسری اشیاء اُس میں ڈالکر ایک اچھا خاصہ مزدور

بن گیا۔ اپنی چھڑی کے پیچ کو کھولکر سیدھا کرلیا اور اپنی رفتار میں تیزی پیدا کرلی اور اب بالکل ایسا معلوم ہوتا تھا۔ جیسے کوئی مزدور اپنے دن بھر کے کام سے گھر واپس آرہا ہے۔ اتنے میں وہ بھی اسی جانب مڑا جدھر وہ دونوں گئے تھے۔ تو اُس نے دیکھا کہ وہ بازار کے دوسرے سرے پر کھڑے اسی طرح سرگوشیوں میں معروف ہیں۔ وہ قصداً اُن سے ذرا فاصلہ پر رہا۔ مگر اُن کو نظروں سے اوجھل نہیں ہونے دیا۔ کتا اُسکے ساتھ تھا۔ حتی کہ وہ چلتے چلتے ماریبون سڑک پر پہونچ گئے۔ وہاں اُن دونوں نے ایک کرایہ کی گاڑی لی اور خوش قسمتی سے ایک اور گاڑی وہاں سے گذری۔ راسے اُس میں بیٹھ گیا۔ اور کتے کو اپنی گود میں بٹھالیا۔ اور کوچوان کو پہلی گاڑی کے پیچھے چلنے کی ہدایت کی۔ کوچوان نے چابک مارا۔ اور دونو گاڑیاں بالکل ایکدوسرے کے قریب ہوگئیں۔ چلتے چلتے وہ اصل بازار سے دور ہوکر چھوٹے چھوٹے بازاروں میں آگئے۔ آکسفورڈ کے بازار کے قریب آکر راسے کے گاڑی کے کوچوان کی نظروں سے گاڑی اوجھل ہوگئی۔ مگر پھر اُس نے پھرتی سے بازار کے شروع ہوتے ہی اُن کو جالیا۔ اور پھر دونوں گاڑیاں آگے پیچھے ہوگئیں۔ پہلی گاڑی ایک اطالوی ہوٹل کے سامنے کھڑی ہوگئی۔ راسے کی ہدایت کے مطابق کوچوان نے گاڑی دوسرے سرے پر کھڑی کی۔ راسے اُترا۔ اور کوچوان کو کرایہ دیکر اور کتے کو نیچے اُتارکر وہ بہت احتیاط سے چلنے لگا۔ کیونکہ یہاں پولیس کا بہت جمگھٹا تھا۔ اور وہ ڈرتا تھا کہ کہیں کوئی اُسکو پہچان نہ لے۔ پہلے اُس نے ہوٹل کا نام اپنے ذہن نشین کرلیا۔ اور پھر اُسی کمرے میں جہاں وہ بیٹھے تھے۔ آکر ایک طرف بیٹھ گیا۔ تو اُس نے سُنا کہ راول کا ساتھی کہہ رہا تھا "جیول کیا تمہیں یقین ہے کہ اُسکو اعتبار آگیا ہے"

راول "ہش۔ میں نے پہلے بھی تمہیں کئی دفعہ ٹوکا ہے۔ کہ مجھے یہاں راول کے سوائے اور کسی نام سے نہ پکارا کرو۔ مگر تم ہوکہ اپنی بے احتیاطی کی وجہ سے سارا کام بگاڑ دیتے ہو"

ساتھی "اُف۔ مجھے واقعی افسوس ہے۔ خیر آئندہ میں بھی تمہیں دوسروں کی طرح راول ہی کہونگا۔ ہاں تو یہ بتلاؤ۔ اب پھر کب اُنہیں ملنے جاؤ گے"

راول "جس دن میرے جی میں آئے۔ مگر میں نہیں چاہتا۔ کہ میں جلدی کروں۔ مگر ہاں تمہارا کیا خیال ہے۔ اگر میں جمعرات کو جاؤں"

ساتھی "کوئی مضائقہ نہیں۔ مگر یار مزاجب ہی ہے۔ کہ انسان گرم لوہے کو ہی پیٹے۔ نہیں تو ٹھنڈا ہو جانے سے اُسکا ہم کچھ بھی نہیں بنا سکتے۔ اور ساتھ ہی مجھے یہ بھی فکر ہے کہ کہیں زیادہ وقفہ

دینے سے اُسے شک پڑ جائے اور پولیس میں اطلاع ہونے سے تم پکڑے جاؤ۔ اور خواہ مخواہ آفت کا سامنا ہو"

راول: "پولیس کی اچھی کہی۔ لنڈن کی پولیس والے تو اتنے بیوقوف ہیں کہ ایک بچہ بھی انہیں دہوکا دے سکتا ہے"

ساتھی: "دیکھو جیو ...... راول میری نصیحت مانو اور اپنے دل سے یہ خیال نکالدو۔ کیونکہ یہ ہوسکتا ہے کہ یہاں کی پولیس اتنی ہوشیار نہ ہو جتنی فرانس وغیرہ کی ہے۔ مگر اتنا میں جانتا ہوں کہ ان میں بل ڈاگ کی سی خاصیت ہے اور جہاں کہیں بھی انہیں ذرا سا سراغ مل جائے۔ پھر یہ مجرم کی قبر تک اُکھاڑ ڈالتے ہیں۔ اور مرتے دم تک اُسکا پیچھا نہیں چھوڑتے"

راول: "معلوم ہوتا ہے کہ تم یہاں کی پولیس سے بہت ڈرتے ہو"

ساتھی: "میں واقعی ڈرتا ہوں۔ بلکہ اصل تو یہ ہے کہ میں انہیں ہرگز پسند نہیں کرتا۔ مگر خیر یہ ذکر ہی جانے دو اور الوڈ کے متعلق باتیں کرو۔"

راول: "تم اُسے قطعاً میرے بھروسے پر چھوڑ دو۔ میں اُسکا انتظام کرلونگا۔ اور میں ناکام رہا تو پھر میں تمہیں اپنی مدد کیلئے بلا لونگا۔ مگر جب تک میں کام کر رہا ہوں۔ میں نہیں چاہتا کہ تم انہیں دخل دو۔ کیونکہ مجھے اس معاملے کے نشیب و فراز اچھی طرح معلوم ہیں۔ اور باقی تم نے مجھ کافی ہدایات دیدی ہیں۔ اسلئے مجھے امید ہے کہ کوئی خطرہ نہیں"

ساتھی: "جیسی تمہاری مرضی۔ میں خود نہیں چاہتا کہ زیادہ دخل دوں۔ کیونکہ میں یہ اچھی طرح سمجھتا ہوں کہ خاتمہ پر مجھے آدھا حصہ تو مل ہی جائیگا۔ اس کام میں جتنے تھوڑے شریک اور جتنا بھی ہم کم ملیں اتنا بہتر ہوگا۔ اگر تم مجھے کسی وقت ملنا چاہو تو انڈریا ہوٹل کے ایک ملازم کی طرف اشارہ کرکے انہیں میرا پتہ دیدیگا۔ اور مجھے کوئی پیغام دینا ہو۔ تو وہ پہونچا دیگا۔ کیونکہ تم جانتے ہو کہ میں ادھر اُدھر پھرتا رہتا ہوں"

راول: "یہ بالکل ٹھیک ہے۔ اور میں اچھی طرح سمجھ گیا ہوں۔ اچھا تو اب میں رخصت ہوتا ہوں۔ میرا خیال ہے کہ کوئی مزید بات ہم نے نہیں کرنی۔ مگر ہاں مجھے یاد آیا کہ میں نے کل اپنا ایک لین کا واقف یہاں دیکھا تھا"

ساتھی: "مگر میں حیران ہوں۔ کہ لین میں تمہارے واقف کسطرح بن گئے"

راول: "ہے تو واقعی حیرانگی کی بات۔ میں صرف وہاں ایکدفعہ ایک دو دن کیلئے ہی گیا ہوں"

ساتھی:۔ "مگر وہ کون تھا"؟

راول:۔ "میں فلیٹ سٹریٹ میں جارہا تھا کہ میں نے ایک خوبصورت عورت کو دیکھا۔ میں نے جلدی جلدی سے قدم اُٹھائے کہ اُسے دوبارہ دیکھ سکوں۔ مگر وہ جلدی سے ایک دروازے کے اندر گھس گئی۔ وہ اُس انگریز افسر کی بیٹی مس کلفورڈ۔۔۔۔۔۔"

ابھی راول اپنا فقرہ بھی پورا نہ کر سکا تھا کہ اُسکے ساتھی نے میز کی دوسری طرف سے اُس کا گلا پکڑ لیا۔ راول کے چہرے پر نفرت وحقارت کے آثار ظاہر ہوئے۔ جو اس سے پیشتر کبھی نہ ہوئے تھے۔ اور جو وقت کمرے کے دوسرے بیٹھنے والوں نے یہ واقعہ دیکھکر اپنی ہنسی کو ضبط نہ کیا۔ تو راول کے ساتھی نے اُن کو ٹالنے کیلئے بڑے زور سے ایک قہقہہ لگایا۔ اور اونچی آواز سے کہا "بالکل اسی طرح اُس نے اپنے ساتھی کا گلا پکڑ لیا۔ مگر ہا نہیں۔ تم تو ڈر گئے ہو۔ میں نے یہ حرکت اس واسطے کی ہے کہ تمہیں معلوم ہو جائے کہ وہ کسقدر بے بس ہو گیا تھا"! اتنا کہکر وہ کرسی پر لیٹ گیا۔ اور بڑے زور سے ہنسا۔ اُس کے ساتھی نے اس مذاق کو بہت ہی ناپسندیگی کی نگاہ سے دیکھا۔ اُس کا چہرہ زرد ہو گیا۔ اور اُسکا بدن تھر تھر کانپنے لگا۔ اُس نے لڑکھڑاتی ہوئی آواز میں کہا "دیکھو فیری آئندہ ایسی حرکت نہ کرنا میں ایسے مذاقوں کو ہرگز پسند نہیں کرتا"!

فیری:۔ "بہت خوب۔ مگر اچھے دوست میں نے صرف تمہیں سمجھانے کیلئے ایسا کیا تھا۔ (دبی زبان میں) تم جانتے ہو کہ میں نے یہ حرکت صرف اسلئے کی ہے۔ کہ تمہیں روک دوں۔ کہ ایسی بے احتیاطی سے گفتگو نہ کیا کرو"۔ راول نے دیکھا کہ واقعی وہ ایک ایسے معاملے میں ہاتھ ڈال چکا ہے کہ ہدایات کیلئے اُسے اپنے ساتھی کی ضرورت ہے۔ وہ ابھی تک بڑبڑا رہا تھا اور اپنے ساتھی کو برا بھلا کہہ رہا تھا۔ اُسکا ساتھی اُس کے غصے کو ٹھنڈا کرنے کیلئے ہر ممکن کوشش کر رہا تھا مگر ناکام رہکر وہ آخر اُٹھ کھڑا ہوا اور کہا "بہت خوب جیول مجھے معلوم ہو گیا ہے۔ کہ تم بہت نازک مزاج ہو۔ اور ابھی تک تمہاری طبیعت درست نہیں ہوئی۔ امید ہے کہ ہماری آئندہ ملاقات تک تمہاری طبیعت راستی پر آجائیگی"۔ اتنا کہکر اُس نے راول کے کندھوں پر ایک تھپکی دی جس سے راول کے دل میں اور بھی ناراضگی پیدا ہو گئی۔ مگر فیری نے اس امر کا کچھ خیال نہ کیا اور ہنستا ہوا باہر چلا گیا۔ جیول نے شراب کا گلاس سامنے رکھکر کچھ دیر سوچا۔ اُس کے چہرہ پر غصہ کی وجہ سے سیاہی سی پیدا ہو گئی۔ وہ کمرے کے دوسرے آدمیوں کے ساتھ بالکل نہ بولا اور آخر کار گلاس کو چڑھا کر وہاں سے بُرا سا منہ بنا کر چلا گیا۔

باب ۱۳

جیول مَیسن یعنی راؤل کی رگوں میں جنوبی خون نہیں تھا- اور اُسکے ساتھی کے خیال کے برخلاف- اُسے اپنے ساتھی کی حرکت پر جسے وہ اپنے لئے بہت بے عزتی خیال کرتا تھا بہت غصہ آیا اور ابھی تک نہیں اُترا تھا- فیری اُسے اپنی دانائی سمجھتا تھا کہ اُس نے یک لخت جیول کو ایک ناگوار ذکر سے روک دیا- مگر جیول یہ سمجھتا تھا کہ اُس نے اپنی چالاکی سے محض اُسکے ذلیل کرنے کیلئے یہ حرکت کی تھی- اور اگر فیری اُسے اس حال میں دیکھ لیتا تو اُسے معلوم ہو جاتا کہ اُس نے اپنے دوست کے سمجھنے میں کسقدر غلطی کی ہے- ہوٹل سے باہر نکل کر جیول نے دبی زبان سے کہنا شروع کیا-

"پاجی ذلیل کتے کا آخر مجھے بھرے مجمع میں ذلیل کرنے کا مطلب کیا تھا- سور کا بچہ اس قابل تھا کہ گولی مار دی جاتی- اگر اُس کا یہ خیال ہے کہ میرے ساتھ وہ جسطرح چاہے سلوک کر سکتا ہے تو میں اپنے رویہ سے اُسے جلد ہی بتا دونگا- کہ وہ سخت غلطی پر ہے اور اُسے عنقریب اسکا خمیازہ بھگتنا پڑیگا- اب وہ اپنے کسی حکم کے ماننے پر مجھے مجبور نہ کر سکے گا- اور میں اُسے جلد ہی بتلا دونگا- کہ میں اُس سے زیادہ ہوشیار ہوں- یہ ہو سکتا ہے کہ ایسے معاملے کے متعلق جسمیں ہم دونوں کا بھلا ہو میں اُسکی کوئی سن لوں- مگر اُس پاجی اطالوی کتے کا یہ کیا حق ہے- کہ وہ شریف آدمیوں کے سامنے میرا گلا گھونٹنے پر صرف اسلئے تیار ہو جائے- کہ میں اپنے ایک واقف کار کا ذکر کرنا چاہتا تھا- میں عنقریب اُس کو اُسکی اصلیت سے آگاہ کر دونگا- اور اُسے بتلا دونگا- کہ اُسکا مجھ پر کوئی اختیار نہیں- میں کل ہی مس کلفورڈ کو ملونگا- اور جہاں میرا دل چاہیگا- جاؤنگا"

اسطرح بڑبڑاتے ہوئے اُس نے جیب سے سگرٹ نکالا- اور لمبے لمبے کش لیتے ہوئے ٹوٹنہم کورٹ روڈ کیطرف چلا گیا-

جیول مَیسن اپنی دُھن کا پکا تھا- چنانچہ دوسرے روز صبح اُٹھکر اُس نے دیکھا کہ اُسکے ارادے میں کوئی تبدیلی نہیں ہوئی- دوپہر کے وقت وہ فلیٹ سٹریٹ کیطرف چل کھڑا ہوا — اُسے وہ عمارت جسمیں ایڈتھ کا دفتر تھا- اچھی طرح یاد تھی- چنانچہ وہ وہاں آیا- اور پتہ لیکر لفٹ میں بیٹھ گیا- اور کمرے کو کھٹکھٹایا- اتفاق سے اُس وقت مس بیکر (ایڈتھ کی اسسٹنٹ) باہر تھی- اس لئے ایڈتھ کو آپ ہی باہر آنا پڑا- پہلے دو چار منٹ کیلئے تو وہ اپنے ملاقاتی کو دیکھکر حیران ہو گئی- آخر کار اُسے یاد آ گیا- اور وہ فرانسیسی زبان میں کہنے لگی-

"آئیے، مسٹر میسن آپ یہاں کس طرح آنکلے۔ میں آپ سے سچ عرض کرتی ہوں۔ کہ مجھے آپ کو دیکھکر بہت خوشی ہوئی ہے۔ کیونکہ مجھے پچھلے دنوں کی یاد آگئی ہے۔۔۔۔ آپ اندر تشریف لے چلیں"

میسن:" اچھی خاتون۔ میں نے تمہیں بازار میں دیکھا تھا۔ مجھے پہلے تو شک تھا۔ مگر آخر اچھی طرح دیکھنے سے معلوم ہوگیا۔ کہ تمہیں ہو۔ میں نے تمہارا پیچھا کیا اور یہاں بورڈ پڑھکر مجھے معلوم ہوگیا۔ کہ تم یہیں رہتی ہو چنانچہ میں یہاں آگیا ہوں"

ایڈتھ:" مجھے آپ کو دیکھکر نہایت خوشی ہوئی ہے۔ مہربانی کرکے کرسی پر تشریف رکھئے خیر آخر کار آپ ہمارے وطن میں جسکو آپ ابر و غبار کا گھر کہا کرتے تھے۔ آہی گئے۔ بتلائیے۔ کیا اب بھی آپ کی وہی رائے ہے"

میسن نے جھک کر اور بناوٹی تبسم سے اس کا جواب یوں دیا" مس کلفورڈ تمہیں دیکھکر میرے لئے تمام بادل ہٹ گئے ہیں"

ایڈتھ:" معلوم ہوگیا کہ ابھی تک آپکی لسانی وہی ہے جو پہلے ہوا کرتی تھی"

میسن:" ہاں میری زبان خوب چلتی۔ مگر صرف اس وقت جبکہ دل لبھانیوالی چیز سامنے ہو"

ایڈتھ:" (ٹالنے کے طور پر) غالباً آپ یہاں کسی کام کیلئے آئے ہونگے"

میسن:" ہاں کام کیلئے آیا ہوں اور چند روز رہ کر پھر واپس چلا جاؤنگا۔ ہاں مجھے یاد آیا۔ آپ کے والد کا کیا حال ہے"

ایڈتھ:" خدا کے فضل سے اچھے ہیں۔ میں آپ کا شکریہ ادا کرتی ہوں۔ وہ آپ کو دیکھکر نہایت مسرور ہونگے۔ کیونکہ اُن کو آجتک آپ کا یہ احسان نہیں بھولا۔ جو آپ نے میری جان بچاکر ہم پر کیا تھا" ایڈتھ کے خیالات نے یک لخت اُس کے دل میں اُس دن کی یاد تازہ کر دی۔ جبکہ وہ فرانس میں سڑک پر جاتے جاتے موٹر کی لپیٹ میں آتے آتے ایک اجنبی نوجوان کی مدد سے بچ گئی تھی اُس جوانمرد نے اپنی جان کو خطرے میں ڈال کر اُسے سڑک سے کھینچ لیا تھا۔ مگر اس کھینچا تانی میں موٹر کا ایسا دھکا لگا۔ کہ اُس بیچارے کی اپنی جان پہ بن گئی۔ وہ دونوں بیہوش ہو گئے اور اُسی حالت میں ایک گاڑی پر ڈالکر وہ ایڈتھ کے مکان پر لائے گئے تھے۔ ناظرین خود خیال کر سکتے ہیں۔ کہ اس حالت میں ایڈتھ کے باپ کا دل کسقدر شکر گذار رہا ہوگا۔ کیپٹن کلفورڈ نے اس امر کیلئے انتہائی کوشش کی۔ کہ کسی طرح جیول میسن۔ اُس کی بیٹی کو موت کے منہ سے چھڑانے والا۔ کچھ دن اُن کے پاس رہے۔ تاکہ وہ اُسکا اچھی طرح علاج کر سکیں۔ مگر اُس نے منظور نہ کیا۔ اور وہ

دوسرے دن لنگڑاتا ہوا اُٹھا اور ایک چھڑی لیکر گاڑی میں بیٹھ کر اپنے ٹھکانے چلا گیا۔ اُس نے اپنا پتہ تک دینا مناسب نہ سمجھا۔ البتہ جاتے جاتے اس بات کا وعدہ کر گیا۔ کہ کسی دن آکر وہ چھڑی واپس کر دیگا۔ چنانچہ دو چار روز کے بعد وہ آیا۔ مگر وہ اس بات سے گھبراتا تھا۔ کہ اُسکی بہادری کا ذکر کیا جائے چنانچہ وہ ہمیشہ کیلئے یہ کہکر رخصت ہوگیا۔ کہ اگر کبھی وہ لین میں آیا۔ تو ضرور ملنے آئیگا۔ مگر اُس دن کے بعد وہ مس کلفورڈ کو آج ہی ملا۔ اور مس کلفورڈ کی یاددہانی پر اُس نے کہا" آپ مہربانی کرکے اُس دن کا ذکر ہی جانے دیں۔ اُس کی یاد سے میرے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں۔"

ایڈیتھ" آپ اس امر کا وعدہ کریں کہ آپ غریب خانہ پر ضرور چلینگے۔ اور والد کو ملیں گے۔"

ملیسن" مجھے افسوس سے کہنا پڑتا ہے۔ کہ ان امور میں دوسرے کی اجازت کا محتاج ہوں اور ایسی خوشیوں سے محروم کر دیا گیا ہوں۔"

میسن کو دراصل نہ تو مس ایڈیتھ کا خیال تھا اور نہ اُس کے باپ کی پرواہ تھی۔ اُسکی اس وقت کی ملاقات کی وجہ صرف یہ امر تھا۔ کہ وہ فیری کو یہ بتلا سکے کہ وہ ان امور میں ہر طرح آزاد ہے۔ اور اُس سلوک کا جو اُس کے ساتھ ہوٹل میں ہوا تھا جواب دے سکے۔ چنانچہ وہ اب کلی طور پر مطمئن تھا۔ وہ دونوں کافی دیر ادہر اُدھر کی باتیں کرتے رہے۔ حتیٰ کہ دروازے پر کچھ کھٹکھٹاہٹ ہوئی۔ اور بوب میسکلنا داخل ہوا۔ ایڈیتھ نے دونوں کا تعارف کرایا۔ اور اسکے تھوڑے عرصے بعد جیول میسن رخصت ہوگیا۔ اُس کے جانیکے بعد بوب نے پوچھا" یہ نوجوان کہاں کا رہنے والا ہے لین کا ہی تم نے بتلایا تھا۔۔۔۔۔۔"

ایڈیتھ۔ حیران ہوکر مسکراتے ہوئے" ہاں بوب وہ لین کا رہنے والا ہے۔"

اور اُس نے مختصر الفاظ میں وہ تمام واقعہ دوہرایا۔ جس سے دونوں کی ملاقات ہوئی تھی۔ اس دوران میں بوب نے بہت سے سوالات کئے۔ آخر ایڈیتھ بولی" تمہارے ان سوالات کا میں تو یہ مطلب سمجھتی ہوں۔ کہ تم اُس سے جلتے ہو۔ اصل تو یوں ہے کہ میں اُس کے متعلق بہت تھوڑا جانتی ہوں۔ سوائے اس امر کے کہ اُس نے میری جان بچائی تھی۔ میں حیران ہوں کہ تم نے خود اُس پر سوال کیوں نہ کئے۔ خیر اب بھی اُس نے وعدہ کیا ہے کہ اگلے پیر کو اگر اُسے فرصت ہوئی تو وہ پھر آئیگا۔ اُس وقت اپنی تسلی کر لینا۔"

بوب" بہت اچھا۔ آخر یہ کوئی اتنا ضروری کام نہیں۔ میں تو صرف واقفیت کی غرض سے پوچھ رہا تھا۔ اور یہ اچھی طرح جانتا ہوں کہ اس طرح کا تجسس اچھا نہیں ہوتا۔"

یہ کہکر وہ مسکرایا اور اپنی گفتگو کو بدل دیا۔

اُسی شام جیول میسن اپنے دوست فیری سے ملا۔ وہ دونوں باہر برآمدے میں بیٹھے تھے تاکہ اُنکی گفتگو نہ سنی جا سکے۔ کیونکہ اس طرح کھلی جگہ میں بیٹھنے سے بہت کم احتمال تھا۔ کہ کوئی چوری چھپے آکر اُن کی باتوں میں دراندازہو سکے۔

جیول کے دل میں اُسی دن کی ملاقات کا خیال بڑے زوروں پر تھا۔ اور وہ زیادہ دیر اُس کو چھپا نہ سکا۔ اسلئے فخریہ کہنے لگا "میں آج مس کلفورڈ کو ملا تھا" اتنا کہکر اُس نے اپنے ساتھی کیطرف اس خیال سے دیکھا۔ کہ رنجیدگی کے آثار کو تاڑ سکے۔

فیری (اپنے غصہ کو دبا کر ذرا نرمی سے) "اچھا تو تم ملے تھے۔ اُسکا کیا حال ہے"

میسن "وہ بہت اچھی طرح ہے اور مجھے دیکھکر بہت خوش ہوئی تھی۔ اور اس بات پر اصرار کرتی رہی کہ میں اُس کے باپ کو ملنے کیلئے چلوں"

فیری "اُسکے باپ کو تم پہلے بھی لیسن میں مل چکے ہو۔ اور غالباً تم اُسے بُرا بھی نہیں سمجھتے تو پھر اس صورت میں تم کیوں نہ چلے گئے"

میسن "میرا خیال تھا کہ جس کام میں آجکل ہم معروف ہیں۔ اُسکی وجہ سے اُس سے ملنا شاید درست نہ ہو۔ میں مس کلفورڈ سے بھی صرف اس وجہ سے ملنے گیا تھا۔ تاکہ تمہارے اس سلوک کا بدلہ لوں۔ جو تم نے رات مجھ سے کیا تھا"

فیری "میں نے تم سے کیا بدسلوکی کی"

میسن "کل ہوٹل میں دوسرے آدمیوں کے سامنے جو کچھ تم نے کیا۔ وہ بدسلوکی نہیں تھی۔ تو اور کیا تھا۔ دیکھو فیری میں صاف کہے دیتا ہوں کہ میں ہرگز نہیں چاہتا کہ تم یا کوئی اور مجھ سے اس طرح کا سلوک کرے"

فیری "بندۂ خدا۔ مجھے تو یہ خیال تک بھی نہ تھا۔ کہ تم نے کل کی بات کا اسقدر غصہ کیا ہوگا۔ میرا اس حرکت سے صرف یہ مطلب تھا۔ کہ تمہیں کسی کا نام لینے سے باز رکھوں"

میسن "مگر تمہیں معلوم ہونا چاہئے تھا۔ کہ باز رکھنے کا یہ طریق نہیں۔ یہ امر میرے لئے کافی طور پر باعث بےعزتی تھا۔ اور میں ہرگز ایسی بات برداشت نہیں کر سکتا"

فیری "اچھے دوست۔ اب اس کا تذکرہ ہی جانے دو۔ یہ میری غلطی تھی۔ جس کیلئے میں معافی چاہتا ہوں"

میسن :- خیر اب ٹھیک ہے ۔ مگر میں پھر تم سے کہنا چاہتا ہوں ۔ کہ آئندہ ایسی حرکت نہ کرنا ۔"
فیری :- یقین جانو کہ میں آئندہ بہت محتاط رہونگا ۔ مگر ہاں اب تم نے کب مس کلفورڈ سے ملنے کا وعدہ کیا ہے ؟"
میسن :- پیر کے روز ۔"
فیری :- اور غالباً تم اُس دن تک الوڈ سے مل چکے ہوگے ۔"
میسن :- کیوں نہیں ۔ ایک نہیں بلکہ دو دفعہ مل چکا ہونگا ۔ مگر اسکی ملاقات کا مس کلفورڈ سے کیا تعلق ؟"
فیری :- کچھ نہیں ۔ کچھ نہیں ۔ مگر میرا خیال ہے ۔ کہ دونوں میں سے الوڈ زیادہ دلچسپ ہے (دبی زبان سے) اور میری رائے میں بہتر ہوگا ۔ کہ تم اپنی توجہ تمام تر اُسی کیطرف لگا دو ۔"
اسکے بعد ان کی گفتگو کا ماحصل وہ طریقے تھے ۔ جس پر الوڈ سے ملاقات کے وقت میسن کیلئے چلنا ضروری تھا ۔ جمعرات کے روز وہ الوڈ کو پھر ملا ۔ مگر کوئی خاطر خواہ نتیجہ نہ نکلا ۔ ہاں البتہ اتنا ضرور ہے کہ اگر وہ ذرا بھی ہوشیاری سے کام لیتا تو اُسے معلوم ہو جاتا کہ پہلے روز کیطرح اُس دن بھی ایک مزدور اور کالا کتا اُسکا تعاقب کر رہے تھے ۔ . . . .
ہفتہ کی شام کو وہ پھر دونو اکٹھے تھے ۔ اور کمیڈن سکوئر میں چہل قدمی کر رہے تھے ۔ فیری نے کہا ۔" راول مجھے یاد آیا مس کلفورڈ سے تم نے پیر کے روز ہی ملنا ہے نا ؟"
راول :- ہاں میرا خیال تو ہے ۔"
فیری :- تو پھر میرا خیال ہے کہ تمہارا اس امر میں کوئی ہرج نہیں اگر میں یہ کہوں ۔۔۔"
اتنا کہکر اُس نے راول کے کان میں کچھ کہا ۔ جسکو سن کر وہ بولا ۔" اس صورت میں بہتر ہوگا کہ پھر کسی وقت جا ملوں ۔ یا بالکل اُسے ملوں ہی نہ ۔"
فیری :- یہ تو بہت بُرا ہے ۔ بہتر ہوگا کہ تم اُسے معذرت کی چند سطریں لکھ بھیجو ۔"
راول :- میرا خیال تو ہے ۔ مگر بندہ چٹھیوں کا اتنا قائل نہیں ۔ جبر سوچا جائیگا ۔"
فیری :- سوچنے کی کوئی بات نہیں ۔ میرے کمرے میں چلو ۔ وہاں کاغذ اور لفافہ مل جائیگا اور قلم دوات بھی ہوٹل میں مل جائیگی ۔ دو سطریں لکھدو تو تمہارے دل سے بوجھ ہلکا ہو جائیگا ۔"
راول :- خدا جانے تم کیوں اتنی جلدی کر رہے ۔ اچھا بابا چلو یہ کام بھی کر ہی دیں ۔"
اتنا کہکر وہ ہوٹل میں آئے اور ملازم کو ریفریشمنٹ لانے کو کہا ۔ اور اس اثنا میں قلم دوات

لیکر کاغذ پر معذرت کے طور چند سطریں گھسیٹ دیں۔ فیری نے لفافہ اپنی جیب سے نکالا اور کہا۔ "لو اسمیں بند کردو۔ جسوقت ہم باہر جائینگے۔ لیٹر بکس میں ڈالدینگے۔" میسن یاراول نے لفافہ لیکر آہستہ بند کرنے کیلئے گوند پر اپنی زبان پھیری۔ اور پتہ لکھ کر میز پر رکھدیا۔ فیری نے اسے دیکھنے کیلئے ہاتھ جو بڑھایا۔ تو اُس کا شراب کا گلاس الٹ گیا۔ اور پیشتر اس کے کہ خط تک اثر پہونچے فیری نے جلدی سے لفافہ چاک کردیا۔ اور خط نکال لیا اور کہا "میں بھی کسقدر بدتمیز ہوں۔ خیر کچھ مضائقہ نہیں۔ میرے پاس دوسرا لفافہ ہے۔ اس پر پتہ لکھدو۔" میسن نے ایسا ہی کیا۔ اور اُسی طرح بند کرکے پھر اپنے دوست کے ہاتھ میں دیدیا۔ جس نے دیکھکر میز کے ایک طرف رکھدیا۔ اور خود سگرٹ پینے میں مشغول ہوگئے۔ جسوقت وہ چلنے لگے تو میسن کی نگاہ لفافے پر پڑی تو وہ غصہ سے بول اُٹھا۔ "احمق آخر کار تم نے میرے خط کا ستیاناس کرہی دیا۔" یہ بات واقعی درست تھی۔ کیونکہ فیری کے سگرٹ سے جو اُس نے میز پر رکھدیا تھا۔ خط اور لفافے کو جلاکر اُس میں بہت بڑا سوراخ کردیا تھا۔ فیری بولا "غالباً تمہارا خط لکھنے کا شگون نہیں ہے۔ خیر جانے دو۔ اتفاق سے میری جیب میں لفافہ اور کاغذ موجود ہیں۔ لکھکر اور بند کرکے اپنے ہاتھ میں ہی رکھو۔ اور باہر جاکر لیٹر بکس میں ڈالدینگے۔" تیسری دفعہ میسن نے لفافہ اُسی طرح بند کیا۔ تو فیری نے اپنی جیب سے ٹکٹ نکالا اور اُس کے ہاتھ میں دیکر کہا "لو یہ ٹکٹ بھی اُس پر لگادیں نہیں چاہتا کہ اُسے ہاتھ لگاؤں کہیں ایسا نہ ہو کہ پھر کچھ ہرج مرج ہوجائے۔"

میسن ۔ (لڑکھڑاتے ہوئے) خدا جانے یہ یہاں کی شراب کی تاثیر ہے یا گوند کی وجہ ہے۔ کہ میری زبان اور گلا درد کررہا ہے۔ اور سر چکرا رہا ہے۔"

فیری "کیا فضول ہے۔ خدا جانے اب تم کیا کیا سوچوگے۔ چلو اب چلیں۔ ہوا لگے گی۔ تو طبیعت صاف ہوجائیگی۔" باہر آنے پر ہوا نے الٹا اثر کیا۔ اور میسن نے اپنے دوست پر زیادہ جھکنا شروع کیا حتےٰ کہ وہ بیہوشی کی حالت میں بولا "میں کہاں ہوں۔ مجھے سب کچھ بھول گیا ہے۔ میں حیران ...... ہوں۔ کہ مجھے کیا ہوگیا ......"

فیری "کچھ نہیں۔ گھبراؤ نہیں۔ شراب کا نشہ زیادہ ہوگیا ہے میں گاڑی لیتا ہوں اور اسمیں تمہیں بٹھاکر تمہارے ہوٹل میں چلتا ہوں۔ رات بھر کی نیند تمہاری طبیعت ٹھیک کردیگی۔ ہاں وہ چٹھی کدھر ہے۔ لاؤ میں اُسے ڈاکخانہ میں ڈالدونگا۔" اتنا کہکر اُس نے چٹھی لے لی۔ اور گاڑی والے کو ٹھہرایا۔ گاڑی میں میسن کو لٹا دیا۔ اور اُسے لوٹنہام کورٹ روڈ کیطرف چلنے کو کہا۔ اور گاڑیبان

سوالات

نوٹ: ۱۔ ہر ماہ خریداران الکمال اپنا ایک سوال درج کرانے کا استحقاق رکھتے ہیں۔ زاید کیلئے دو آنہ فی سوال کے حساب سے ٹکٹ ارسال کریں۔

۲۔ کوشش اس امر کی کیجاتی ہے۔ کہ ہر ایک سوال کا صحیح جواب اور بہت جلد مہیا کیا جاوے۔

۳۔ ہمارے بعض معاونین ایسے مہمل اور ادق سوالات کرتے ہیں۔ جنکا جواب مدیر تو کیا کوئی انسانی دماغ بھی دینے سے قاصر ہے۔ اسلئے گذارش ہے کہ ان امورات کا خیال رکھا جاوے۔ ورنہ غیر ضروری سوال سمجھ کر درج نہ کیا جاویگا۔

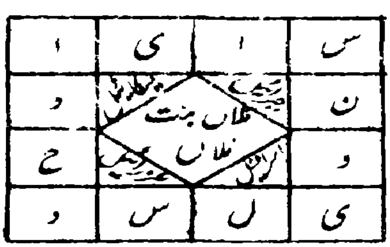
۴۔ بعض اصحاب سوالات بھیجتے ہیں۔ اور اگر انکا جواب اسی ماہ نہ دیا جائے۔ تو خطوط کے ذریعہ رنجیدگی کا اظہار کرتے ہیں۔ انکی خدمت میں التماس ہے کہ اگر انکو اپنے سوال کا جواب جلدی مطلوب ہو تو سوا روپیہ کے ٹکٹ سوال کے ہمراہ ارسال کریں۔ تاکہ بوالپسی ڈاک اُن کے سوال کا جواب دینے کی کوشش کی جاوے۔ بصورت دیگر اپنے سابقہ طریقہ کے مطابق جواب دیا جاویگا۔　　(مدیر)

نمبر ۲۴۳ عرصہ ۲۰ سال کا ہوا کہ میری نظر کسی کتاب "فقیر کی صدا" مصنفہ جناب سعید الدین احمد صاحب نمبر ۹۰ امام باڑی لین کلکتہ گذری تھی۔ یہ کتاب نظم میں ہے۔ اور میں اسکو دوبارہ دیکھنا چاہتا ہوں۔ کوئی صاحب اطلاع دیں کہ کہاں سے ملیگی۔　　خریدار نمبر ۱۵۱۲

نمبر ۲۴۴ پنیر جسکو انگریزی میں Cheese کہتے ہیں کے بنانیکی ترکیب مطلوب ہے۔　　خریدار نمبر ۱۴۲۱

نمبر ۲۴۵ میری اہلیہ اکثر خواب میں پھل بہت دیکھتی ہے اور کھاتی بھی ہے۔ اور اسی طرح سانپ بھی دیکھتی ہے ایک دفعہ سانپ سے نکاح ہوتے دیکھا۔ اور نہایت خوفزدہ ہوئی۔ پھر خوبصورت سانپ دیکھا اور اس کو بھائی نے مارا۔ اس قسم کے خواب اکثر دیکھتی ہے۔ کوئی صاحب تعبیر فرماویں۔　　خریدار نمبر ۱۳۲۶

نمبر ۲۴۶ کوئی صاحب اس نقش کے عمل سے مطلع کریں:-



(توکل خریدار اعظمت علی)

س ۲۴۷ بندہ کے پیٹ میں بخار کی وجہ سے تلی بڑھ گئی ہے اور اسکی وجہ سے چہرہ کا رنگ زرد اور بدن کمزور ہوتا جاتا ہے۔ کوئی مجرب نسخہ تحریر کریں۔ خریدار نمبر ۱۷۶۱

س ۲۴۸ الہ آباد یونیورسٹی کے کورس میں کون کونسی کتب داخل ہیں اور کتنے پرچوں پر منقسم ہیں۔ خریدار نمبر ۱۰۳۹

س ۲۴۹ میری موچھوں کے بال کم ہیں اور جڑھ سے نکل آتے ہیں۔ بال بڑھانے کا کوئی مجرب نسخہ درج کریں۔ نمبر ۱۴۹۶

س ۲۵۰ سرسوں کے تیل کو صاف کرنیکا نسخہ مطلوب ہے جسمیں خوشبو ڈالکر استعمال کرلیا جاوے۔ خریدار نمبر ۱۷۲۲

س ۲۵۱ میاں مولا بخش اینڈ سنز بٹالہ کا اشتہار دیکھا۔ اطلاع دیجاوے کہ چکی کس قیمت پر مل سکتی ہے اور کتنا آٹا روزانہ پیس سکتی ہے۔ خریدار نمبر ۱۲۷۸

س ۲۵۲ اپر انڈیا بنک شملہ نے جب فیل ہونے کا اعلان کیا۔ تو اسکے فیل ہوتے پر دو حصہ زر قرضہ الائنس بنک نے اور ایک حصہ ٹرسٹ بنک نے اپنے ذمہ لیا۔ اسکے بعد ٹرسٹ بنک نے بھی فیل ہونیکا اعلان کیا۔ کیا اب ٹرسٹ بنک سے کچھ ملنے کی امید ہوسکتی ہے۔ خریدار نمبر ۸۰۷

س ۲۵۳ ناول خفیہ قاتل کا انگریزی ترجمہ کہاں سے مل سکتا ہے۔ خریدار نمبر ۱۲۹۹

س ۲۵۴ اگر کسی صاحب کے پاس تجربات بوعلی سینا کا پرانا نسخہ موجود ہو اور وہ بھیجنے کو تیار ہوں۔ تو قیمت سے اطلاع دیں۔ خریدار نمبر ۱۰۵۸

س ۲۵۵ کسی کامل بزرگ کا اجازت شدہ کوئی وظیفہ ہو تو اطلاع دیں۔ " نمبر ۱۶۹

س ۲۵۶ انگلنڈ کی کسی اچھی بوٹ فیکٹری کے پتہ کی ضرورت ہے۔ " نمبر ۱۴۰۵

س ۲۵۷ میرے ایک عزیز کا بعمر ۱۲ سال دماغ خراب ہوگیا ہے۔ ناظرین رسالہ مدد لیا دعا سے فیض بخشی فرماکر ثواب دارین حاصل کریں۔ اور حسب توفیق نذرانہ بھی پیش کرونگا۔ خریدار نمبر ۱۴۳۲

س ۲۵۸ لنگی کلاہ پشاوری نہایت عمدہ کس دوکان سے مل سکتے ہیں۔ خریدار نمبر ۱۵۸۸

س ۲۵۹ مجلوق شخص کیلئے نہایت آسان کم خرچ اور ایسا مجرب نسخہ درکار ہے جو تمام شکایتوں کو دور کردے۔ نمبر ۱۹۱۵ و ۱۹۲۷

س ۲۶۰ پارہ کی گولی دودہ میں ڈالنے والی بنانے کی ترکیب درکار ہے۔ خریدار نمبر ۱۶۴۲

س ۲۶۱ جون ۱۹۲۳ء میں مینیجر رسالہ پیام محبت لاہور کو ٹکٹ ۵ر کے نمونہ بھیجنے کیلئے ارسال کئے گئے اور تین چار دفعہ جوابی کارڈ بھی لکھے گئے۔ مگر آجتک نہ رسالہ آیا نہ جواب خط۔ ثاقب دہلوی

س ۲۶۲ اخبار ظریف پنج دہلی نمبر ۲ مورخہ ۱۶ دسمبر ۱۹۲۳ء اور ۸ اپریل ۱۹۲۳ء نمبر ۷ جن صاحب کے پاس ہوں اطلاع دیں۔ ۲ر کی بجائے ۸ر دیئے جائیں گے۔ ثاقب دہلوی

س ۲۶۳ انگریزی صابون بنانے اور خوشنما رنگ چڑھانے کا مکمل نسخہ درکار ہے۔ خریدار نمبر ۱۵۰۹

نمبر ۲۶۴ کسی صورت میں سود کھانا جائز ہے یا نہیں۔ مثلاً میں ریلوے میں ملازم ہوں اور میرا پراویڈنٹ فنڈ کٹتا ہے۔ اس پر سود ملتا ہے۔ لیا جائے یا نہ۔ یا کچھ روپیہ ڈاکخانہ میں رکھا ہوا ہے۔ اس پر جو سود ملے جائز ہے یا ناجائز۔ خریدار نمبر ۱۲۱۵

نمبر ۲۶۵ نہایت خوبصورت عمدہ صحیح ٹائم دینے والیاں گھڑیاں کس پتہ سے ملینگی۔ بشرطیکہ کارپردازان واچ کمپنی مسلمان ہوں۔ خریدار نمبر ۱۵۴۰

نمبر ۲۶۶ روح کی تعریف کیا ہے۔ ″ نمبر ۱۶۷۹

نمبر ۲۶۷ مطابق ہجری سن رواں دو تاریخی نام درکار ہیں۔ جو عبد یا رحمٰن سے متعلق ہوں۔ اگر شعر میں ہوں تو اور بہتر ہے۔ خریدار نمبر ۱۵۵۳

نمبر ۲۶۸ چنبل و برص اور دردِ ریح کی بابت لکھا گیا تھا۔ آجتک کوئی جواب نہیں ملا۔ خریدار نمبر ۱۰۷۱

نمبر ۲۶۹ مقاصد السالکین کی جسمیں حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کے وظائف درج ہیں ضرورت ہے اطلاع دیں کہاں سے ملیگی۔ نمبر ۱۶۹۲

نمبر ۲۷۰ شروع ۱۹۲۳ء یا ۱۹۲۲ء کے کسی پرچہ میں الکمال میں تپ کہنہ کیلئے کھٹمل کا استعمال اکسیر بتایا گیا تھا۔ اسکا حوالہ دیں یا کوئی اور نسخہ تحریر کریں۔ خریدار نمبر ۹۴۰

نمبر ۲۷۱ الاسلام اخبار لاہور کو چندہ بھیجا گیا۔ صرف دو پرچہ آکر بند ہوگئے۔ عالمگیر لاہور کو چندہ بھیجا گیا۔ لیکن وقت پر نہیں آتا۔ ایسے پرچوں نے سب کا اعتماد گنوا دیا ہے کیا کیا جاوے۔ براہ مہربانی انکے دفتر سے معلوم کر کے اطلاع دیں۔ نمبر ۱۲۸۰

نمبر ۲۷۲ ہینگ کس طرح بنتی ہے۔ ترکیب درج کریں۔ خریدار نمبر ۹۱۱

نمبر ۲۷۳ قبض کی ہمیشہ شکایت رہتی ہے۔ کوئی مجرب نسخہ درج کریں۔ خریدار نمبر ۱۱۹۴

نمبر ۲۷۴ دل کی دھڑکن کا نسخہ تحریر کریں اور کسی پہلے پرچے کا حوالہ نہ دیں۔ ممکن ہے کہ میرے پاس نہ ہو۔ نمبر ۱۱۱۱

نمبر ۲۷۵ مجھے ایسی جامع عام فہم کتاب حساب کی ضرورت ہے۔ جسمیں یہ باتیں تحریر ہوں۔ مثلاً کنال کی قیمت ۱۰ روپے ہے۔ ایک مرلہ کی کیا ہوگی یا من کی قیمت ۲۵ روپیہ ہے۔ ایک سیر کی کیا ہوگی۔ خریدار نمبر ۱۶۸۲

نمبر ۲۷۶ تعلیم نسوان یعنی عورتوں کیلئے جو رسالے نکلتے ہیں انکے پتوں سے اطلاع دیں۔ خریدار نمبر ۱۶۸۱

نمبر ۲۷۷ محبت کیلئے کوئی ایسا عمل ہے جو آسان ہو اور زود اثر ہو۔ خریدار نمبر ۱۶۰۶

کرشمۂ قدرت ستمبر کی تاریخ کی شب کو ضلع نیلگری کے ایک قریہ میں ایک ہندو عورت کے بطن سے حمل ٹھہرنے کے بارہ ماہ بعد ایک بچہ پیدا ہوا جو ایک سال کے عمر والے بچہ کے برابر تھا۔ لیکن لڑکا یا لڑکی ہونیکی کوئی علامت نہیں تھی چپٹی ناک اور دو دبائیں تھیں۔ دونوں ہاتھوں پر قطار در قطار سیاہ نقطے تھے اور گلے میں بھی ہار کی مانند۔ سر پر درمیان میں ایک فٹ لمبی چوٹی تھی۔ سر پر اور پیشانی پر ہندوؤں کے دیوتاؤں جیسے نشان تھے۔ بچہ تولد

جوابات

ش سننت نگی - جوت سنگھ تاجران کتب چوک متی لاہور سے دریافت کریں۔ مدیر

ت ۲۹۱ قانونی کتب خانہ ڈپی بازار لاہور سے دریافت کریں۔ مدیر

م ۲۹۴ نابل کے تیل میں اگر تیل سے تولہ Citronella Oil ڈالاجاوے تو اسکی بو اڑجاویگی۔ مدیر

ت ۲۹۵ اگر سکول داخل ہوتا ہے تو پیشاور جونیر کلاس میں صرف انگریزی کی تعلیم حاصل کرلی ہوگی اگر امتحان انٹرنس یونیورسٹی دینا ہو تو کل مضامین میں تیاری کرنی پڑیگی مدیر

ت ۳۲۴ نسخہ مصفی خون - دافع فساد خون و برص و جذام و آتشک وغیرہ - منڈی ۵ سیر - قند سیاہ ۵ سیر ہلدی خام ۵ سیر چھال نیم ۵ سیر - منڈی و ہلدی و چھال نیم کو کوٹ کر اور قند سیاہ اسمیں پانی میں اچھی طرح حل کرکے ایک پرانے مٹکے میں ڈالدیں اور زمین میں دفن کردیں - اور اسکا سر کھلا رکھیں - جسوقت جوش کھانے لگے اس وقت بذریعہ بھبکہ نل عرق کھینچ لیں - اور ۲ تولہ سے پانچ تولہ تک نوش کریں - بعد عرق کے دو تین بسکٹ کھاویں ورنہ نقصان ہوگا۔

اس ناچیز نے ایک ایسے مریض پر جسکو پہلے آتشک ہوئی تھی اور بعدہ جذام میں مبتلا ہوگیا تھا اور چلنے پھرنے سے مجبور ہوگیا تھا - اللہ تعالٰے نے اس عرق سے اسکو شفا بخشی - اسکے بعد بھی چند مریضوں پر آزمایا - نہایت مجرب پایا۔

حکیم سید شاہ حسن صاحب نجفی جعفری

ت ۳۲۶ کسی صاحب نے ناول کی ایزادی کیلئے رائے نہیں دی - اسلئے آئندہ حسب معمول شائع ہوگا۔ مدیر

ت ۳۲۷ کوئی پتہ نہیں ملا۔ مدیر

ت ۳۳۰ ماہ مئی میں جواب دیا گیا تھا اس سے زیادہ کسی صاحب نے روشنی نہیں ڈالی۔ مدیر

ت ۳۳۵ سنت ابراہیمی ہے اور طب کے رو سے ختنہ کرنا بہت سے عوارض کے دور کرنیکا باعث ہے مدیر

ت ۳۴۲ روزانہ علی الصباح عرق کاسنی دو تولہ شکر ملا کر پلایا کریں۔ غذا مصلح وار دیا کریں۔ مدیر

م ۳۴۳ دودھ کو جوش دیکر قدرے سرکہ ڈالدیں دودھ پھٹ جاویگا - اسکو ایک کپڑے میں ڈالکر لٹکادیں تمام پانی آہستہ آہستہ گر جاویگا - باقی پنیر رہ جاویگا۔ مدیر

ت ۳۴۴ خیال یہ ہے کہ ایسے خواب عام طور پر کسی خلط کے غلبہ سے آتے ہیں - آپ انکی صحت کیمتعلق لکھیں مدیر

ت ۳۴۷ نسخہ طحال - آب افیمون - آب لیموں کاغذی - مساوی ملاکر ایک بوتل میں رکھا جاوے اور ایک کوڑی اسکے اندر چھوڑ دیجاوے - جب کوڑی گل کر نیچے بیٹھ جاوے تو چھان کر رکھ لیویں - ۳ ڈرام روزمرہ پلایا جاوے

انشاء اللہ چند روز میں طحال کا فور ہو جاویگی — حکیم ڈاکٹر مرزا محمد ابراہیم بیگ صاحب

نمبر ۲۴۸ رجسٹرار الہ آباد یونیورسٹی سے پراسپکٹس طلب کریں یا یونیورسٹی کے کیلنڈر میں ملاحظہ کریں۔ مدیر

نمبر ۲۴۹ روغن بیضہ کی مالش کریں نہایت مفید ثابت ہوگا۔ مدیر

نمبر ۲۵۰ سلفورک ایسڈ تھوڑا سا ڈالکر صاف کر لیا جاوے۔ رقیق مادہ نیچے بیٹھ جاویگا۔ مدیر

نمبر ۲۵۱ آٹا فی گھنٹہ ۲۰ سیر پس جاتا ہے۔ دانہ فی گھنٹہ ۴ من دلا جاتا ہے۔ دو بیل بخوبی چلا سکتے ہیں۔ وزن مشین ۷ من ۲۰ سیر ہے۔ نرخ ۵۰ روپیہ فی من۔ باقی باتیں میاں مولا بخش اینڈ سنز بٹالہ ضلع گورداسپور سے دریافت کریں۔ مدیر

نمبر ۲۵۳ چونکہ رسالہ کے ساتھ ترجمہ شائع ہوتا ہے۔ اسلئے فی الحال ہم بتلانے سے قاصر ہیں۔ مدیر

نمبر ۲۵۵ بہتر ہوگا کہ آپ کسی مقامی حکیم سے مشورہ دیں یا ڈاکٹری علاج شروع کریں۔ مدیر

نمبر ۲۵۸ حافظ میاں محمد۔ غلام مصطفٰے کلاہ مرچنٹ اینڈ کمیشن ایجنٹ گھنٹہ گھر پشاور۔ مدیر

نمبر ۲۵۹ زردی بیضہ مرغ دس عدد۔ سم الفار سفید دو تولہ۔ مکرم مخمل ۲ تولہ۔ سیماب ۲ تولہ۔ آب کشنیز دریائی ۲۰ تولہ جسکو جل دھنیا بھی کہتے ہیں۔ اول سم الفار و سیماب کو کھرل کریں تا نظر سے غائب ہو جاوے۔ بعد جملہ ادویہ ہمراہ آب کشنیز دریائی اسقدر کھرل کریں کہ جذب ہو جاوے۔ بعد ازاں مخروطی گولیاں بنادیں اور آتشی شیشہ کے منہ پر کچی تاروں کی گچھی لگائیں تاکہ دوا نکلنے نہ پاوے۔ ایک بڑی ناند کے تلے اسقدر سوراخ کریں کہ گردن شیشہ کی نکل آوے۔ اور ناند کو چولھا پر چڑھادیں۔ اور شیشہ کے گرد چار انگشت ریگ دریائی بھیر دیں ناند کے نیچے جو شیشہ کی گردن نکلی ہوئی ہے۔ اس گردن کو دوسری چوڑے منہ والی شیشی کے اندر ڈالکر جوڑ مٹی سے بند کر دیا جاوے۔ لیکن آتشی شیشہ کو سات دفعہ گل حکمت کر لیا جاوے۔ اس طرح پھر شیشی کے اوپر چار انگشت ریگ دریائی چڑھا دینی چاہیئے۔ اگر ریگ دریائی دستیاب نہ ہو تو بالو سے شیشہ کو چار چار انگشت ہر طرف سے ڈھک دینا چاہیئے۔ بعد ازاں پاچک صحرائی سے ناند کو پُر کر دینا چاہیئے (نوٹ) اگر ریگ نہ چڑھائی جاوے تو جوہر جل جاویگا۔ ہوا سے بچاکر آگ دینی چاہیئے۔ اگر آگ بھڑک جائیگی اور تیز ہو جائیگی تو طلاء بیکار ہو جاویگا۔ حشفہ و سیون چھوڑ کر حسب معمول استعمال کرائیں۔ برائے عنین مطلوق وغیرہ بیحد مفید پایا اور میرا مجرب ہے۔ — حکیم عبد الغفور صاحب فیروز

نمبر ۲۶۱ شاید بند ہو گیا ہے۔ مدیر

نمبر ۲۶۲ لیڈر سوپ۔ تیل ناریل ۲۰ سیر۔ سوڈا لائی ۸ سیر ۳۰ ڈگری ۱۰ سیر۔ زرد رنگ ۴ ماشہ۔ گلابی رنگ ۱ ماشہ۔ خوشبو وائیلٹ ۲ اونس۔ تیل ناریل کو سرما میں گرم کر کے اسمیں آہستہ آہستہ سوڈا لائی ڈالکر گھوٹتے

جاؤ - قریب ایک گھنٹہ کے گھوٹتے رہو۔ پھر رنگ وغیرہ ملاکر کسی کھلے برتن میں ڈالکر ٹکیاں کاٹ لو۔ اسکی تیاری میں آگ کی ضرورت نہیں پڑتی۔ مدیر

نمبر ۳۶۴ قران پاک کے رو سے سود کسی صورت میں بھی جائز نہیں ہوسکتا۔ مدیر

نمبر ۳۶۵ The Westend Watch Coy:- Anarkali Lahore مدیر

نمبر ۳۶۶ روح امرالہی ہے۔ جسطرح انسان کی پیدائیش کے سلسلہ میں خون سے مضغہ اور ہڈیاں اللہ کے حکم سے بنتی ہیں۔ اسی طرح یہ بھی ہے اور یہ کوئی علیحدہ چیز نہیں۔ جو انسان کی پیدائیش کے وقت ڈالی جاتی ہو یا مرنے کے وقت نکال لی جاتی ہو۔ یہ عام خیال ہے کہ روح بدن سے خارج ہوکر کسی دوسری جگہ جاکر دوسری شکل اختیار کرلیتی ہے۔ جو اسلام کے صریح خلاف ہے۔ مدیر

نمبر ۳۶۷ درد ریح - اسگند ناگوری ۱۰ ماشہ۔ فلفل پیلاموں ۳ ماشہ۔ اجوائین خراسانی ۳ ماشہ۔ قرنفل ۱ ماشہ فلفل دراز ۳ ماشہ جائفل ایک عدد۔ ان سب چیزوں کو باریک کرکے ۲ تولہ قند سیاہ کہنہ جو تین سال سے کم کا نہ ہو اچھی طرح ملالیں۔ اگر ضرورت سمجھیں تو تھوڑا سا پانی ڈالکر کشنار دشتی کے برابر گولیاں بنالیں۔ ایک گولی صبح ایک گولی شام ہمراہ شربت بنفشہ دو ہفتہ کھلادیں۔ پرہیز ترشی و تیل وغیرہ مدیر

نمبر ۳۶۸ تریاق چنبل - چند سال گذرے ہیں کہ خاکسار نے چھ سات ماہ تک اس مرض میں سخت تکلیف اٹھائی انگریزی یونانی اور ویدک سب قسم کے نسخے استعمال کئے۔ مگر ذرا بھی آرام نہ ہوا۔ طبی رسائل میں اپنی دردناک کہانی چھپوائی اور حکماٴ حاذقین نے جوابا کئی نسخے شایع فرمائے۔ مگر کچھ آرام نہ ہوا۔ آخر بادل ناخواستہ ذیل کا نسخہ استعمال کیا جس سے شافی المطلق نے ہفتہ عشرہ میں ہی بالکل صحت عنایت فرمائی۔ اب تو اس نسخہ کا بیسیوں مریضوں پر تجربہ کیا جاچکا ہے۔ ہر قسم کے چنبل کیلئے یہ واقعی معجزہ اور طلسم ہے۔

اجزائے نسخہ سپاری ۴ عدد۔ بھلاوا چار عدد۔ کتے کی ہڈی ۱/۲ تولہ۔ ہر سہ اشیاء کو گدھے کی تین سیر پختہ خشک لید میں جلاکر کوئلہ کرلیں۔ مگر جلکر سفید راکھ نہ ہوجاوے۔ بعد ازاں ہر سہ کو جدا جدا سرمہ سا نہایت باریک پیس کر ملالیں۔ اور کتھہ سفید ۶ ماشہ۔ رال ۶ ماشہ۔ نیلہ تھوتھا ۶ ماشہ الگ الگ باریک پیس کر ان میں شامل کریں اور کل اشیاء کو ایک ذات کرلیں۔ اب چھ ماشہ سفوف مذکور میں سو بار دھویا ہوا گھی اسقدر ملادیں کہ مرہم سی بن جاوے۔ اسے صبح و شام دو وقت چنبل پر لگایا کریں (حکیم منشی نذیر محمد صاحب چشتی)

نمبر ۳۶۹ اکسیر برص - باپچی مصفے ۲۰ تولہ لیکر چالیس یوم گائے کے پیشاب میں تر رکھیں۔ پیشاب ہر روز نیا بدلتے رہیں۔ چالیس یوم کے بعد نکالکر خوب ملیں کہ باپچی کا سیاہ پوست اتر کر سفید سفید دال مثل دال ماش کے ہوجاوے پھر سایہ میں خشک کرکے سفوف بنا رکھیں۔ خوراک ایک ماشہ روز ہمراہ پانی اور اوپر لگانے کیلئے سوہاگہ بریشمہ

مسلمانوں کی ترقی اور عظمت کا راز

فقط اس امر میں مضمر تھا کہ وہ ہر ایک بات میں اسوۂ نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) کو مدنظر رکھتے تھے۔ اگر آج بھی مسلمان اپنی کھوئی ہوئی عظمت حاصل کرنا اور موجودہ قعر مذلت سے نکلنا چاہیں۔ تو خدا کے برگزیدہ مصلح اعظم رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات و طیبات اور مقدس حالات کا مطالعہ کریں۔ اور دوسروں کو مطالعہ کرنیکی ترغیب دلائیں

ہم نے اس مقدس مقصد کی اشاعت کیلئے سیرت رسول پاکؐ کے مختلف انواع مقدسہ پر مشاہیر و ممتاز اہل قلم اصحاب کے گلہائے نظم و نثر کو ایک گلدستہ طیب میں جمع کرکے اخبار اتحاد الاسلام امرتسر کو **نبی نمبر** کے نام سے شایع کرنیکا اہتمام کیا ہے جو بفضلہ نہایت آب و تاب کے ساتھ ۱۲ ربیع الاول مبارک کی تقریب سعید پر شایع ہوگا اور اخلاق و پاکیزگی ادب و اطاعت۔ احسان و اخوت۔ عدل و شجاعت اور اصلاح و فلاح کا بہترین مرقع ہوگا۔ **صاحب ثروت و بابرکت اصحاب** کی خدمت میں التماس ہے کہ وہ اسکی بہت سی کاپیاں خرید کر اپنے احباب و اقارب میں اور لڑکے لڑکیوں اور بہنوں بھائیوں میں تقسیم فرماکر داخل حسنات ہوں۔ ہدیہ فی کاپی ۲ ۱۲ کاپی کیلئے ۱؎ ۲۵ کیلئے ۲؎ ۵۰ کیلئے ۴؎ ایک صد کیلئے ۸؎

اخبار الفقیہ امرتسر

ہندوستان بھر کے اہل سنت والجماعت کا واحد ہفتہ وار مذہبی اخبار جس میں مذہب حقہ اہل سنت والجماعت و فقہ حنفیہ کی حمایت و تائید میں علمائے کرام کے زبردست مضامین درج ہوتے ہیں۔ اور مخالفین کے اعتراضات کا دندان شکن جواب ہوتا ہے۔ ہر ایک سنی بھائی کیلئے اسکا ملاحظہ ضروری ہے خصوصاً ایسے حضرات کے لئے جنہیں غیر مقلد مرزائی وغیرہ فرقوں سے گفتگو کا موقعہ ملتا ہے۔ ان کیلئے تو ایک زبردست معاون و مددگار کا کام دیتا ہے۔ ہر انگریزی مہینے میں چار بار شایع ہوتا ہے۔ قیمت سالانہ للعہ ششماہی ۳؎ نمونہ مفت۔

مینجر اخبار الفقیہ امرتسر (پنجاب)

دلچسپ و دلفریب ناول

سرگذشت۔ رینلڈس کے مشہور ناول میری پرائس کا ترجمہ ہر چہار حصہ قیمت صرف چھ روپے

قعر دریا مصنفہ منشی عبد الغفور صاحب مرحوم علی گڑھ کے جادو بھرے ناول ، ، چار ،،

حق کی جستجو دار سراغرسانی کا دریا بغیر ختم کئے چھوڑنے کو دل نہیں چاہتا۔ ، ، تین روپے ۸؎ ،،

علاوہ محصولڈاک

مینجر حسینی بک ایجنسی حلقہ نمبر ۲۸ لاہور

کافوری جنتری ۱۹۲۲ء

کلکتہ کے مشہور ڈاکٹر ایس کے برمن کی تیار کردہ نہایت خوبصورت چکنے کاغذ پر چھپی ہے۔ اگر آپ دیکھنا چاہتے ہیں تو ایک کا ٹکٹ بھیجئے۔ مذکورہ بالا جنتری آپ کی خدمت میں روانہ کر دیجائیگی۔

خاص ڈاکٹر ایس کے برمن کے کیمیا خانہ کا تیار کردہ کیشراج تیل

فائدہ اور خوشبو کے لحاظ سے یہ ایک ہی تیل ہے۔

آجکل سیکڑوں قسم کے خوشبودار تیل بازار میں بکتے ہیں۔ جو ظاہری چمک دمک اور خوشبو میں ایکدوسرے سے بڑھ چڑھکر ہوتے ہیں۔ مگر ان تیلوں میں وائیٹ آئیل عموماً موجود ہوتا ہے جو بجائے فائدہ کے دماغ اور بالوں کو سخت نقصان پہونچاتا ہے۔ ایسے تیلوں کے چند روز استعمال سے بال بے وقت سفید ہو جاتے ہیں آنکھ اور دماغ میں گرمی پہونچاکر آنکھ کو بھی نقصان پہونچاتے ہیں۔ اور یہی وجہ ہے کہ آجکل کے نوجوانوں کو بیوقت چشمہ لگانے کی ضرورت ہو جاتی ہے۔ ان سب خرابیوں کو مدنظر رکھکر **کیشراج تیل** کی تیاری میں خوشبو سے زیادہ فائدہ کا خیال رکھا گیا ہے۔ اسکے لگانے سے جڑ مضبوط اور بال گھنے ہو کر سیاہ اور گھونگروالے ہو جاتے ہیں۔ یہ دماغ کو ٹھنڈک اور دلکو فرحت پہونچاتا ہے۔ قیمت فی شیشی ۱ مع ایک روپیہ محصولڈاک سات آنہ (۷)

ہیلک

یہ ہر قسم کے گھاؤ۔ درد۔ ہاتھ موچ کا نٹہ۔ گلٹی جہانی۔ مہاسے۔ چلکت۔ ہاتھ پیروں کا پھٹنا۔ روکھاپن۔ بواسیر۔ آگ سے جلے ہوئے گھاؤ۔ جلن چوٹ کی وجہ سے۔ درد یا خون کا بہنا۔ وغیرہ کیلئے اکسیر دوا ہے۔ چوہے۔ بلی۔ مکڑی۔ بری بچھو وغیرہ کے کاٹے ہوئے جگہ سے زہر دور کرنے کیلئے **ہیلک** ایک شرطیہ دوا ہے۔ فٹ بال۔ کرکٹ۔ ہاکی وغیرہ کے کھلاڑیوں کیلئے ہیلک روزانہ استعمال کی چیز ہے۔ اسکے لگانے سے کسی قسم کی جلن وغیرہ نہیں ہوتی۔ فی زمانہ اس قسم کی تمام دواؤں کے تجربہ کرنے سے ہیلک سب سے زیادہ مفید ثابت ہوئی ہے۔ ہر گھر گرہست کو ہیلک کی ایک ڈبیا ضرور رکھنا چاہئے۔ قیمت فی ڈبیہ دس آنہ۔ محصولڈاک ۵/۔

ملنے کا پتہ

ڈاکٹر ایس کے برمن ۵ تاراچند دت اسٹریٹ کلکتہ

کا ایجنٹ:- مینیجر صاحب پیسہ اخبار لاہور